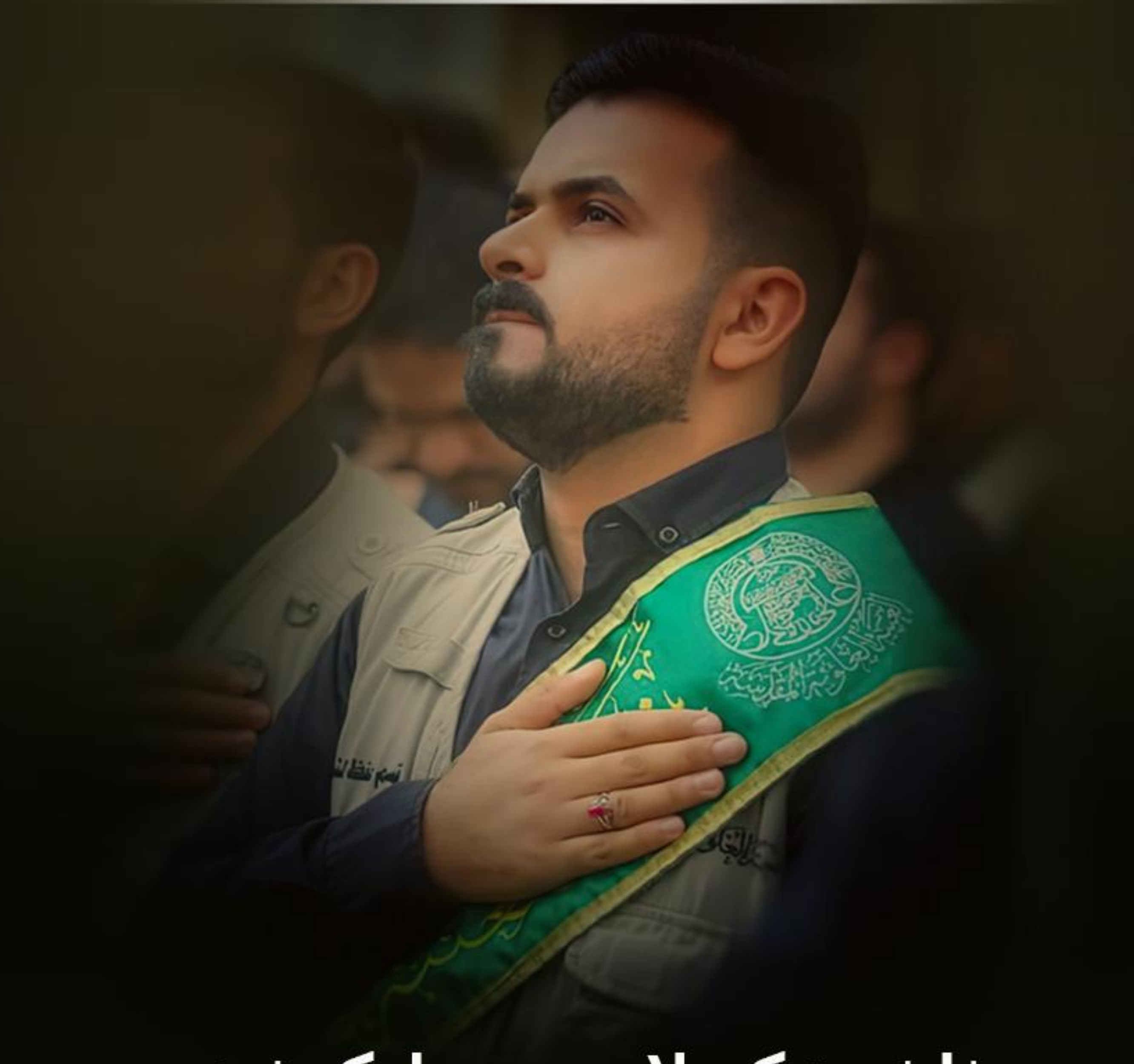
مُجھے ہے حُکمِ اذاں

مجموعہ تحاریر: سید ابو عبداللہ زیدی



ناشر: کربلا ویوز پبلیکیشنز

www.facebook.com/IamAbuAbdullah.Zaidi

فہرست

معصومینؑ علیہم السلام کائنات پر مکمل تصرف رکھتے ہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم، تحفہ یا علیؑ مدد

آج کل سوشل میڈیا پر موجود کافی حلقوں کی جانب سے اختیاراتِ معصومینؑ علیہم السلام کو لے کر کافی کنفیوژن نظر آ رہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سب علیا ولی اللہ کا اقرار کرنے والے اور مراجع عظام و علماء حق کا احترام کرنے والے بھی ہیں یعنی نام نہاد خود ساختہ اخباری و نظام اجتہاد کے مخالف بھی نہیں لیکن پھر بھی نجانے کیوں ولایتِ تکوینی کے مخالف نظر آتے ہیں۔۔ عجیب۔۔

ایسی وہابی سوچ کا مکتبِ تشیع سے کوئی تعلق نہیں جہاں یا علی مدد اور اختیاراتِ آئمہ معصومینؑ علیہم السلام کو یہ کہہ کر رد کیا جائے کہ یہ سب باتیں توحید کے خلاف ہیں اور توہین اللہ کا سبب ہیں (معاذاللہ)، حقیقت میں ایسے افراد کا عقیدہ توحید کمزور ہے جس میں انہیں ارتقاء کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں ایک دو چینل یوٹیوب پر بھی موجود ہیں جو ہر فضائلِ اہل بیت کو غلو کا سہرا پہنا کر تقصیرِ معصومینؑ علیہم السلام کر رہے ہیں۔

اور ثناء خوانِ اہل بیتؑ پر اپنی کم علمی کی وجہ سے غالی کے فتوے ٹھوک رہے ہیں۔

ایک بات قابلِ تحسین ہے کہ ایسے یوٹیوب چینل واقعاً ان جاہل ذاکرین کو بے نقاب بھی کر رہے ہیں جو حقیقت میں غالی و نصیری افکار کا پرچار کرتے ہوئے عقائدِ امامیہ پر حملہ آور ہیں جو یقیناً بہت ضروری کام ہے لیکن شاید کم علمی کی وجہ سے جید علماء جیسے مولانا سید علی رضا رضوی (حفظ اللہ) اور کئی منقبت و نوحہ خواں حضرات جن کو میں بذات خود جانتا ہوں اور ان کے افکار و نظریات سے واقف ہوں انہیں بھی غلو کے ڈنڈے سے ہانکنے میں لگ پڑے ہیں اور ہر اشعار کو غلو کا پرچار ظاہر کر کے مومنین کے اذہان کو منتشر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اگر فیس بُک پر دیکھا جائے تو یہاں بھی کچھ افراد مکمّل وہابی افکار لیے ہر فضائلِ اہل بیت کو غلو و تفویض کہہ کر جھٹلا رہے ہیں۔ اور فقط ان مختصر فضائلِ معصومینؑ علیہم السلام کو حقیقی مان رہے ہیں جو مکمّل ایک صفحے پر لکھے جا سکتے ہیں جبکہ رسول اکرم (ص) ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علی اگر پوری زمین قرطاس بن جائے، درخت قلم بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں پھر بھی تمہارے فضائل کو لکھا نہیں جا سکتا۔۔۔ عجیب ہے واللہ ایسے افراد کی سوچ عجیب ہے جس کا مکتبِ تشیع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اگر تمہید ہی باندھتا چلا گیا تو یقین مانیں تمہید پر ہی پوری تحریر ختم ہو جائے گی تو اب ولایتِ تکوینی کے دفاع میں تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

یاصاحب الزمان(عج) المدد

میری پوری کوشش ہو گی کہ ولایت تکوینی یا اختیارات معصومینؑ علیہم السلام جیسے عنوان پر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں مطالب کو بیان کروں جبکہ یہ خاص علم الکلام کی دقیق مباحث میں سے ایک ہے اور تحریر کو جتنا ممکن ہو سکا مختصر رکھنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے پہلے ولایت تکوینی کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کرتا ہوں۔

دیکھیے مومنین، ولایت اصل میں قرب اور نزدیکی کے معنی میں ہے یعنی لفظی تعریف میں ایک چیز دوسری چیز کے پاس اس طرح سے قرار پائے کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہے۔

اور اصطلاحی معنی میں ولایت ایسی نزدیکی اور قرب کو کہا جاتا ہے جو دوسروں کے کاموں میں خاص طرح کا تصرف و اختیار رکھے اور اسی ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت تکوینی اور دوسری ولایت تشریعی۔

تکوین کہ جو لفظ "کون" سے نکلا ہے، "ہونے" کے معنی میں ہے اور "عالم تکوین" سے مراد، خلقت کا کُل نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور امر سے "وجود" میں آیا ہے۔

المختصر کہ ولایت تکوینی مخلوقات اور تکوینی امور میں تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے جیسے خلق کرنا، مخلوقات کو باقی رکھنا اور ان میں تبدیلیاں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ سب اللہ تعالی کے ارادہ اور قبضہ قدرت میں ہے۔ لہذا پروردگارِ عالم سب مخلوقات پر تکوینی ولایت رکھتا ہے۔

ولایت تشریعی کو اگر آسان کر کے پیش کروں تو یہ کہوں گا کہ جسے ہم شریعت کہتے ہیں جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچائی گئی اسی ولایت کو تشریع، امر و نہی اور حکم دینے کا حق کہا جاتا ہے۔

المختصر کہ اللہ تعالی کی ولایت تشریعی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کام کا حکم دیتا ہے اور کسی کام کے ارتکاب سے منع کرتا ہے۔ جسے ماننا اس کی مخلوق پر واجب ہے۔

خیر میرا موضوع ولایت تشریعی نہیں بلکہ ولایتِ تکوینی ہے اور یہی ولایت تکوینی کہ جس کی اصل خود اللہ رب العزت ہے، اس نے اپنی یہ ولایت اپنے کن کن مقرب بندوں کو عطا کی ہے یعنی معصومینؑ علیہم السلام کا اختیارِ تکوینی کہ جس پر تحریر جاری ہے۔

اکثر جو اعتراض اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ولایتِ تکوینی فقط اللہ کے لیے خاص ہے اور اس کی مخلوق کو حاصل نہیں اور جب مخلوق کو حاصل نہیں تو پھر کسی مخلوق کو ولایتِ تکوینی کا حامل ماننا توحید پر حملہ ہے۔

ایسا اعتراض فقط قرآن مجید کو لفظی ترجمہ سے سمجھ کر کیا جاتا ہے جو سو فیصد کم علمی کا ثبوت ہے۔

مثال کے طور پر قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ میں "محیی یعنی زندہ کرنے والا" ہوں مگر یہ نہیں فرمایا کہ زندہ کرنے کی طاقت کسی کو نہیں دوں گا بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ایسی طاقت دی گئی۔

علم غیب صرف اللہ کا ہے لیکن اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میں یہ علم کسی کو عطا نہیں کروں گا بلکہ انبیا اور کتنے اولیا کو اللہ نے علم غیب عطا فرمایا، مگر وہ غیب سے مطلع ہونے میں اللہ ہی کے محتاج ہیں۔

اسی طرح ولایت صرف اللہ کی ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ میں کسی کو ولایت نہیں دوں گا بلکہ ولایت عطا کی اور جسے اللہ کی طرف سے ولایت ملی وہ ولایت کو استعمال کرنے میں قطعی طور پر اللہ ہی کا محتاج ہے۔

اس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان اور بدن کے دیگر تمام اعضاء اللہ ہی کی ملکیت ہیں مگر اللہ نے ان کو اذن اور حکم دے رکھا ہے کہ ہمارے ارادے کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں۔ مگر جس حد تک اللہ نے ان کو اجازت اور حکم دیا ہے وہ اتنی ہی مقدار میں ہماری فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا بدن سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار ہے اس کے بعد ہمارا اور اگر ہمارے کنٹرول میں ہے تو در حقیقت اللہ ہی کی فرمانبرداری کر رہا ہے، اب ہم اگر اس سے شریعتِ خداوندی کے مطابق فائدہ اٹھائیں تو ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہے ورنہ ہمارے بدن نے تو اللہ کی فرمانبرداری کی ہے لیکن ہم نے گناہ کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کر دی ہے لہٰذا اسی بدن پر ہمیں ولایت تکوینی حاصل ہے۔

تو قارئین معصومینؑ علیہم السلام کے پاس ولایت تکوینی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معصومینؑ علیہم السلام اللہ کے اذن و عطا سے کائنات کے امور میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور معصومینؑ علیہم السلام کے پاس ولایت تشریعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین اور دنیا کے سب امور میں انہیں امت کے تمام افراد کو امر و نہی کرنے کا حق حاصل ہے اور کوئی شخص ان کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی نافرمانی در اصل خدا کی نافرمانی شمار ہو گی۔

مثالیں تو لاتعداد دی جا سکتی ہیں لیکن تحریر کو مختصر رکھنا بھی مقصود ہے تو یہاں اب صحیح السند روایات اور علماء تشیع کے نظریات نقل کروں گا کیونکہ کوئی بھی عام مومن اپنے علم میں ان مجتہدین سے زیادہ نہیں ہو سکتا جو اپنی پوری زندگی دین کو سمجھنے میں لگا دیتے ہیں تبھی یہی علماء غیبتِ امام (عج) میں ہم پر امام کی جانب سے حجت ہیں اور انہی کی طرف رجوع کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

تو وہ احباب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مجتہدین عظام کی فقط فقہ میں تقلید واجب ہے عقائد میں نہیں تو یقیناً وہ درست کہتے ہیں بے شک عقائد میں تقلید حرام ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ جس روایت کو عام مومن اردو ترجمہ پڑھ کر سمجھ رہا ہے وہ اس سے زیادہ سمجھ رہا ہے جو مجتھد اپنی تمام زندگی دین کے علم میں لگا کر سمجھا ہے؟؟

یقیناً فقہاء کا فہم ہر طرح سے عام مومن سے بلند ہے اور اگر وہ کسی بات پر اپنا نظریہ پیش کریں تو وہ زیادہ قابل قبول ہو گا۔

تو آیئے ولایت تکوینی پر پہلے قرآن مجید و روایات سے مختصر دلائل پھر فقہائے تشیع کے نظریات پیش خدمت ہیں۔۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

انی قد جئتکم بأیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیءة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراباذن الله وابریء الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن الله وأنبئکم بما تأکلون وماتدّخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیةلکم ان کنتم مؤمنین۔(آل عمرآن۴۹)

میں تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر تمہارے پاس آیاہوں (وہ یہ ہے کہ) میں تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ تم کیا ،کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کر کے رکھتے ہو اگر تم صاحبان ایمان ہو تو اس میں تمھارے لیے نشانی ہے۔

مومنین بغور جائزہ لیں یہ آیت کائنات میں تکوینی تصرف کی طرف اشارہ کر رہی ہے جیسے خلق کرنا، موت دینا، زندہ کرنا، مریضوں کو شفا دینا وغیرہ لیکن ساتھ ساتھ ہم اس بات کی طرف بڑی واضح تاکید بھی دیکھتے ہیں کہ جناب عیسٰی علیہ السلام بار بار کہہ رہے ہیں کہ میں یہ کام اللہ کے اذن سے کرتا ہوں اس کی عطا کردہ قدرت سے کرتا ہوں مستقل طور پر نہیں کرتا اور بار بار اذن الٰہی کا تکرار اس لیے کیا تاکہ کوئی جناب عیسٰی علیہ السلام کو اولوہیت کا معتقد نہ ہو جائے۔

اب یہاں بعض افراد یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب یہ برگزیدہ ہستیاں اپنے افعال میں مستقل نہیں ہیں یعنی اللہ کی قدرت سے انجام دیتے ہیں تو پھر یہ عمل ان کا اپنا تو نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے؟

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ فعل انجام دینے کی قدرت خدا کی طرف سے ہو مگر فعل حقیقی طور پر ان کا ہو اور ظاہر آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ افعال جناب عیسیٰؑ کے اپنے افعال تھے مگر ان کاموں کی طاقت خدا نے دی ہے اور اسی بات کی طرف آیت اللہ العظمٰی ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ نے اس آیت کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے

فاستعمال افعال مثل وابری واحیی الموتی وبضمیر المتکلم تدل علی ان هذه الافعال من عمل الانبیاء انفسهم وان القول بان هذه الافعال کانت تقع بسبب دعاءهم فقط هوقول لا یقوم علیه دلیل بل ان ظاهر آیات یدل علی انهم کانوایتصرفون بعالم التکوین ویقومون بتلک الافعال۔

حواله: الامثل فی تفسیر کتاب الله المنزل، جلد۲صفحه۵۰۷،۵۰۶

ابریء اوراحیی الموتی کے افعال کا ضمیر متکلم کے ساتھ استعمال کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ افعال انبیاء کے اپنے افعال ہیں اور یہ کہنا کہ یہ تکوینی افعال فقط ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں تو اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ظاہر آیات دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کائنات کے تکوینی امور میں تصرف کرتے تھے اور ان امور کو خود انجام دیتے تھے۔

مزید آیات بھی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو زندہ کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس آنا، تختِ بلقیس کو پلک جھپکتے سامنے لانا وغیرہ جسے اسکپ کر رہا ہوں اور روایات کی جانب آرہا ہوں۔

پہلی روایت ملاحظہ فرمائیں

عن أبي بصير قال دخلت على أبي جعفر عليه السلام فقلت له أنتم ورثة رسول الله صلى الله عليه وآله؟

قال نعم، قلت رسول الله صلى الله عليه وآله وارث الأنبياء، علم كما علموا؟ قال لي نعم، قلت فأنتم تقدرون على أن تحيوا الموتى وتبرؤا الأكمه والأبرص؟ قال نعم بإذن الله،

ابو بصیر بیان کرتے ہے ایک دن میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا مولا آپ نبی (ص) کے وارث ہیں؟ مولا نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا رسول خدا (ص) تمام انبیاء کے وارث ہیں اور جو کچھ دوسرے انبیاء کے پاس تھا آپ کے پاس بھی تھا تو جو کچھ دوسرے جانتے تھے آیا وہ رسول خدا بھی جانتے تھے؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں۔

میں نے سوال کیا مولا آیا آپ مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں لیکن اللہ کے اذن اور اجازت سے ہم مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں۔

حوالہ: اصول کافی، جلد 1، صفحہ 470، حدیث 3

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں

فعن جابر الجعفی عن الاما م الباقر علیه السلام قلت یاابن رسول الله ومن المقصر؟قال الذین قصروا فی معرفة الأئمة وعن معرفة ما فرض الله علیهم من امره وروحه۔قلت یا سیدی وما معرفة روحه؟قال ان یعرف کل من خصه الله تعالیٰ بالروح فقد فوض الیه امره یخلق باذنه ویحیی باذنه ویعلم الغیر ما فی الضمائر ویعلم ماکان وما یکون الی یوم القیامة وذلک ان هذا الروح من امر الله تعالیٰ فمن خصه الله بهذا الروح فهذا کامل غیر ناقص یفعل ما یشاء باذن الله یسیر من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة یعرج به الی السماء وینزل به الی الارض ویفعل مایشاء واراد قلت یا سیدی اوجدنی بیان هذا الروح من کتاب الله قال نعم اقراء هذه الآیة وکذلک اوحینا الیک روحاًمن امرنا

جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا اے فرزند رسولؐ مقصر کون ہیں؟

فرمایا وہ لوگ جنھوں نے آئمہؑ کی معرفت میں کوتاہی کی اور اس روح کی معرفت میں تقصیر کی جسے اللہ نے آئمہؑ پر لازم قرار دیا ہے۔

میں نے کہا اے میرے سردار روح کی معرفت کیا ہے؟

فرمایا ہر وہ جسے اللہ تعالیٰ نے روح کے ساتھ مخصوص کیا ہے اسے ایسے پہچانا جائے کہ اللہ نے اپنا امر اسکی طرف سپرد کر دیا ہے وہ اس کے اذن سے خلق کرتا ہے اور اس کے اذن سے زندہ کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ گذشتہ اور قیامت تک آنے والے واقعات سے باخبر ہے اس وجہ سے کہ یہ روح اللہ کا امر ہے اللہ جسے یہ روح عطا کرتا ہے وہ کامل انسان ہے۔ اللہ کے اذن سے جو چاہے وہ کرتا ہے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے۔ اسی روح کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور زمین کی طرف اترتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

میں نے کہا اے میرے سردار اس روح کے بارے میں قرآن سے کوئی بیان فرمائیں تو فرمایا

کیوں نہیں اس آیت کی تلاوت کرو

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنی روح کی وحی کی ہے۔

حوالہ: الزام الناصب، جلد ۱، صفحہ ۴۲، الھدایۃالکبریٰ صفحہ ۴۳۱، بحارالانوار، جلد ۲۶، صفحہ ۱۴۔ ۱۵

تیسری روایت ملاحظہ فرمائیں

عن ابی حمزة الثمالی عن علی ابن الحسین علیه السلام قال قلت له الائمة یحیون الموتی ویبرؤن الاکمة والابرص یمشون علی الماء؟قال ماعطی الله نبیا قط الا وقد اعطاء الله محمدا صل الله علیه وآله وسلم واعطاء ما لم یکن عندهم۔قلت وکل ماکان عند رسول الله صلی الله علیه وآله فقداعطاه امیر المؤمنین علیه السلام؟قال نعم ثم الحسن والحسین علیهما السلام بعد کل امام الی یوم القیامة۔

ابو حمزہ ثمالی امام زین العابدینؑ سے نقل کرتے ہیں میں نے کہا کیا آئمہؑ مردوں کو زندہ کرتے ہیں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دیتے ہیں اور پانی پر چلتے ہیں؟

تو امامؑ نے فرمایا اللہ نے کسی نبی کو کوئی ایسی چیز نہیں دی ہے جو محمدؐ کو عطا نہ کی ہو بلکہ جو کچھ رسول خداؐ کو عطا کیا وہ باقی انبیاءؑ کے پاس نہیں ہے۔

میں نے کہا جو کچھ رسول اللہؐ کے پاس ہے کیا وہ رسول خداؐ نے امیر المؤمنینؑ کو عطا کیا ہے؟

فرمایا ہاں پھر امیر المؤمنینؑ کے بعد امام حسنؑ و حسینؑ کو عطا کیا اور پھر ان کے بعد قیامت کے دن تک ہر امام کے پاس وہ سب کچھ ہے جو رسول خداؐ کے پاس تھا۔

حوالہ: :بصائر الدرجات الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۱۵

چوتھی روایت ملاحظہ فرمائیں جسے صاحب بصائر الدرجات نے جزء الخامس کے صفحہ ۲۱۲ پر صحیح السند سے ذکر کیا ہے

عبداللہ بن بکیر کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس تھا پس جناب سلیمانؑ کا تزکرہ ہوا اور انہیں جو علم اور سلطنت عطاء کی گئی تھی اس کا تزکرہ ہوا تو امامؑ نے فرمایا سلیمان بن داؤود ؑ کو ایک حرف اسم اعظم کا عطاء کیا گیا تھا اور تمہارے صاحب (امیر المومنین) جس کے بارے میں اللہ نے کہا اے میرے جیب کہہ دیجیے میرے اور تمہارے درمیان گواہی کیلئے اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی ہے۔

خدا کی قسم علیؑ کے پاس پوری کتاب کا علم تھا میں نے کہا میں آپ پہ قربان جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔

اب تحریر کے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اپنے پنجتنی ہونے کی نسبت سے پانچویں اور آخری روایت پیش کر رہا ہوں ورنہ اس سلسلے میں لاتعداد صحیح السند روایات موجود ہیں اور آخر میں سند پر مختصر بحث کر کے فقہائے تشیع کے نظریات بیان کرتا ہوں۔۔

یونس بن ظبيان والمفضل ابن عمر وابى سلمة السراج والحسين بن ثوير بن ابى فاختة قالو اكنا عندابى عبد الله فقال لنا خزائن الارض ومفاتيحها ولو شئت ان اقول باحدى رجلى اخرجى مافيک من الذهب لا خرجت ،، قال فقام باحدى رجليه فخطهافى الا رض خطاًفان فجرت الارض ثم قام بيده فاخرج سبيكة ذهب قدر شبر فتنا ولها فقال انظروافيها حسا حسنا لا تشكو اثم قال انظر وافى الارض فاذاسبائک فى الارض كشير بعضها على بعض يتلألأ۔ فقال له بعضنا جعلت فداک اعطيتم كل هذا و شيعتكم محتا جون ؟ فقال ان الله سيجمع لنا و لشيعتنا الدنيا والاخر ۔ة يد خلهم جنات النعيم ويد خل عدونا الجحيم ۔،،

مومنین کی ایک جماعت کہتی ہے ہم امام صادقؑ کی خدمت میں تھے امامؑ نے ہمیں کہا زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں ہمارے پاس ہیں اگر میں چاہوں تو اپنی ایک ٹانگ کو حکم دوں کہ جو کچھ تیرے اندر سونا ہے اسے نکال دو تو میری ٹانگ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سونے کو باہر نکال دے پس امامؑ نے اپنی ایک ٹانگ کو اٹھایا اور زمین پر خط کھینچا پس زمین شگافتہ ہو گئی امامؑ نے اپنا دست مبارک زمین میں داخل کیا پس ایک بالشت چوڑی سونے کی ڈلی کو باہر نکالا اور اس کو ہاتھ میں پکڑا اور کہا اس کو اچھی طرح دیکھو اور شک نہ کرو۔

پھر فرمایا زمین میں نگاہ کرو جب ہم نے زمین میں نگاہ کی تو زمین کے اندر بہت زیادہ سونے کی ڈلیاں دیکھیں جو ایک دوسرے پر چمک رہی تھیں۔ ہم میں سے کچھ افراد نے کہا مولا اتنا کچھ آپ کو اللہ نے عطاء کیا اور آپ کے شیعہ پھر بھی محتاج ہیں تو فرمایا

عنقریب اللہ ہمارے شیعوں کے لئے دنیا اور آخرت کو اکٹھا کر دے گا اور شیعوں کو نعمتوں بھری جنت میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

سند پر مختصر بحث

یہ روایت سند کے اعتبار سے معتبر ہے کیونکہ صاحب بصائر محمد بن الحسن الصفار ثقہ ہیں۔ احمد بن محمد اس سے مراد ماتو ابن عیسی ہیں یا ابن خالد البرقی ہے اور دونوں ثقہ ہیں عمر بن عبد العزیز ابن ابی بشار ہے جو زحل کے نام سے معروف ہے اور آغا خوئی نے اس کو ثقہ کہا ہے اس نے الحمیری سے روایت کی ہے۔ جس کا نام ثقہ الجلیل عبد اللہ بن جعفر الحمیری ہے اس نے حسین بن ثویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے جو ثقہ ہے۔

حوالہ: بصائرالدرجات، جلد ۸، باب ۲، حدیث ۱

یہ کچھ روایات معصومینؑ علیہم السلام کو حاصل ولایت تکوینی پر تھیں جبکہ ولایتِ تشریعی بھی معصومینؑ علیہم السلام کا خاصہ ہے جس پر لاتعداد روایات موجود ہیں جنہیں یہاں پیش نہیں کر رہا کیونکہ یہاں تحریر کا عنوان ولایت تکوینی ہے۔

زندگی کے ساتھ توفیق رہی تو پھر کبھی معصومینؑ علیہم السلام کے تشریعی اختیار پر لکھوں گا۔۔

اب ان عظیم فقہائے تشیع میں سے کچھ کے نظریات یہاں قلمبند کر رہا ہوں تاکہ وہ نادان مومنین جو فقط اردو ترجمے سے حدیث کو سمجھ کر معصومینؑ علیہم السلام کے اختیارات کا انکار کر دیتے۔۔ ان کو یہ باور کرواسکو کہ آپ ان عظیم علماء و مجتہدین سے زیادہ حدیث شناسی اور دینی ادراک نہیں رکھتے۔۔

تو ملاحظہ فرمائیں فقہائے تشیع کے ولایتِ تکوینی پر نظریات

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ جوادی آملی کا نظریہ

آیت اللہ جوادی آملی کتاب علی مظہر اسمای حسنای الہی میں فرماتے ہیں کہ "ولی" اللہ کے اسماء فعلیہ میں سے ہے۔ بعض ہستیاں اس مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں اللہ تعالٰی کی ولایت کا مظہر بن جاتی ہیں۔

امیر المومنین (ع) تکوین اور تشریع میں اسم ولی "کا مظہرِ اتم اور اکمل ہیں۔ لہذا آپ کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ زمین اور آسان کی طاقتیں ان کے اختیار اور قبضے میں ہیں۔۔

حوالہ: کتاب علیؑ مظہر اسماء حسناء الہی، صفحه ۲۲

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کا نظریہ

جس طرح معصومینؑ کیلئے ولایت تشریعی ثابت ہے ویسے ہی ولایت تکوینی بھی ثابت ہے۔ یہ موت و حیات اور شفا دینے اور غنی کرنے پر خدا کے اذن سے قادر ہیں اور خدا نے انہیں یہ قدرت اس طرح عطا کی ہے کہ خود اسکی قدرت اور استقلال کا کمال محفوظ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا کفر کا مستلزم نہیں بلکہ یہ تو کمال توحید ہے۔ اس صحیح عقیدے کا معتقد یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قدرت الہی کا دائرہ محدود نہیں ہے اور خدا جس طرح خود موت و حیات پر قادر ہے ایسے ہی وہ دوسروں کو بھی یہ قدرت بخشنے پر قادر ہے۔ خدا کا اپنی برتری کو محفوظ رکھتے ہوئے کسی کو اس برتری سے نوازنا در اصل خود اسکی اپنی برتری ہے۔۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ولایت تکوینی کے اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے کیونکہ شرک اس وقت ہو گا جب ذات، فعل یا عبادت میں اتحاد رتبہ کا دعوی کیا جائے اور ہم اپنے آئمہ کے بارے میں ایسا اعتقاد نہیں رکھتے اور یہ عقیدہ کسی صورت شرک کی طرف نہیں پلٹتا۔ کیونکہ ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے تابع ہے اور یہ خدا کی قدرت کے عرض میں واقع نہیں ہوتی۔ جیسے وکیل کی قدرت موکل کی قدرت کے (عرض میں نہیں بلکہ اس کے) طول میں ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات تو تشیع میں واردات داخل کرنے والے ان افراد کی بات ہے جو امامت کا اعتقاد تو رکھتے ہیں لیکن دوسروں پر آئمہ علیہم السلام کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام کا امتیاز فقط استجابت دعا میں ہے اور وہ مذکورہ امور میں سے کسی پر قادر نہیں ہیں۔ جب عیسٰی علیہ السلام خدا کے اذن سے مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں تو امام اس پر کیسے قادر نہ ہوں گے؟؟ اس اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے۔

حوالہ: الأسئلة الاعتقادية التي أجاب عنها مكتب سماحة آية الله الشيخ فاضل اللنكراني

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ علی پناہ اشتہاردی کا نظریہ

بعض لوگوں کو جو یہ وہم لاحق ہے کہ آئمہ معصومینؑ ولایت تشریعیہ تو رکھتے ہیں ولایت تکوینیہ نہیں تو میری نظر میں یہ ایک باطل اور بے فائدہ بحث ہے اور اس وہم کو لاحق ہونے کی وجہ حقیقتِ نبوت و امامت کو درک نہ کرنا ہے اور خدا کی درست معرفت سے محروم رہنا ہے۔۔

حوالہ: حقیقت معجزہ از انبیاء و آئمہ معصومینؑ، صفحہ 44,43

آیت اللہ سید محمد حسینی شاہرودی أجوبة المسائل الأعتقادية میں فرماتے ہیں

ولایت تکوینی یہ ہے کہ خدا نے اپنی قدرت سے آئمہ اور انبیاء کو عالم اور اسکی موجودات میں ہر قسم کے تصرف سے نوازا ہے۔ پس یہ اذن الہی سے مردہ کو زندہ کرنے اور مریض کو شفا دینے پر قادر ہیں اور فقط ایسا نہیں ہے کہ یہ دعا کرتے ہوں اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے بلکہ یہ تو ہر مومن کی شان ہے، ان معصومینؑ کے لئے تو یہ ایک قدرت ہے جو انھیں خدا نے عطا کی ہے۔ جو لوگ آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی انکار کرتے ہیں وہ شیعیت کی حقیقت اور اس کے مسلمات سے واقف نہیں ہیں، بلکہ نہ وہ آیات قرآنی سمجھے ہیں اور نہ ان کا کامل اور دقیق فہم حاصل کر سکے ہیں۔۔

حوالہ: أجوبة المسائل الأعتقادية صفحه 110، آیت الله سید محمد حسینی شاهرودی

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سیّد مھدی حسینی مرعشی کا نظریہ

مسئلہ ولایت تکوینی ہم شیعوں کے درمیان متفقہ مسائل میں سے ہے اور یہ آئمہ معصومینؑ کیلئے ایک ثابت شدہ چیز ہے۔۔

حوالہ: إن مسألة الولاية التكوينية من المسائل المتفق عليها بينناقي كونهاثابتة لهم عليهم السلام، اجوبة الشبهات البيروتيه، سوال نمبر۹

حضرت فاطمہ زہراؑ کا علم لدنی اور ولایت تکوینی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپایگانی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کائنات کی خواتین اور جنت کی خواتین کی سردار ہیں قرآن کے ہم پلہ ہیں اور مراتب اور درجات اور ولایت تکوینی اور علم لدنی کے اعتبار سے تمام معصومینؑ علیہم السلام کے مثل اور برابر ہیں۔۔

اوسیدةنساءالعالمین وسیدة نساءاهل الجنه است، وعدل قرآن مجیدودرمقامات ودرجات ولایت تکوینی وعلم لدنی باسایر معصومین علیهم السلام همانندوهمطرازاست

حواله: کتاب معارف دین جلد دوم،سوال نمبر 22، آیت الله العظمی لطف الله صافی گلپایگانی

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سید محمد صادق روحانی سے ایک استفتاء -

سوال آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی کے بارے میں جناب عالی کی کیا رائے ہے؟

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آئمہ علیہم السلام ولایت تکوینی رکھتے ہیں تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف دنیا کے ظاہری امور پر خداوند عالم سے جدا ہوئے بغیر انقیار رکھتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ امام علیہ السلام فقط ظواہر کے بارے میں باخبر ہیں لیکن ان امور میں دخالت اور تصرف نہیں کر سکتے؟

جواب بسمہ تعالیٰ، کوئی شک نہیں کہ چہاردہ معصومینؑ علیہم السلام کہ جن میں امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف بھی شامل ہیں، ولایت تکوینی رکھتے ہیں لیکن اس ولایت کو کس طرح اجراء اور نافذ کرتے ہیں اس کے بارے میں یا اللہ جانتا ہے یا یہ ہستیاں جانتی ہیں۔

حواله: پایگاه اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت الله العظمی روحانی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپائیگانی کا ولایت تکوینی پر موٴقف

احادیث و روایت متواترہ و کثیرہ جو سنی و شیعہ دونوں نے نقل کی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسو اللہ اور آئمہ اطہار اس ولایت (تکوینی و اذن الٰہی کے حامل ہیں اور خارق العادۃ امور کے تحت بہت سے مقامات پر ان کا کائنات میں تصرف کرنا تاریخ کے مسلم حقائق میں سے ہے اور اسکا انکار عقلمندانہ کام نہیں کیونکہ خدا کی جانب سے اس ولایت تکوینی کے عطا کرنے پر اعتراض، ایک بڑی گستاخی اور خلاف تسلیم کام ہے جو جہالت اور بے معرفتی کا عکاس ہے۔۔

حواله: ولایت تکوینی و ولایت تشریعی صفحه 99۔آیت الله شیخ لطف الله صافی گلپائیگانی

مخلوقات پر حضرات معصومینؑ کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی کا نظریہ

پس جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات پر معصومینؑ کی ولایت کے ہونے میں کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایجاد میں واسطہ ہیں اور وجود میں بھی اور یہی ہیں جو خلق کا سبب ہیں کیونکہ اگر یہ نہ

ہوتے تو تمام انسان بھی خلق نہ ہوتے۔ بحقیق یہ ان کے واسطے سے خلق ہوئے ہیں اور ان کا وجود انہی سے ہے اور یہی واسطہ فیض ہیں بلکہ خالق کے علاوہ باقی سب پر ان کی لیے ولایت تکوینی ہے اور یہ ولایت خلق پر خدا کی ولایت کے اسلوب سے ہے۔۔

حوالہ: مصباح الفقاهة - السيدالخوئي جلد 3 الصفحة 279

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق شیخ بہائی کا نظریہ

شیخ بہائی رسالہ قصیدہ وسيلة الفوز و الامان في مدح صاحب الزمان میں کہتے ہیں

امام زمانہ، اللہ کے خلیفہ اور کائنات عالم میں ہر شخص پر اللہ کا سایہ ہیں۔ کائنات کے علوم آپ کے پہلو میں اس طرح ہیں جس طرح چلو میں پانی ہوتا ہے۔ کائنات کا ہر نور آپ کی وجہ سے ہے اور کونین کو روشنی آپ ہی عطا کرتے ہیں۔ یہ وہ کریم ہیں جو ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں اور حتی کہ گونگے کو بولنے کی طاقت عطا کرتے ہیں۔

ولایت تکوینی کو مان کر ہی معصومینؑ کی شان میں غلو و تقصیر سے بچا جا سکتا ہے۔۔۔ آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی

ہم آئمہ معصومینؑ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں لیکن یہ ولایت خدا کی اذن سے ہے، کوئی بھی شیعہ عالم اور فقیہ ایسا نہیں ہے جو یہ بتائے کہ ہم مستقل طور پر (بغیر اذن و ارادہ خدا کے) آئمہ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں۔ دشمن جہالت، عناد اور شیعہ دشمنی میں شیعوں سے یہ نامناسب نسبت دیتا ہے لیکن ہم آئمہ اطہار (ع) کی ولایت تکوینی اور ان کے علم ماکان و مایکون کو قبول کرتے ہیں لیکن اذن خدا سے اور یہی درمیانی راستہ ہے۔

اسی درمیانی راستہ کو انتخاب کرنے کے بارے میں ہمارے آئمہ معصومینؑ نے بہت سفارش کی ہے، ہمیں اعتقاد میں معتدل ہونا چاہیئے نہ غلو کریں اور نہ تقصیر۔

حوالہ: درس خارج اصول فقہ میں 1993/07/09 کوحضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کاخطاب

اللہ کے اذن سے آئمہ معصومینؑ کے معجزات اور ولایت تکوینی

استفتاء آیت اللہ سید محمد صادق روحانی

استفتاء۔ کیا کوئی ایسی روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہو کہ آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے کسی امام نے مردے کو زندہ کیا ہو؟

جواب بسمہ تعالی، ایسی بے شمار روایات موجود ہیں جو آئمہ اطہار علیہم السلام سے بعض ایسے افعال کے صادر ہونے کو بیان کرتی ہیں جو امام کی ولایت تکوینی کے تقاضے کے مطابق ہیں ان افعال میں سے ایک فعل مردے کو زندہ کرنا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم افعال آئمہ اطہار علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں جیسے کہ امام رضا علیہ السلام کے فقط ایک اشارے سے تصویر میں بنے شیر کا زندہ شیر میں تبدیل ہو جانا۔ نقل ہوا ہے کہ ایک پردے پر چند شیروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں خلیفہ وقت جو کہ اہل بیت علیہم السلام کے مقام خلافت کو غصب کر کے تخت نشین تھا اس نے کچھ جادوگروں کو جمع کیا اور چاہتا تھا کہ جادوگر اپنے جادو سے کچھ ایسے افعال امام علیہ السلام کے ساتھ انجام دیں جس سے لوگوں کی نگاہ میں ان کی بے حرمتی ہو اور لوگوں کی نگاہوں سے ان کا مقام و مرتبہ گر جائے۔ امام رضاؑ کے ایک اشارے سے تصویر میں بنے ہوئے شیر اللہ کے اذن سے اصلی شیر میں تبدیل ہو گئے جنہوں نے جادوگروں پر حملہ کیا اور انہیں سب کی نگاہوں کے سامنے نگل گئے اور پھر دوبارہ اسی طرح سے شیر کی تصویر میں تبدیل ہو گئے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر آئمہ علیہم السلام سے ایسی ہی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ مزید مطالعہ کے لئے کتاب القطرہ یا اس کے ترجمہ کی طرف رجوع کریں۔

حواله: پایگاه اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت الله العظمی روحانی

چہاردہ معصومینؑ (ع) کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ محمد علی اراکی کا نظریہ

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے اور تمام امور کا قبض و بسط ان کے ہاتھوں میں اس طرح دے دیا ہے کہ تمام اشیاء پر انہیں قدرت عطا کر دی ہے اور کائنات کی ہر چیز پر انہیں تصرف عطا کر دیا ہے۔

یفعلون مایشاؤن ویحکمون مایریدون

آپ جو چاہتے ہیں انجام دیتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کا حکم دیتے ہیں۔

حواله: ولایت تکوینی چهارده معصومینؑ یادنامه آیت الله العظمی اراکی۔ آیت الله استاد رضا استادی صفحه۴۰۵ تا ۴۱۲

اب آخر میں علامہ مجلسی (رح) کا ولایت تکوینی پر۔ نظریہ پیش کر کے حاصل کلام پر تحریر کو ختم کرتا ہوں

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق علّامہ مجلسی کا نظریہ

آیت اللہ شہید دستغیب شیرازی اپنی کتاب ھشتاد و دو پرسش میں لکھتے ھیں کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں حضرت امیر المومنین (ع) سے متعلق ایک بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

امیر المومنین متفرق مقامات پر اپنے جسم اصلی ومادی سے نہیں گئے بلکہ اپنے جسم مثالی سے تمام مقامات پر حاضر ہوئے۔ جسم مثالی انتہائی لطیف ہوتا ہے اور شکل وصورت میں جسم مادی کی مکمل شبیہ ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں ارواح کا تعلق بھی اسی جسم مثالی سے ہوتا ہے اور ولایت کلیہ کے حامل حضرات کو اللہ تعالی نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بدن مثالی کے ساتھ مختلف مقامات پر حاضر ہوسکتے ہیں اور جس عمل کا ارادہ کریں اور جہاں ارادہ کریں اسے سرانجام دے سکتے ہیں۔۔"

حوالہ: هشتاد و دو پرسش، صفحه 87,86 آیت الله شهید دستغیب شیرازی جواب حاضر هـ ، صفحه 107,106

یہی اب فقہائے تشیع کے نظریات کا بیان روکتا ہوں ورنہ تحریر مزید طول پکڑ لے گی۔۔

آخر میں کچھ باتوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض حضرات ولایت تکوینی کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ معصومینؑ علیہم السلام سے خارق عادت فعل یا تو معجزے سے ہوتا ہے یا اس کے علاوہ دعا کی صورت میں صادر ہوتا ہے معصومؑ دعا کرتے ہیں تو خدا انکی دعا کو قبول کرتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا آیات قرآنی اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولایت تکوینی استجابت دعا کی ایک قسم نہیں بلکہ ولایت تکوینی اور مستجاب دعامیں فرق ہے یہ دونوں ایک نکتہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایک نکتہ میں جدا ہوتے ہیں۔ دونوں جس نکتہ میں جمع ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے اور دعا کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے لیکن جہاں ولایت تکوینی اور دعا ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی میں تصرف کرنے والی ذات خود وہ معصوم ہستی ہوتی ہے مگر اللہ کے اذن سے یعنی اس کی عطا کردہ قدرت کے ساتھ تصرف کرتی ہے جبکہ دعاء مستجاب میں تصرف کرنے والی ہستی معصوم نہیں ہوتی بلکہ تصرف خدا کرتا ہے معصوم فقط طلب کرتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ معصومینؑ علیہم السلام نے تکوینی تصرف نہ چیلنج کی صورت میں کیا نہ اپنے منصب کو ثابت کرنے کے لیے یعنی معجزہ دکھانا اور نہ ہی ہر جگہ دعا کا استعمال کیا اور اسی کو ولایت تکوینی کہتے ہیں۔

ولایت تکوینی سے قطعاً یہ بھی مراد نہیں کہ معصومینؑ علیہم السلام ہی اس وقت خلق کررہے ہیں وہی رزق دے رہے ہیں اور وہی مردہ کو زندہ کرتے ہیں، وہی زندوں کو موت دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اپنے اولیاء کو کائنات میں تکوینی تصرف کرنے کی قدرت دی ہے اور وہ تکوینی تصرف اور مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے

انھوں نے تکوینی تصرفات کیے بھی ہیں اور یہی عقیدہ آیات قرآنی واحادیث معصومینؑ ؑ اور علماء امامیہ کے اقوال و نظریات سے سمجھا گیا ہے اور اس عقیدے کا مالک مومن ہرگز مشرکانہ عقیدے کا حامل نہیں اور نہ ہی ایسا عقیدہ رکھنے سے انسان مفوضہ و شخیت میں سے شمار ہوتا ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا انسان ہی حقیقی موحد ہے جو توحیدِ افعالی کی بارکیوں کو سمجھتا ہے۔

والسلام، ابوعبداللہ

حنفی امامِ اعظم ابوحنیفہ پر اہل سنت فقہاء کا موقف

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم صل على محمد وال محمد وسلم تسليما كثيراً كثيراً كثيراً وعجل فرجهم في عافية مني واهلك اعدائهم الى قيام يوم الدين
اللهم صل على فاطمة وابيها وبعلها وبينها والسر المستودع فيها بعدد ما احاط به علمك لعن الله ظالميك سيدتي وعذبهم عذاباً شديداً

آج کی تحریر کو آپ اسی کا تسلسل سمجھ سکتے ہیں جو میں نے بریلویت میں پنپتی وہابیت کے رد میں جواباً ملعون پیر مظفر حسین شاہ قادری پر لکھی تھی۔ جو تائید معصومینؑ علیہم السلام کی برکت سے مومنین و مومنات میں کافی زیادہ مقبول رہی۔۔ شکرِ مولاؑ نوکری قبول ہوئی۔۔

"میری خواہش ہوگی کہ تحریر کو آخر تک ضرور پڑھیں کیونکہ جو نتیجہ مجھے آخرِ کلام میں دینا ہے اسے آپ قبول کر سکیں۔۔۔ جو کہ انتہائی اہم ہے۔۔ "

البتہ تمہید کو طویل نہیں ہونے دوں گا۔۔ بے فکر رہیں بس جلدی جلدی کچھ گزارشات پیش کر کے اصل عنوان پر آتا ہوں۔۔

ہوا یہ کہ ایک ایسی جگہ مجھے مدعو کیا گیا جہاں پروگرام تو اتحاد بین المسلمین کے عنوان پر تھا لیکن وہاں کی جانے والی تمام گفتگو ڈھکے چھپے انداز میں مکمل طور پر شیعہ دشمنی پر مبنی تھی۔

کیونکہ میں شدید تقیہ کی حالت میں شریک ہوا تھا تو اپنے معروضات کو اس انداز میں پیش کیا کہ مکتبِ اہل بیت کا دفاع بھی ہو جائے اور اتحادی لولی پاپ بھی چوستی محسوس ہو۔۔

المختصر کے اس بار ان لوگوں نے توہین امامت کرتے ہوئے حدیں پار کر دیں اور ایسے شاطرانہ انداز میں کہ کوئی اعتراض بھی اٹھا نہ سکے۔

یعنی حنفیوں کے امامِ اعظم ابوحنیفہ کہ جسے دیوبندی و بریلوی دونوں ایسے پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ قیاسی امام پیدا نہ ہوتا تو معاذاللہ شریعتِ محمدی ﷺ کا خاتمہ ہو جاتا۔۔۔ استغفراللہ۔۔ نقل کفر۔۔ کفر نباشد

چلیں جی اب کچھ معروضات جو اس محفل میں پیش کیے گئے تھے اسی کو مزید جامع انداز میں غیر متعصب اذہان کو ہدیہ کرنے جارہا ہوں تا کہ اہلِ حق کے معصوم آئمہ علیہم السلام کے مقابلے میں جسے یہ امامِ اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں یعنی نعمان بن ثابت المعروف امام ابوحنیفہ کے فضائل ان محدثینِ اہل سنت کی زبانی پیش کروں جن کی لکھی ہوئی کتابوں کو یہ قرآن کے بعد سب سے صحیح مانتے ہیں اور بعد از کتاب باری، صحیح بخاری صحیح بخاری جیسے نعرے بلند کرتے ہیں۔

اچھا ہاں ایک بات اور اس تحریر میں کچھ ایسے فتوے بھی ذکر کروں گا جو انتہائی شرمناک ہیں تو گزارش ہے کہ اس تحریر کو سمجھ کر ملاحظہ فرمائیں۔ PG 18

انشاءاللہ اس تحریر سے قارئین پر ابو حنیفہ کا اصل چہرہ بھی بے نقاب ہو گا اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ آخر "امام" کا منصوص من اللہ ہونا اور معصوم ہونا کیوں ضروری ہے۔۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔یا مولاتي يا فاطمة أغيثيني بحق مظلوميتك أغيثيني

تو جناب سب سے پہلے آپ سب کے سامنے پیش خدمت ہے مبینہ امامِ اعظم ابو حنیفہ کے متعلق ان محدثین و فقہاء کی رائے جن کی کتابوں کو قرآن کے بعد سب سے صحیح بھی مانا جاتا ہے۔۔ تو سب سے پہلے بخاری صاحب۔۔

۱ - امام بخاری کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق:

علم اسماء الرجال و راویانِ حدیث کی سوانحِ عمری اور تاریخ پر لکھی گئی امام بخاری کی تصنیف "کتاب الضعفاء والمتروکین" یعنی ضعیف اور متروک راویان حدیث کی کتاب کہ جس میں امام بخاری نے مبینہ امامِ اعظم المعروف ابو حنیفہ کو شامل کر کے تاقیامت ابو حنیفہ کے متعلق اپنا نظریہ محفوظ کر دیا۔۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، فقال في كتابه «الضعفاء والمتروكين»: أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي، قال نعيم بن حماد: حدثنا يحيى بن سعيد ومعاذ بن معاذ: سمعنا سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة من الكفر مرتين۔

ترجمہ: امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے بارے میں کہتے ہیں سفیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ۳ بار کفر سے توبہ کی۔

حواله : الإمام البخاري وفقه أهل العراق، الصفحة ٦٦

تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری میں عبارت ملاحظہ فرمائیں :

حدثنا نعيم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال كنت عند سفيان فنعى النعمان فقال الحمد الله كان نيقص الاسلام عروة عروة ما ولد فى الاسلام اشام منه

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہا میں سفیان ثوری کے پاس تھا تو ان کے ہاں ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا الحمد اللہ اچھا ہوا مر گیا ابو حنیفہ تو اسلام کی تمام کڑیوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا اسلام میں اس سے زیادہ منحوس کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

نوٹ: کتاب کے محقق نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

حواله : تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری، باب نون، صفحه 113 - 114، طبع مكتبه اسلاميه پاكستان

-تاریخ الکبیر البخاری میں یوں درج ہے :

قال امام بخاری ابو حنیفة كان مرجئا سكتوا عنه وعن رايه وعن حديثه

ترجمہ: امام بخاری نے کہا کہ ابو حنیفہ مرجیہ تھا اور محدثین نے اس سے حدیث لینے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اسی طرح اس کی رائے سے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔

حوالہ : تاریخ الکبیر البخاری، جلد 8، صفحہ81

-جزالقراۃ میں بھی یوں بیان موجود ہے:

قال امام بخاری ويزعم ان الخنزيز البرى لاباس به ويرى السيف على الامة ويزعم ان امرالله قبل ومن بعد مخلوق فلا يرى الصلوة فجعلتم هذا واشباهه اتفاقا

ترجمہ: امام المحدثین امام بخاری نے کہا اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ جنگلی سور کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور امت محمدیہ سے قتال اور انہیں قتل کرنا جائز ہے اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ کا حکم من قبل و من یعنی کلام مخلوق ہے (نعوذباللہ) اور نماز کو دین نہیں سمجھتا تو ان جیسی چیزوں پر اتفاق کر کے فقیہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

حوالہ : جزالقراۃ البخاری، صفحہ 89

اب آگے بڑھتے ہوئے امام مالک کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے جانتے ہیں۔۔

-جامع بیان میں امام عبدالبر لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ وَضَّاح، وَسَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرِ الْأَيْلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ نِزَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: لَوْ خَرَجَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالسَّيْفِ كَانَ أَيْسَرَ عَلَيْهِمْ مِمَّا أَظْهَرَ فِيهِمْ مِنَ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: اگر ابو حنیفہ اس امت کے خلاف تلوار لے کر نکل جاتا تو اس سے مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اس کے قیاس ورائے سے پہنچا ہے۔

امام عبدالبر مزید رقم کرتے ہیں :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سُفْيَانَ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، وَوَهْبُ بْنُ مَسَرَّةَ قَالَا: نا ابْنُ وَضَّاح، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْأَيْلِيُّ قَالَ: أنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقُرَشِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَا زَالَ هَذَا الْأَمْرُ مُعْتَدِلًا حَتَّى نَشَأَ أَبُو حَنِيفَةَ فَأَخَذَ فِيهِمْ بِالْقِيَاسِ فَمَا أَفْلَحَ وَلَا أَنْجَحَ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: یہ معاملہ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن جب ابو حنیفہ آیا تو اس نے قیاس آرائی شروع کر دی اور خائب و خاسر ہوئے۔
نوٹ: محقق نے دونوں کی سند حسن لکھی ہے۔

حواله : جامع بیان العلم وفضله، ابن عبد البر، جلد 2، صفحه 239، طبع دار ابن جوزی۔

-حلیۃ الاولیاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

وبسنده عن عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدّثنا منصور بن أبي مزاحم قال : سمعت مالك بن أنس . وذكر أبا حنيفة . فقال : كاد الدين ، كاد الدين وفي الحديث الذي بعده قال في آخره : ومن كاد الدين فليس له دين

ترجمہ: امام مالک نے ابو حنیفہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص دین کے ساتھ دھوکہ کرتا تھا اور جو دین کے ساتھ دھوکہ کرے وہ دیندار کبھی نہیں ہو سکتا۔

حواله : حلیته الاولیاء، جلد ۳، صفحه ۱۱۲

-خطیب بغدادی اور دوسری سند سے امام ابن عدی لکھتے ہیں:

وقال جعفر حدثنا الحسن بن علي الحلواني قال سمعت مطرفا يقول سمعت مالكا يقول الداء العضال الهلاك في الدين وأبو حنيفة من الداء

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: دین میں ہلاکت بہت بڑی بیماری ہے اور ابو حنیفہ اسی بیماری کا نام ہے!
نوٹ: بشار عواد نے اس کی سند صحیح قرار دیا ہے۔

حواله : تاریخ بغداد، ۵۵۲/۱۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ،۲۳۷/۸

-اب امام حاتم رازی کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا ابی حدثنا ابن ابی سریح قال سمت الشافعی یقول سمعت مالک بن انس وقیل له تصرف ابا حنیفة؟ فقال نعم، ماطکم یرجل لو قال هذه الساریة من ذهب لقام دونها حتی یجعلها من ذهب ، وهی من خشب او حجارة قال ابو محمد یضی انه کان یثبت علی الخطا ویحتج دونه ولا یرجع الی الصواب اذابان له (اسنادصحیح)

ترجمہ: امام شافعی نے کہا کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ابو حنیفہ کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہے اور اس کو ثابت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کو سونے کا کر دکھائے گا اگرچہ وہ ستون لکڑی کا ہو یا پتھر کا، محمد ابن ابی حاتم نے کہا کہ

امام مالک کی مراد یہ تھی کہ بے شک ابو حنیفہ غلطی پر ڈٹے رہتا تھا اور اس پر دلیلیں دیتا رہتا تھا اور صحیح بات ابو حنیفہ کے سامنے ظاہر ہو جاتی تو اس کی طرف نہ لوٹتا تھا۔

حواله : آداب و مناقب الشافعي، صفحه 210؛ خطيب في تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 421

۳ - چلیں جی اب ذرا امام بخاری و مسلم کے بھی استاد امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی رائے بھی دیکھ لیتے ہیں احناف کے امام اعظم کے بارے میں

امام ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں ابو حنیفہ نے احادیث رسول اللہ کی مخالفت کی ہے اور اپنی رائے سے ان احادیث مبارکہ کو رد کر دیا ہے۔

امام ابو بکر ابی شیبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے کہ عمامہ پر مسح جائز نہیں

حواله : مصنف ابن ابی شیبه، جلد 9، صفحه 36

آگے لکھتے ہیں۔۔۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ نے پانچ رکعت پر سجدہ سہوا کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے پوری نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

حواله : مصنف ابی شیبه، جلد 9، صفحه 37

ایک اور جگہ امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ہے وتر سنت ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے وتر فرض ہے

حواله : مصنف ابن ابی شیبه، جلد 9، صفحه 173

المختصر کہ۔۔ ابو حنیفہ نے جن ایک سو پچیس حدیث مبارکہ کی خلاف ورزی کی ہے اس کی مکمّل داستان کے لیے مصنف ابن ابی شیبہ کی جلد 9 کے چھتیسویں صفحے سے 253 صفحات تک ابو حنیفہ کے متعلق امام ابن ابی شیبہ کی J I T رپورٹ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

چلیں اب جلدی جلدی آگے چلتے ہیں، تحریر طویل ہوتی جا رہی ہے اور اب فقط ایک ایک قول ایک ایک اہل سنت امام سے۔۔

۴ - امام شافعی کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

فحدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال سمعت الشافعي يقول قال لي محمد بن الحسن: أيهما أعلم صاحبنا أم صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة ومالك بن أنس - قلت: على الانصاف؟ قال: نعم۔ قلت: فأنشدك الله من أعلم بالقرآن - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم - يعنى ماكا۔ قلت فمن أعلم بالسُّنة - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: اللهم صاحبكم، قلت: فأنشدك الله من أعلم بأقاويل أصحاب رسول الله صلى الله عليه

وسلم والمتقدمين - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، قال الشافعي: فقلت: لم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء فمن لم يعرف الاصول فعلى أي شئ يقيس؟

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن الحسن نے کہا: کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ میں سے زیادہ عالم کون ہیں؟

امام شافعی نے فرمایا: کیا انصاف کے ساتھ بتلا دوں؟

محمد بن حسن نے کہا: جی ہاں۔

امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے کہا اللہ کے واسطے بتاؤ قران کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟؟

محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک قران کے زیادہ عالم تھے۔

اس کے بعد امام شافعی نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ حدیث کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟؟

محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک حدیث کے زیادہ عالم تھے۔

اس کے بعد امام شافعی نے کہا کہ اب باقی بچا قیاس تو قیاس انہیں قرآن و حدیث ہی پر ہوتا ہے پس جو شخص اصول یعنی قران و حدیث سے ناواقف ہو وہ قیاس کس پر کرے گا؟

نوٹ: امام ذھبی نے اعلام نبلاء میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے

حوالہ : الجرح و التعدیل، ۴/۱

۵ - امام احمد بن حنبل کی رائے ابو حنیفہ کے بارے میں

أَخْبَرَنِي ابن رزق، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَد بن سلمان الفقيه المعروف بالنجاد، قَالَ: حَدَّثَنَا عبد الله بن أَحْمَد بن حنبل، قَال: حَدَّثَنَا مهنى بن يحيى، قال: سمعت أَحْمَد بن حنبل، يقول: ما قول أبي حنيفة والبعر عندي إلا سواء

ترجمہ: احمد بن حنبل نے فرمایا: میرے نزدیک جانوروں کی گندگی اور ابو حنیفہ کا قول یکساں ہے۔

نوٹ: امام ذھبی اور بشار عواد کے نزدیک سند صحیح ہے۔

حوالہ : تاریخ بغداد، جلد ۱۵، صفحہ ۵٦۹

٦ - شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہ کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

حدثني محمد بن عبد العزيز بن أبي رزمة قال سمعتُ أبي يقول كنا عند حماد بن سلمة فذكروا مسألة فقيل أبو حنيفة يقول بها فقال هذا والله قول ذاك المارق۔(اسناده صحيح)

ترجمہ: امام عبدالعزیز بن ابی رزمہ نے کہا ہم امام حماد بن سلمہ کے پاس تھے پس انھوں نے ایک مسئلہ ذکر کیا تو کہا گیا ابو حنیفہ یہ مسئلہ بیان کرتا ہے تو حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ مسئلہ اس خارجی ابو حنیفہ کی بات ہے۔

حوالہ : كتاب السنة، جلد 1، صفحه 211

۷ - امام حماد بن زید کا ابو حنیفہ کے متعلق بیان

حدثني أبو معمر عن إسحاق بن عيسى الطباع قال سألت حماد بن زيد عن أبي حنيفة فقال إنما ذاك يعرف بالخصومة في الارجاء۔ (اسناده صحيح)

ترجمہ: اسحاق بن عیسی الطباع نے کہا میں نے امام حماد بن زید سے ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ صرف ارجاء میں جھگڑا کرنے میں معروف تھا۔

حوالہ : كتاب السنة، جلد 1، صفحه 203

۸ - شیخ الاسلام امام ابو اسحاق الفزاری اور ابو حنیفہ

حدثني محمد بن هارون حدثنا أبو صالح قال سمعت الفزاري وحدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال كان أبو حنيفة يقول إيمان إبليس وإيمان أبي بكر الصديق رضي الله عنه واحد قال أبو بكر يا رب وقال إبليس يا رب۔ (اسناد ہ صحيح)

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہا کہ ابو حنیفہ کہتا تھا ابلیس کا ایمان اور ابو بکر صدیق کا ایمان ایک برابر ہے (نعوذ باللہ) ابو بکر صدیقؓ یارب کہتا ہے اور ابلیس بھی یارب کہتا ہے۔

حوالہ : خطيب في تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 376

۹ - شیخ الاسلام امام اوزاعی کی ابو حنیفہ کے متعلق رائے

حدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن سلمة بن كلثوم عن الاوزاعي أنه لما مات أبو حنيفة قال الحمد لله الذي أماته فإنه كان ينقض عرى الاسلام عروة عروة۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: امام اوزاعی نے ابو حنیفہ کی وفات کے وقت کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس شخص کو فوت کر دیا یقینا ابو حنیفہ اسلام کے حلقوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا۔

حوالہ : كتاب السنة، جلد اول، صفحه 207؛ اخرجه خطيب في تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 418

۱۰ – امام ابو بکر بن عیاش کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثني هارون بن سفيان حدثني أسود بن سالم قال كنت مع أبي بكر بن عياش في مسجد بني أسيد مما يلي القبلة فسأله رجل من مسألة فقال رجل قال أبو حنيفة كذا وكذا فقال أبو بكر بن عياش سود الله وجه أبي حنيفة ووجه من يقول بهذا۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: اسود بن سالم نے کہا میں امام ابو بکر بن عیاش کے ساتھ بنی اسید کی مسجد میں تھا پس ایک آدمی نے مسئلے کے بارے میں ان سے پوچھا پس اس آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہ ایسے ایسے کہتا ہے (اس مسئلے میں) تو امام ابو بکر بن عیاش نے کہا اللہ ابو حنیفہ کا چہرہ سیاہ کرے۔ اور اس شخص کا چہرہ جو اس کے ساتھ کہتا ہے (یعنی ابو حنیفہ کے اس مسئلے کے مطابق)

حوالہ : تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 435 بسلسلہ صحیح عن عباس بن صالح عن اسود بیحوہ

۱۱ – امام ابو ایوب سختیانی کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثنا ابوبكر خلاد قال سمعت عبد الرحمن بن مهدى قال سمعت حماد بن زيد يقول سمعت ايوب يقول ، وذكر ابا حنيفة ، فقال (يريدون ان يطفو انور الله بافواهم ويابى الله الا ان يثم نوره ولو كره الكافرون ۔ (اسناد ہ صحيح)

ترجمہ: امام حماد بن زید نے کہا کہ میں نے امام ایوب سختیانی سے سنا جب کہ ابو حنیفہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو اس وقت امام ایوب نے یہ آیت پڑھی: "یہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کا نور (اسلام) بجھا دیں۔ اللہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ اپنا نور پورا کر دے اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی بھی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حوالہ : کتاب الصفا الکبیر، جلد 4، صفحہ 280

۱۲ –اب میرے بارہ امامی ہونے پر یہ بارہویں عبارت خود ابو حنیفہ کی زبانی اس کا موقف پیش خدمت ہے۔

امام ترمذی نے علل الترمذی الکبیر کی جلد ا کے صفحہ ۳۸۸ جو طبع عالم الکتب، مكتبة النهضة العربية، بیروت ہے اس میں ابو حنیفہ کا اپنے بارے میں قول لکھا ہے کہ ۔۔

سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ غَيْلَانَ , يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمُقْرِيَّ ,يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ , يَقُولُ: عَامَّةُ مَا أُحَدِّثُكُمْ خَطَأٌ۔

ترجمہ: مقری کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو حنیفہ کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں جو باتیں بھی تمہیں بتاتا ہوں وہ عام طور سے غلط ہی ہوتی ہیں۔

نوٹ: یہاں حجت تمام کرنے کے لیے اس قول کے راویان کا بیان ضروری ہے

اس کا پہلا راوی المقری ہے جس کے بارے میں علامہ ذھبی نے کہا کہ یہ امام، عالم، حافظ، محدث اور حجت ہیں :

المقرئ (ع) الإمام العالم الحافظ المقرئ المحدث الحجة

اسی قول کا دوسرا راوی محمود بن غیلان ہے یہ صحیح بخاری و مسلم کا راوی ہے اور امام ذھبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امام، حافظ اور حجت ہیں

عربی متن : محمود بن غيلان (خ ، م ، ت ، س ، ق) الإمام الحافظ الحجة أبو أحمد ، العدوي ، مولاهم المروزي ، من أئمة الأثر

تو جناب دیکھا آپ قارئین نے یہ دیوبندی و بریلوی علماء جس شخص کو امامِ اعظم سے پکارتے ہیں یعنی ابو حنیفہ صاحب جن کا اصلی نام نعمان بن ثابت تھا وہ کس قدر نالائق اور دین میں جھوٹ ڈالنے والے انسان تھے۔

اب کچھ desert کے طور پر کچھ ان کے فتوے بھی بیان کر دوں کہ ان کے ماننے والوں کو مزید سہولیات فراہم ہو سکیں۔

۱ - محارم کے ساتھ شادی پر حنفی امامِ اعظم ابو حنیفہ کی سہولت کاری

ابو حنیفہ کا دیوبندی و بریلوی حضرات کے لیے سستہ ٹکا پیکج ملاحظہ فرمائیں:

وقال أبو حنيفة : لا حد عليه فى ذلک كله ولا حد على من تزوج أمه التى ولدته وابنته ـ وأخته ـ وجدته ـ وعمته ـ وخالته ـ وبنت أخيه ـ وبنت أخته عالما بقرابتهن منه عالما بتحريمهن عليه

ترجمہ: اس پر کوئی حد جاری نہیں ہو گی جو شخص اپنی والدہ جس نے اسے پیدا کیا اس سے شادی کرے اسی طرح بیٹی بہن وغیرہ سے بھی شادی کرے تو کوئی حد نہیں۔ اگرچہ اس نزدیکی سے آگاہ ہو اور حرمت سے بھی آگاہ ہو۔

حواله : المحلى، ابن حزم، جلد ۱۱، صفحه ۲۵۳، ناشر دار الفكر

ھاھاھاھاھا۔۔۔ نکاح متعہ پر بکواس کرنے والے تمام غیر حلالی حنفی مُلا اب آرام سے اپنی ماں بہن بیٹی خالہ پھوپھی دادی نانی سب سے منہ کالا کر سکتے ہیں نو پرابلم۔۔

رکیں جناب بس ایک دو اور فتوائی پھکیاں پھر تحریر کا اختتام۔۔

اوپر بیان کیا ہوا ابو حنیفہ کا عظیم الشان Taboo فتوے کا دوسرا حوالہ۔۔۔

إذا نكح محارمه أو الخامسة أو أخت امرأته فوطئها لا حد عليه عند أبى حنيفة وان علم بالحرمة

حواله : كتاب بدائع الصنائع، أبو بكر الكاشاني، جلد ۷، صفحه ۳۵، المكتبة الحبيبية

2- ہیرا منڈی کے لیے ابو حنیفہ کی بمپر آفر۔۔

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: قَدْ ذَهَبَ إلَى هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ وَلَمْ يَرَ الزِّنَى، إلَّا مَا كَانَ مُطَارَفَةً، وَأَمَّا مَا كَانَ فِيهِ عَطَاءٌ أَوْ اسْتِئْجَارٌ فَلَيْسَ زِنًى وَلَا حَدَّ فِيهِ

ترجمہ: اگر عورت کو کرایہ پر لو اور زنا کرو تو اس پر زنا کی حد جاری نہیں ہو گی کیونکہ یہ عمل زنا میں حساب نہیں ہوتا۔۔۔

حواله : المحلى بالآثار۔ جلد 12، صفحه 196۔ طبع دار الكتب العلمية

ہاں جی نکاح متعہ کے حرام کرنے والے مفتیان۔۔ کچھ کہنا ہے؟؟

3- جانوروں، میت اور نابالغ بچوں سے بد فعلی کے لیے ابو حنیفہ کی جانب سے کھلی چھٹی۔۔

اگر چوپائے جانور میں دخول کرلے، مردے یا ایسی چھوٹی بچی جس کے مثل ایسی چھوٹی لڑکیوں کہ جس سے مجامعت نہیں کیا کرتے تو بغیر اِنزال کے غسل واجب نہیں ہو گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس بچی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جائیں تو وہ مجامعت کے قابل ہے۔۔ اور اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو تو مرد پر غسل واجب ہو گا اور اس لڑکی پر واجب نہ ہو گا۔

حواله : فتاویٰ ہندیه المعروف فتاویٰ عالمگیریه، کتاب الطهارة جلد ۱، صفحه ۲۰۵، ناشر مکتبه رحمانیه اردو بازار لاہور۔

دل تو کر رہا ہے مزید فتووں کی پھکیاں دیتا چلا جاؤں لیکن تحریر یقیناً انتہائی طویل ہو چکی تو حنفی حضرات کو اب یہاں بخش رہا ہوں اس امید پر کہ مذہبِ حق یعنی مکتبِ تشیع پر بھونکنا بند کر دیں اور یہ جو شیعوں کے خلاف اتحاد بنایا ہوا ہے اس سے باز آ جائیں ورنہ تمہارے چہرے کو ایسا بے نقاب کیا جائے گا کہ اپنا چہرہ اپنے بچوں کو بھی دکھا نہیں پاؤ گے۔۔۔

آخرِ کلام میں ایک گزارش اپنے شیعہ مومنین و مومنات سے اور وہ یہ کہ قطعاً کبھی بھی اس ابو حنیفہ نامی شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد پیش کر کے مخالفین پر فخر کا اظہار مت کیجئے کیونکہ ایسے شخص کو امام جعفر صادق علیہ السلام کا شاگرد گردانا صریحاً توہینِ معصوم ہے۔۔

یہ ناصبی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر اس شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد کہا جائے گا تو اس کے بیان کیے ہوئے غلیظ ترین نظریات و فتاویٰ کو اہل بیت سے شیلٹر ملے گا جو اس کے جرائم کو چھپانے کے لئے کافی ہو گا۔۔ کیونکہ شاگرد ہمیشہ استاد کے عکاس ہوتے ہیں۔۔۔ ہوشیار رہیں مومنین!!

والسلام، ابوعبداللہ

حروفِ مقطعات کیا ہیں اور ان کے کیا معنی ہیں؟

اس سوال کا جواب دینا واقعاً محال ہے کیونکہ یہ حروف اسرارِ خداوندی ہیں جس کا علم یا تو خدا کو ہے یا اس کی حجتوں کو۔

مختصر یہی بیان ہو سکتا ہے کہ ان حروف سے قرآن مجید کی 29 سوروں کا آغاز کیا گیا ہے اور ان حروف کی مجموعی تعداد 78 ہے۔

قرآنیات کے محققین کے مطابق ان حروف کا ایک راز یہ بھی ہے کہ جس سورہ کا آغاز ان حروف مقطعات سے ہوتا ہے اس سورہ کے اکثر الفاظ انہی حروف سے مل کر بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر "ق" اور "ح م ع س ق (حم عسق) حروف کو دیکھا جائے تو ان سورہ کے ناموں میں یہی الفاظ 57 بار استعمال ہوئے ہیں۔

کچھ حروف کی تشریح معصومینؑ علیہم السلام سے بھی ملتی ہے۔

صادقِ آلِ محمد (ع) ارشاد فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی "ال م (اَلم)" کے معنی انا اللہ الملک ہے لیکن سورہ آل عمران کے ابتدائی الم کے معنی انا اللہ المجید ہے۔

ایک خوبصورت نقطہ ضرور بیان کرتا چلوں کہ 78 حروفِ مقطعات میں سے اگر تکراری حروف کو نکال دیں تو یہ 14 حروف بنتے ہیں یعنی ا ح ر س ص ط ع ق ک ل م ن ہ ی۔۔

یعنی 14 معصومینؑ علیہم السلام سے تشبیہ بنتی ہے اور ان بکھرے حروف کو سمیٹ کر اگر جملے میں ڈھالا جائے تو یہ فقرہ بنتا ہے:

"صراط علی حق نمسکه"

ترجمہ: علیؑ کا راستہ حق ہے اور ہم اس سے متمسک ہیں۔

جواب از، ابو عبداللہ

افسانہ بناتِ رسول ﷺ اور ذوالنورین کا تحقیقی آپریشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔ درود و سلام بر محمد و آل محمد علیہم السلام

تو بناتِ الرسول یعنی نبی ﷺ کی بیٹیوں پر تحریر لکھنے کا وعدہ تھا جو پورا کرنے جا رہا ہوں۔۔
یہ میرے لیے ایسا موضوع ہے جس پر بفضلِ ابو الفضل میں پوری کتاب ترتیب دے سکتا ہوں، لیکن میرا مزاج آپ سب احباب جانتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحریر مختصر و جامع ہو اور ٹو دا پوائنٹ اپنا مدعا آزاد ذہنوں کو ہدیہ کر سکوں تا کہ سمجھنے میں اور جذب کرنے میں آسانی ہو سکے۔

تو یہاں بھی اسی عمل کی کوشش کرتے ہوئے اپنے قلم کو دفاع اہل بیت میں استعمال کر کے اپنی قبر کا سامان مہیا کروں گا۔
آپ حضرات جانتے ہیں کہ دشمنانِ رسول و آل رسول کی جانب سے معاویہ بن ابوسفیان کے نجس دور سے اب تک یہی کوشش جاری ہے کہ کسی بھی طرح سے ان اشخاص کی شان بڑھا کر جنہیں مبینہ اصحاب سے تعبیر کرایا جاتا ہے شانِ صحابہ کا نام دے کر اہل بیتؑ اور اصحاب کو ایک ہی فضائل کی لڑی میں پرو دیا جائے جبکہ یہ گھناؤنے کام فقط اہل بیتؑ تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ رسول پاک کی ذات کو بھی مسخ کرنے کی کوششیں جاری رہیں اور اب تک جاری ہیں۔

اسی گھناؤنی سازش کا ایک عنوان "بناتِ رسول" کو تاریخ کے تاریکی پنوں میں گڑھا گیا تا کہ اپنے مبینہ صحابی عثمان بن عفان کی شان کو بلند کیا جا سکے چاہے اس عمل سے ذات نبی ہی کیوں نہ مجروح ہو جائے کہ معاذاللہ جو بت پرستی کو ختم کرنے آیا تھا اسی نے اپنی مبینہ بیٹیوں کی شادی بت پرستوں میں کر دی۔۔ اللہ اکبر۔۔

اسی عقیدے کے کچھ نام نہاد محقق شیعوں میں بھی موجود ہیں جو علماء تشیع کی بیان کی گئی روایات کو فقط متن سے ترجمہ کر کے اور رجال سے پرکھ کر اور وہ بھی ان رجالی کتب سے جو کہ خود مجتہدین نے لکھی ہیں عوام کو یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ رسول اللہ کی 4 بیٹیاں تھیں اور اس معاملے میں اہل سنت درست ہیں جبکہ حاضر اور قدیم میں جید علماء تشیع و مجتہدین کا قطعاً یہ نظریہ نہیں۔۔

ایسے نام نہاد کو چک محققین میں آج کل سید علی اصدق نقوی نامی ایک صاحب ہیں جنہیں شاید علوم دینیہ میں فقط سطحی و اصطلاحی علم حاصل ہے اور یہ اپنی ناقص تحقیق پیش کر کے ملت کے جوانوں کو اہل سنت عقائد کی طرف دھکیل رہے ہیں

اور کچھ مخصوص نادان مومنین ان کی ناقص تحقیق سے متاثر ہو کر ہر اس شخص کے خلاف محاذ کھول دیتے ہیں جو حقیقی معنوں میں عقائد و نظریاتِ تشیع کا دفاع کرتا ہے۔

اب تمہید بہت طویل ہو رہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔۔

میں اس تحریر کے پہلے حصے میں اہل سنت کو جواب دوں گا اور آخر میں ان محققِ عالی کو جو اپنا عقیدہ اہل سنت کی جانب پھیر چکے ہیں۔ لبیک یا زہراء (س)

اہل سنت کو رسول اللہ ﷺ سے منسوب بیٹیوں پر قرآن سے جواب

ایک اہم نقطہ جس کا تذکرہ میں نے اپنی تمہید میں پیش کیا کہ افسانہ ءبناتِ رسول گھڑنے کا اصل ہدف و فائدہ دراصل بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان رشتہ داری ثابت کر کے مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کو رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی نسبت دے کر اس کی شان کو بلند کرانے کی کوشش تھی۔

اس بات کو دہان میں رکھ کر اب آپ قرآن مجید اور اہل سنت تفاسیر کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔۔

دلیل نمبر 01: رسول خدا ﷺ کی فقط ایک بیٹی ہونے کا تذکرہ تفسیر در منثور میں

اہل سنت کے عظیم مفسرِ قرآن امام جلال الدین سیوطی اپنی قرآنی تفسیر، تفسیر الدر المنثور کہ جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں سورہ رعد کی آیت 29 کی تفسیر میں لکھتے ہیں

نوٹ: یاد رہے کہ امام سیوطی اپنی اس مایہ ناز تفسیر میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع کیا ہے۔ وہ اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث و آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا۔

"امام ابن حاتم نے حضرت فرقد السنجی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی طرف انجیل میں وحی فرمائی کہ اے عیسیٰؑ تم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے کہو کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر جو امی نبی ہے جس نے آخر زمانہ میں جلوہ فرما ہونا ہے پس تم اس کی تصدیق کرو اور اس کی اتباع کرو، اونٹ والے ہیں، زرہ والے، لاٹھی والے اور تاج والے ہیں جو موٹی آنکھوں والے ہیں جن کے ابرو ملے ہوئے ہیں۔ چادر والے ہیں اس کی مبارک نسل المبارکہ سے یعنی حضرت خدیجہ سے ہے۔۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے عیسیٰ! خدیجہ کا ایک محل ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی اذیت ناک بات سنی جاتی ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ ہے، اس کی بیٹی فاطمہؑ ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں، وہ دونوں شہید ہوں گے، یعنی الحسنؑ اور الحسینؑ۔"

حوالہ : تفسیر در منثور، جلد 4، صفحہ 165، تفسیر آیت 29، سورۃ الرعد

تو احباب آپ نے امام سیوطی کی تفسیر کا حوالہ ملاحظہ فرمایا کہ جس میں اللہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم پر رسول اللہ کی ولادت سے کئی سو سال پہلے وحی فرما کر بتادیا کہ رسول اللہ حضرت محمد ابن عبداللہ ﷺ کی ان کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ (س) سے فقط ایک ہی بیٹی ہوگی جن کا نام فاطمہؑ ہوگا اور اس بیٹی سے دو بیٹے ہونگے حسنؑ اور حسینؑ جو شہید کئے جائیں گے۔

اب مجھے میرے اہل سنت بھائی جواب دیں کہ آپ کی انتہائی معتبر تفسیر میں امام سیوطی ایسی حدیث پیش کر رہے کہ جس میں اللہ کی جانب سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فقط ایک ہی بیٹی ہیں تو اگر 3 بیٹیاں اور تھیں تو اللہ نے لگ بھگ 400 سو سال پہلے عیسیٰؑ پر وحی کر کے ان کے بھی نام کیوں نہ بتائے ؟؟

کیا آپ معاذاللہ ثم معاذاللہ اپنے رب سے زیادہ علم رکھتے ہیں کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ 4 بیٹیاں تھیں اور اللہ کو معاذاللہ اس کا علم نہیں تھا۔

اب اگر آپ نہیں مانتے تو آپ کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو وحی کا انکار کرے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے ؟

دلیل نمبر 2: جس کا دین پسند ہو اسے رشتہ دو۔۔۔ حکم قرآن و رسول اللہ

سورہ بقرہ کی آیت 221 ملاحظہ فرمائیں

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَـٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

خبردار مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرنا جب تک ایمان نہ لے آئیں کہ ایک مومن کنیز مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو اور مشرکین کو بھی لڑکیاں نہ دینا جب تک مسلمان نہ ہو جائیں کہ مسلمان غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ یہ مشرکین تمہیں جہّنم کی دعوت دیتے ہیں اور خدا اپنے حکم سے جنّت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو واضح کرکے بیان کرتا ہے کہ شاید یہ لوگ سمجھ سکیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس پر اُمت کے لیے رسول اکرم ک ﷺ ا حکم کیا ہے۔

جامع ترمذی اور مشکوۃ شریف میں حدیثِ صحیح موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوّجوه ان لاتفعلو تکن فتنة فی الارض ، وفساد عریض

ترجمہ: جب کوئی شخص تم سے رشتہ مانگے کہ جس کے دین اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

حوالہ: جامع ترمذی، صفحہ 148، کتاب النکاح - مشکوۃ ، صفحہ 267

قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ کفر و شرک کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کافروں سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے تو جو چیز اللہ کو نہیں پسند وہ رسول اللہ ﷺ کو کیسے پسند آسکتی ہے ؟؟

اور یہاں تک کہ رسول ﷺ امت کو حکم دے کر جا رہے ہیں کہ دین دیکھ کر رشتہ دو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے معاذ اللہ کہ رسول ﷺ اپنی بیٹیوں کی شادی کفار و مشرکین سے کریں اور صرف مشرک ہی نہیں بلکہ اسلام کے سخت ترین دشمن کہ جس کی مذمت میں سورہ نازل ہوئی یعنی ابو لہب کے بیٹوں سے عتبہ اور عتیبہ سے ؟

تو آپ کو اب ماننا ہی پڑے گا کہ وہ رسول اللہ کی بیٹیاں نہیں تھیں ورنہ ان کے رشتے قطعاً نبی اکرم کسی کفار سے کبھی نہ کرتے۔۔ اور اگر اس پر اصرار کریں گے کہ نہیں چار بیٹیاں ہی تھیں تو یہ قرآن کی اور رسول کی کھلی مخالفت ہو گی جس کا نتیجہ آپ کے خود کافر ہو جانے پر تمام ہو گا۔

اب آگے بڑھتے ہیں۔۔۔

دلیل نمبر 3: رسول اللہ کی زندگی میں رسول ﷺ سے منسوب تینوں لڑکیاں یتیم تھیں، قرآن سے ثبوت

سورۃ الضحیٰ کی آیت 9 فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ نازل ہونے کے شانِ نزول میں امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔۔

فاما الیتیم فلا تقهر وردی انهانزلت حین صاح النبی علیٰ ولد خدیجه

ترجمہ: یتیم پر قہر نہ کرو، روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی کریم ﷺ نے اولادِ خدیجہ ؑ کو جھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

حوالہ: تفسیر کبیر، جلد 8 صفحہ 427، پارہ 30

اب اہل سنت خود بتائیں کہ اگر یہ تین بیٹیاں رسول کی اپنی بیٹیاں تھیں تو پھر قرآن نے انہیں یتیم کیوں کہا؟؟؟

ھاھاھاھاھا

دلیل نمبر4: رسول اللہ ﷺ سے منسوب تین بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی لے پالک بیٹیاں تھیں

اہل سنت کی معتبر ترین تفسیر کی کتاب، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان کی جلد 5 کے صفحہ 9 پارہ 4 میں سورہ نساء کی آیت 23 کی تفسیر میں امام نیشاپوری بیان کرتے ہیں:

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ: تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شوہر ہو چکا ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نیشاپوری لکھتے ہیں:

بربائیکم کما تقول بنات رسول لله من خدیجة

ایسی لڑکیوں کو عربی میں ربیبہ کہتے ہیں یعنی لے پالک پروردہ اور ان پروردہ لڑکیوں کی مثال رسول اللہ ﷺ کی وہ لڑکیاں تھی خدیجہؑ سے۔

اب آجائیں آپ کی سب سے معتبر کتاب سے دلیل یعنی صحیح بخاری سے:

امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب قرآن پاک کی تفسیر کے بیان میں، باب بَابُ: {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ} أَلِنْ جَانِبَكَ میں حدیث نمبر 4771 میں نقل کرتے ہیں:

حدثنا ابو اليمان، اخبرنا شعيب، عن الزهري، قال: اخبرني سعيد بن المسيب، وابو سلمة بن عبد الرحمن، ان ابا هريرة، قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم حين انزل الله: وانذر عشيرتك الاقربين سورة الشعراء آية 214، قال:" يا معشر قريش او كلمة نحوها اشتروا انفسكم، لا اغني عنكم من الله شيئا يا بني عبد مناف لا اغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب، لا اغني عنك من الله شيئا ويا صفية عمة رسول الله، لا اغني عنك من الله شيئا، ويا فاطمة، بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا اغني عنك من الله شيئا"۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جب آیت « وأنذر عشيرتك الأقربين »

"اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرا" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکوں گا۔ اے صفیہ، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہؑ! محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ کیا دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر جب اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو کیا تمام بیٹیاں موجود نہ تھیں جو صرف رسول نے حضرت فاطمہؑ کو دعوتِ توحید دی؟

جب کہ آپ کا خود ماننا ہے کہ فاطمہ زہراؑ سب لڑکیوں سے عمر میں چھوٹی تھیں تو پھر بڑی لڑکیاں کہاں تھیں کہ اللہ فرما رہا ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی قریب ترین رشتہ داروں کو دعوت دو؟؟

تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اگر وہ تین لے پالک بیٹیاں رسول کی اپنی اولادیں ہوتیں تو ضرور بلاضرور وہ اس دعوت میں شریک ہوتیں۔۔

ایک اور بات بہت عجیب ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جنابِ زہراؑ کم سن تھیں اور بالغ بھی نہیں تھیں جبکہ دوسری بیٹیاں جو آپ مانتے ہیں وہ بالغ اور سمجھدار تھیں تو آخر رسول نے نابالغ بچی فاطمہؑ کو تو توحید کی دعوت سناتے ہیں جبکہ شادی شدہ بالغ بچیوں کو نہیں سناتے؟

چلیں اب مزید آگے بڑھتے ہیں۔۔۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ
بعث رسول الله لما استكمل اربعين سنة

یعنی رسول اللہ جب چالیس برس کے ہو گئے تو اعلان نبوت فرمایا۔۔

اور مزید واضح کر دیتا ہوں۔۔

تاریخ خمیس، نور الابصار، شرح فقہ الاکبر، الاستعیاب میں موجود ہے کہ روای بیان کرتا ہے:

زینب پیدا ہوئیں تو حضور کا سن مبارک 30 برس تھا اور جب رقیہ پیدا ہوئیں تو آپ 33 برس کے تھے۔

تو اب ہمارا اہل سنت سے سوال ہے کہ وہ ہم شیعوں کو یہ بتائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جب اعلان نبوت چالیس سال کی عمر کیا تو اس وقت جنابِ رقیہ کی عمر 7 برس تھی اور بقول آپ کے ہی اعلان نبوت کے فوراً بعد رقیہ کو طلاق مل گئی یعنی ان کی شادی عتبہ کافر سے 6 سال کی عمر میں ہوئی۔۔
تو آخر ہمارے نبی کو ایسی کیا مجبوری تھی کہ 6 برس کی کم سن بچی کی شادی ایک کافر سے کر دیں اور بعثت کے بعد طلاق ہو جائے تو اس کا نکاح عثمان سے کرادیں؟؟؟

اب آتے ہیں اس شخص پر کہ جس کی جھوٹی فضیلت بنانے کی خاطر یہ رسول اللہ ﷺ کی 4 بیٹیوں کا افسانہ گاڑھا گیا یعنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کہ جس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن قبیلے بنو امیہ سے تھا۔

اہل سنت معتبر کتب تاریخ وحدیث میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ عثمان نے زمانہ کفر میں رقیہ سے شادی کی۔۔

تزوج عثمان فی جاهلية رقية
ترجمہ: عثمان نے رقیہ سے زمانہ ء جاہلیت میں شادی کی

تو اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ جو عثمان کو ذوالنورین کہتے کہتے نہیں تھکتے تو عتبہ اور عثمان جب دونوں کافر تھے اس وقت ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی مبینہ بیٹی رقیہ سے شادی کی تھی تو اگر یہ فضیلت کا معیار ہے تو صرف عثمان کو ہی کیوں یہ فضیلت اکیلے ملے؟ اس میں برابری کی بنیاد پر دشمن رسول ابولہب کے بیٹے عتبہ کو بھی فضیلت دینا ہوگی کیونکہ عثمان اور عتبہ اس وقت دونوں مشرکین نے رقیہ سے شادی کی؟

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ خمیس، جلد ا صفحہ 275
تذکرۃ الخواص الامۃ، صفحہ 172
ذخائر العقبیٰ، صفحہ 162
تاریخ الخلفاء، صفحہ 148
مدارج النبوۃ، صفحہ 458

مزید آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی عثمان کا رسول ﷺ سے دامادی کا رشتہ اس کے لیے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں۔۔

امام طبری اپنی کتاب النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ سے ارشاد فرمایا:

اوتيت ثلاثاً لم يوتهن احد ولا انا اوتيت صهراً مثلی ، ولم اوت انا مثلی، و اوتيت زوجة صديقة مثل ابنتی و لم اوت مثلها زوجة و اوتيت الحسن و الحسين من صلبک و لم اوت من صلبی مثلها و لكنكم منی وانامنكم

آپ کو تین ایسی چیزیں ملی ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں حتی مجھے بھی نہیں ملیں، سسر میری طرح، جبکہ مجھے بھی اپنی طرح کا سسر نہیں ملا، صدیقہؑ بیوی، میری بیٹی کی طرح جب کہ مجھے اس طرح کی کوئی بیوی نہ مل سکی اور آپ کے صلب سے حسنؑ و حسینؑ جیسے بیٹے عطا ہوئے، جب کہ مجھے ان کی طرح بیٹے نہ مل سکے، لیکن آپ سب مجھ سے ہو اور میں آپ سے ہوں۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ، جلد 3 صفحہ 220، باب 4، فصل 6

ینابیع المودۃ، صفحہ 255، باب 56

فرائد السمطین، صفحہ 142، باب 25

تو اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ رسول ﷺ کی دامادی کا اعجاز فقط امام علیؑ سے مخصوص ہے کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے "لم يوتهن احد" ارشاد فرمایا ہے یہ ایسا جملہ ہے جس میں "احد" نکرہ ہے اور سیاقِ نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے یعنی دامادِ رسول ہونے کی فضیلت فقط امام علیؑ کا شرف ہے۔

نوٹ: اگر اسی حدیث میں مزید غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ رسول ﷺ نے اپنی بیٹی کو صدیقہ کہہ کر مخاطب کیا تو جو حضرات فدک کے مسئلے میں ابو بکر کی صداقت کے قائل ہیں تو یہ حدیث کے الفاظ ان کے منہ پر طمانچہ ہیں۔

آگے چلتے ہیں۔۔۔

آپ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان بہت غنی تھا۔۔ تبھی اس کے ساتھ غنی لگاتے نہیں تھکتے۔۔

تو اب میں قرآن سے آپ کو ایک دلیل پیش کرتا ہوں جو نبی ﷺ کی فقط ایک بیٹی جنکا نکاح مولائے کائنات سے ہوا تھا ان کی سخاوت میں نازل ہوئی یعنی سورۃ دھر یا سورۃ انسان کی آیت 8 اور 9 میں ارشاد ہوتا ہے

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

یہ اس کی محبت میں مسکینً یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ

اس آیت کے شانِ نزول میں ہے کہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب مولا علیؑ، بی بی زہراؑ اور حسنینؑ نے 3 دن بھوکے رہ کر روزہ رکھا اور اللہ کی راہ میں سخاوت پیش کرتے ہوئے اپنی غذائیں یتیم، فقرا و مساکین و اسیر کو دے دیں تھی۔۔

اس واقعہ کا شان نزول کا واقعہ تفصیل کے ساتھ ان کتابوں نے موجود ہے جن کے متن کو اختصار کی وجہ سے نقل نہیں کر رہا۔۔

کفایت الطالب، صفحہ 345 باب 97
تذکرہ خواص الامہ صفحہ 176 باب 11
مناقب خوارزمی، صفحہ 190 باب 170

اب میں اہل سنت سے سوال کرتا ہوں کہ جب عثمان اتنا بڑا سخی تھا اور رسول کی ایک بیٹی اس کے نکاح میں تھی تو آج تک قرآن میں ایک آیت بھی اس کے غنی ہونے پر کیوں نہیں آئی؟؟؟ اگر کوئی آئی ہے تو ہمیں دکھائیں۔۔

اب آخر میں کچھ کیلکولیشن تاریخ سے پیش خدمت ہے:

میرے بھائیوں کوئی بھی عام سا مسلمان تھوڑی سی عقل رکھنے والا یہ تین بیٹیوں کا جھوٹا اور من گھڑت قصہ مان ہی نہیں سکتا کیونکہ کہ یہ عقل و منطق کے خلاف ہے۔

شیعہ و سنی دونوں مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہؑ سے 25 سال کی عمر میں ہوئی۔
اور یہ بھی دونوں مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت 40 سال میں ہوئی۔
اور یہ بھی آپ کے علماء نے لکھا کہ اعلان بعثت سے 5 سال پہلے ان تینوں بیٹیوں کی شادی رسول اللہ ﷺ نے معاذاللہ مشرکین سے کر دی تھی۔
اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی کے چار سال بعد بی بی خدیجہؑ سے اولاد ہوئی۔
ٹھیک؟؟ چلیں اب جمع تفریق کرتے ہیں۔

شادی ہوئی 25 سال میں

اعلان نبوت کیا 40 سال میں

40 - 25 = 15 سال

5 سال بعثت سے پہلے شادیاں کر دیں۔

15 - 5 = 10 سال۔۔ ٹھیک

شادی کے 4 سال تک اولاد نہیں ہوئی۔۔

10 - 4 = 6 سال

اب آپ اگر تھوڑی بھی عقل رکھتے ہیں تو مجھے سمجھا دیں کہ 6 سال میں 3 بیٹیاں پیدا بھی ہو گئیں اور اُن کی شادیاں بھی ہو گئیں یہ کیسے ممکن ہے ؟؟

ھاھاھا۔۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

حدیث غدیر میں موجود لفظ مولا پر ایک ناصبی سے مکالمہ!

وہ فرمانے لگے۔۔

ارے ابوعبداللہ یہ کیا آپ شیعوں نے حدیث غدیر کو لے کر شور مچایا ہوا ہے اور اس کو حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کہتے ہیں۔

ہم بھی حضرت علیؑ کو امام اور مولا مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یعنی جس کا میں دوست اس کا علیؑ دوست۔ مولا کے معنی تو دوست و مددگار کے ہیں نا کہ اولی بالتصرف حاکم و خلیفہ کے۔

میں نے زور سے ہنستے ہوا کہا۔۔۔

واہ قبلہ واہ کیا کہنے میرے آقا و مولا امام علی علیہ السلام کے کہ حدیث غدیر کو لے کر آپ نے آج خود ہی ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا

وہ جھنجھلا کر بولے میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو آپ کو ہنسی آرہی ہے۔۔

میں پھر ایک بار زور سے ہنسا اور بولا۔۔۔ ارے آج آپ نے "یا علیؑ مدد" پر خود دلیل دے دی یہ کہہ کر کہ لفظ مولا کے معنی آپ کے نزدیک دوست اور مددگار کے ہیں یعنی رسول فرما رہے ہیں کہ جس کا میں دوست اور مددگار ہوں اس کا علیؑ دوست و مددگار ہے یعنی یا علیؑ مدد کہنا عین حکم رسول ﷺ ہے۔۔

سر کو جھٹک کر فوراً بات گھماتے ہوئے بولے۔۔

تو مولا کے معنی آپ شیعوں نے کب سے صاحبِ اختیار، جانشین اور خلیفہ کے بنا لیے کہ اس سے اولی بالتصرف ثابت ہے؟؟

اب میں ایک دم سنجیدہ مسکراہٹ سجا کر بولا۔۔ قرآن تو پڑھا ہی ہو گا آپ نے۔۔

میرا سوال ابھی اختتامی نوک تک ہی پہنچا تھا کہ دھڑم سے بول اٹھے۔۔ الحمدللہ۔۔ میں حافظ ہوں۔۔

میں نے کہا ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔۔

تو پھر ذرا سورہ احزاب کی آیت 6 تو باآواز بلند دہرا دیں۔۔
کہتے ہیں کیوں نہیں بالکل۔۔
النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔۔۔۔

میں نے کہا اس کا ترجمہ بھی آتا ہو گا تو بھی پیش کر دیں۔۔

جھٹ سے بولے۔۔ **یہ نبی مومنوں کی جانوں پر ان سے زیادہ مالک و مختار ہیں۔**

میں کہا واہ واہ کیا کہنے جناب آپ کی جہالت کے۔۔
مولا لفظ اولی سے نکلا ہے قبلہ۔۔ تو آپ کی تشریح کے مطابق یہ ترجمہ بنتا ہے
یہ نبی مومنوں کی جانو پر ان سے زیادہ "دوست" ہیں۔ ہاہاہا
کیا یہ ہضم ہو رہا ہے آپ کو۔۔۔؟؟؟

پھر سے جھنجلا گئے بری طرح۔۔۔ ارے تم شیعہ کبھی نہیں مانو گے۔

میں جھٹ سے بولا۔۔ ہاں بالکل بالکل جناب ہم قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی کوئی بات نہیں مناتے اور ہاں سوچیے گا جو آیت بیان کی ہے اس پر۔۔۔

ایک دم مڑے جانے کے لیے۔۔ میں نے پیچھے سے کہا۔۔
لیکن میں آپ کا مشکور ہوں ولی و مولا کا ترجمہ جو بھی ہو کم از کم آپ نے یا علیؑ مدد کو سنت رسول و حکم رسول ثابت کر دیا۔۔

سلامت رہیں۔۔ مولا علیؑ مدد سرکار

افسانۂ عقدِ ام کلثومؑ کا تحقیقی، منطقی اور اخلاقی آپریشن

یوں تو تاریخ اسلام میں بہت سے لطیفے مشہور ہیں جیسا کہ رسول ہم جیسا (معاذاللہ)، رسول کی چار بیٹیاں تھیں، فلاں کو بنت رسول سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا (س) نے معاف کر دیا تھا، فلاں بہت جلالی و بہادر تھے وغیرہ وغیرہ۔۔ لیکن تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے مسلمان کو جس پر سب سے زیادہ قہقہہ لگا کر ہنسی آتی ہے وہ ہے افسانہ عقد ام کلثوم۔۔

جس میں مسلم تاریخی راہزنوں نے اپنے اُس پیر کی عزت بچانے کے لئے جس نے بارہا کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا ایک عجیب و غریب قصہ گھڑا کہ فقط ایک داماد و خلیفہ رسول، صدیقِ اکبر اور فاروق اعظم یعنی مشکل کشائے دین خدا حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی جنابِ ام کلثوم کا نکاح مسلمانوں کے دوسرے غاصب خلیفہ حضرتِ لھلک عمر سے کر دیا تھا۔۔۔ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا۔۔ کیا مذاق ہے بھائی۔۔

سوچ تو رہے ہونگے کہ کیوں مجھے اتنی ہنسی آ رہی ہے، ارے بھائی کیوں نہ آئے؟؟ جس کو بچانے کے لیے یہ افسانہ گھڑا گیا اسی کی عزت کو اسی افسانوی گڑھے میں گرا دیا۔۔ہاہاہاہاہاہاہا۔۔ اچھا اوکے اوکے ہنسی روکتا ہوں۔۔

میرے بھائی ذرا یہ تو بتاؤ یہ کیسی فضیلت ہے کہ عمر کی بیٹی حفصہ تمہاری ام المومنین ہیں۔۔ رائٹ۔۔ تو ام کلثوم بنتِ علیؑ رشتے میں حفصہ کی نواسی ہوئیں اور حضرتِ لھلک عمر کی پرنواسی۔۔ ٹھیک کہا نا؟؟؟

تو یہ فضیلت کیسے ہو گئی کہ اولڈ ایج عمر بن خطاب اپنی زندہ تین بیویاں رکھنے کے باوجود اپنی پَر نواسی جو کہ فقط 6 یا 7 سال کی ہو اس سے شادی کر لے؟؟

کیا کسی نوبل فیملی میں ایسا کچھ سنا یا دیکھا کسی نے؟؟ کیا کوئی شریف النفس انسان ایسا کرے گا؟؟؟ یہ فضیلت ہوئی یا تمہارے پیر کی توہین؟؟

تو کیوں ناہنسو حد ہے۔۔ کیا بے ہودگی ہے یار۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔

اچھا اب ہنسی مذاق ایک طرف۔۔ مجھے مسلمان کچھ سوالوں کے جواب دیں۔۔

اگر یہ اتنی ہی بڑی فضیلت تھی تو آپ کی صیحیحہ ستہ یعنی قرآن کے بعد سب سے متعبر کتابیں اس پر کیوں خاموش ہیں؟؟ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اگر ایسا کوئی نکاح تاریخ میں ہوا تھا تو وہ نکاح کس جگہ واقع ہوا، کس نے پڑھایا؟؟ کون گواہ بنے؟؟ اور کون کون سے صحابی اس نکاح میں شریک ہوئے؟؟

کوئی جواب ہے؟؟ نہیں نا۔۔ تو آؤ بھائی اب میں اس تاریخی لطیفے کا فل اخلاقی آپریشن شروع کروں۔۔

غلیظ ترین اہل سنت روایات کا اخلاقی آپریشن!

پہلی غلیظ روایت:الإصابة في تمييز الصحابة امام حافظ ابن حجر عسقلانی

عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو انھوں نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ حضرت علی نے آپ کو رشتہ دینے سے جواب دے دیا ہے پس انھوں نے پھر طلب کیا تو حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھاری طرف بھیجوں گا اگر تم کو پسند آگئی تو وہ تمھاری بیوی ہے پس علی نے ام کلثوم کو بھیجدیا اور عمر نے ان کی پنڈلی کھولی۔ ام کلثوم نے کہا ہٹ جا اگر امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھوں پر تھپڑ مار دیتی۔

حوالہ: الاصابہ، جلد ۲، ص صفحہ ۴۶۲

دوسری غلیظ روایت:ذخائر العقبى - احمد بن عبد الله الطبري

عمر نے حضرت علیؑ سے ان کی دختر ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ابھی وہ کمسن ہے پس عمر نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ آپ مجھ کو رشتہ نہیں دینا چاہتے اگر وہ کمسن ہے تو اس کو میرے پاس بھیجدو۔ پس حضرت علی نے ام کلثوم کو بلا کر ایک پوشاک دی اور کہا یہ عمر کے پے لے جاؤ اور ان سے کہہ دو میرے والد کہتے ہیں کہ یہ پوشاک کیسی ہے؟ پس وہ پوشاک لے کر عمر کے پاس آئیں اور پیغام دیا تو عمر نے ام کلثوم کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ام کلثوم نے کہا میرا بازو چھوڑ دو۔ پس انھوں نے چھوڑ دیا اور کہا بڑی اچھی پاکدامن لڑکی ہے جا کر باپ سے کہدے کہ کتنی حسین اور کتنی خوبصورت ہے ایسی نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔ پس پھر علی نے ام کلثوم کی عمر سے شادی کر دی۔

حوالہ: ذخائر العقبی، صفحہ ۱۶۸

تیسری غلیظ روایت:صواعق محرقه- ابن حجر مكى

حضرت علیؑ نے حکم دیا اور ام کلثوم کو آراستہ کیا گیا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا جب عمر نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور لڑکی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بوسے دیئے اور دعا کی اور جب وہ اٹھنے لگی تو پنڈلی سے پکڑ لیا اور کہا۔ باپ سے کہدینا میں بلکل راضی ہوں جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو علیؑ نے ان کا نکاح عمر سے کر دیا۔

حوالہ: صواعق محرقہ، جلد ا، صفحہ ۱۵۹

چوتھی روایت بھی صواعق محرقہ سے۔۔

جب عمر نے علیؑ سے رشتہ مانگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی رسول خدا کا نسب و سبب حاصل ہو تو علیؑ نے حسنؑ اور حسینؑ سے کہا تم اپنی بہن کی شادی اپنے چچا عمر سے کر دو۔ انھوں نے کہا وہ عورت ہے اپنے لئے خود اختیار کرے گی۔ پس علیؑ غصّہ میں کھڑے ہو گئے اور حسنؑ نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا اے ابا جان آپ کی ناراضگی نا قابل برداشت ہے پس حسنؑ و حسینؑ نے ام کلثوم کی شادی کر دی۔

صواعق محرقہ: صفحہ ۱۵۵

ایک استعاب سے نقل کر کے روک رہا ہوں کیونکہ مجھ جیسا غیرت مند عام سا مسلمان بھی یہ بے ہودہ اور غلیظ ترین روایات لکھتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہے۔

پانچویں غلیظ ترین روایت: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب - ابن عبد البر

عمر نے ام کلثوم کا رشتہ کیا تو انھوں نے کہا وہ ابھی چھوٹی بچی ہیں۔ عمر نے کہا کہ میری اس سے شادی کر دیں۔ میں اس کی فضیلت طلب کرنا چاہتا ہوں جس کو کوئی بھی طلب کرنے والا نہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں اگر تم اس کو پسند کر لو تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی۔ پس حضرت علیؑ نے اس کو ایک چادر دے کر بھیجا اور کہا اس سے کہہ دینا کہ یہی وہ چادر ہے جو میں نے تم سے کہی تھی۔

ام کلثوم نے جا کر عمر سے یہ بات کہی تو عمر نے کہا، اللہ تم سے راضی ہو میں نے پسند کر لی۔ پس عمر نے ام کلثوم کی پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو کھول دیا۔ ام کلثوم نے کہا تم ایسا کرتے ہو اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمھاری ناک توڑ دیتی پھر ام کلثوم واپس گئیں اور حضرت علیؑ سے واقعہ بیان کیا اور کہا آپ نے مجھے بدکار بڈھے کی طرف بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے بیٹی وہ تمھارا شوہر ہے۔ پھر مہاجرین کی محفل میں آئے اور کہا مجھے مبارک کہو۔ انھوں نے کہا کس لئے؟ کہا میں نے ام کلثوم بنت علی سے شادی کر لی۔

حوالہ: استیعاب، جلد ۴، صفحہ ۴۶۷

تو قارئین یہ تھیں ان غلیظ و بے ہودہ ترین روایت میں کچھ جو اہل سنت روایات جس کو لکھتے لکھتے میں خود شرم سے پانی پانی ہو رہا ہوں۔۔

ان روایات کو اگر کوئی بھی غیر تمند مسلمان پڑھے گا تو یقیناً اس پر عجیب کیفیت طاری ہو گی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ کس طرح سے مسلم تاریخ دانوں نے عمر بن خطاب کی فضیلت گھڑنے میں امام علیؑ کی توہین کی جو کہ آیت تطہیر کی روح سے ہر نجاست سے بالکل پاک ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیسے امام علیؑ کی توہین ہے تو دل پر ہاتھ رکھ پر ان نکات پر غور کریں کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باپ ایسا بے غیرت ہو کہ اپنی 6 یا 7 سالہ بیٹی کو خود ہی ایک بڈھے امیدوار کے گھر بھیج دے کہ وہ چیک کرے۔ توبہ توبہ یہ گھٹیا حرکت تو کوئی رذیل سے رذیل انسان بھی کرنے پر موت کو ترجیح دینا گوارہ کریگا چہ جائیکہ امیر المومنین امام علی ؑ کے بارے میں ایسی تہمت!!!

اور پھر وہ شخص جو بڑھاپے میں نابالغ لڑکی سے شادی کرنے پر بضد ہے کس قدر درندہ صفت اور کمینہ ہے کہ معصوم بچی سے نازیبا حرکت کر رہا ہے جبکہ ابھی تک وہ اس کے نکاح میں بھی نہیں۔ الامان۔

مطلب عجیب۔۔ کہ لاچار باپ درندہ صفت حاکم کے محل میں اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے اور وہ ننگ شرافت اس بچی کی پنڈلی کھول کر جبر کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بچی کراہیت شدید کر کے مزاحمت کرتی ہے اور اعتراف کرتی ہے کہ اگر تو بادشاہ نہ ہوتا تو تجھے تھپڑ رسید کر دیتی۔ کیا اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو مسلمانوں کے دونوں خلفاء کے کرداروں سے اس روایت کے مطابق ظاہر ہوتی ہے اگر یہی اسلام ہے تو پھر کفر اس سے لاکھ درجے بہتر ہے۔

یہ مسلمانوں کے اپنے خلیفہ کی توہین ہے یا فضیلت کہ مسلمانوں کا امیر المومنین خلیفہ المسلمین، صحابی رسول ساٹھ سالہ بزرگ ایک غیر محرم نابالغ بچی کو نکاح کے بغیر اپنی گود میں کھینچ کر بوس و کنار کرتا ہے پھر پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے یہ خلیفہ راشد کا کردار ہے یا کسی اوباش و عیاش فاسق و فاجر بادشاہ کی بدکرداری کا نمونہ ہے؟؟؟؟

جواب دو سقیفائی اسلام کے جاہل پیروکارو۔۔

اوپر جو صواعق محرقہ کی دوسری روایت جو نقل کی ذرا اس پر بھی غور کریں کہ نابالغ بچی یا بالغ عاقلہ عورت کے نکاح کا اختیار شرعی ولی کو ہے۔ کوئی عورت اپنے شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ امام مالک نے موطاء میں لکھا ہے جب ام کلثوم کے شرعی والی یعنی والد امام علی خود موجود تھے تو ان کو حسن و حسین سے شادی کی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ شرعاً نکاح کی اجازت دینا اور کروانا ان ہی حق کا تھا۔

خدا کی لعنت ہو ان تاریخ دانوں پر بے شمار۔۔ لگاتار

ان ملعونہ روایات کو مزید دقت سے دیکھا جائے تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عمر بن خطاب، امام علیؑ کو جھوٹا کہہ رہے ہیں یعنی عمر بن خطاب، امام علی سے ایک کمسن اور روایت میں موجود لفظ صبیہ کے مطابق دودھ پیتی بچی کا رشتہ طلب کر رہا ہے جبکہ امام علیؑ یہ کہہ منع کر رہیں کہ وہ بچی ابھی چھوٹی ہے شادی کے لائق نہیں ہے مگر خلیفہ باپ کو جھٹلا دینے کے ساتھ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو تمہارے دل میں اس سے واقف ہوں یعنی قسم کھا کر عمر نے حضرت علیؑ کو جھوٹا قرار دیا ہے جبکہ خود اہل سنت عقائد میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔

تو قارئین اگر ان روایات پر میں اپنی جے آئی ٹی رپورٹ لکھوں تو آپ کو قطعاً اعتراض کرنے کا حق نہیں کیونکہ جو میں اب اخذ کر کے لکھوں گا وہ انہی روایات کی روشنی میں ہوگا جو خود اہل سنت کے ہاں قابل قبول ہیں۔

مختصر الفاظ میں عقد ام کلثوم پر عمر بن خطاب پر جے آئی ٹی رپورٹ۔۔

مذکورہ اہل سنت کی روایات میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک نامحرم، کمسن بچی پر مجرمانہ حملہ کیا اور اگر کوئی دوسرا فرد ایسا کرتا تو اس کو عبرت ناک سزا دی جاتی مگر جب حاکم وقت نے یہ وحشیانہ قدم اٹھایا تعزیری کاروائی ساکت رہی۔ ان روایات سے تو صریحاً عمر کا ظالم، فاسق و فاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کوئی بھی تھوڑی سی عقل رکھنے والا مسلمان جو ریاضی یعنی Mathematics سے لگاؤ رکھتا ہے اور آسان جمع تفریق کر سکتا ہے وہ بآسانی سمجھ لے گا کہ عقد ام کلثوم واقعاً ایک تاریخی لطیفہ و افسانہ ہے۔

پہلے کچھ نکات پر توجہ دلاؤں پھر جمع تفریق شروع کرتا ہوں۔

قارئین کرام کسی بھی اہل سنت روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ مبینہ نکاح کے وقت یعنی سنہ ۱۷ ہجری میں عمر کی زوجہ ام کلثوم بالغہ تھیں بلکہ صغیرہ اور صبیہ یعنی انتہائی کمسنی کے الفاظ بیان ہوئے ہیں جبکہ جناب ام کلثوم بنت امام علیؑ سنہ ۱۷ھ میں شادی کے قابل تھیں۔ ام کلثوم کی نابالغی اور کمسنی پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اور ابن حجر مکی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھا:

جب حضرت علیؑ نے ام کلثوم کو عمر کے پاس بھیج تو وہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ ان کے بوسے لئے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور عمر نے ام کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے چمٹایا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ان کی عزت کے خیال سے کیا کیونکہ ام کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو نہ پہنچی تھیں کہ ان پر شہوت ہو سکتی

جس کی وجہ سے حضرت عمر پر یہ باتیں حرام ہوتیں۔ اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہوتیں تو ان کے والد ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجتے ہی نہ۔

اب ساتھ ساتھ ذرا اہل سنت محقق کا یہ قول بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور عہد معاویہ میں ان کا انتقال ہوا اور مدینہ میں وفات پائی مگر یہی صاحب آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں اور شام میں مدفون ہوئیں۔

حوالہ: السیدہ زینب، صفحہ ۲۳ اور صفحہ ۶۴

علمائے اہل سنت جن میں ابن سعد، امام نووی، حافظ ذہبی اور مسعودی شامل ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر کا انتقال معاویہ بن ابوسفیان کے دور میں ہوا پھر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زینبؑ بنت علیؑ کے پہلے شوہر عبداللہ بن جعفر ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کا عقد ام کلثوم سے ان کی بہن زینب کے انتقال کے بعد ہوا۔ لیکن ابن انباری نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی شادی پہلے ام کلثوم سے ہوئی ان کے مرنے کے بعد زینبؑ سے نکاح کیا اور حسن عدوی کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر ابن انباری اور عدری کا قول مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بی بی زینبؑ کی شادی ۴۹ سال کی عمر میں ہوئی جو قطعاً باطل ہے کیونکہ سنہ ۱۷ امام علی علیہ السلام خود نے حضرت زینبؑ کا عقد جناب عبداللہ سے کیا تھا۔

اب ذرا اس مبینہ نکاح کے حاضر باراتی مجھے بتائیں کہ جس ام کلثوم کا انتقال دورِ معاویہ میں ہو چکا تھا وہ بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر کیسے کربلا میں آئیں اور کیسے قیدی ہو کر شام چلی گئیں؟؟ ہاہاہاہا عجیب و غریب۔۔

چلیں اب جمع تفریق ہو جائے۔۔

1- تو تاریخ کہتی ہے کہ جب عمر ابن خطاب اسلام لایا تو اس کی عمر چالیس 40 برس تھی اور ترسٹھ 63 برس کی عمر میں عمر ابن خطاب کا قتل ہو گیا۔

2- تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ دعوتِ ذوالعشیرہ یعنی اسلام کی پہلی دعوت کے وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 9 برس تھی۔

3- تمام شیعہ سنی مورخین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ امام علیؑ کا جنابِ فاطمہ زہراؑ سے نکاح 25 برس کی عمر میں ہوا۔۔ یعنی دعوت ذوالعشیرہ کے 16 برس بعد۔

4-یعنی عمر بن خطاب، دعوت ذوالعشیرہ کے 7 سال بعد اسلام لیا، یعنی جب اس نے کلمہ پڑھا تو اس وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 16 برس تھی۔

5- عمر کے اسلام لانے کے 9 برس بعد امام علیؑ کا نکاح بحکم خدا جنابِ زہراؑ سے ہوا یعنی 25 سال کی عمر میں۔

یعنی جب امام علیؑ کی شادی ہوئی تب عمر ابن خطاب 49 برس کے تھا(49=9+40 برس)

6- تمام مورخین نے یہ بھی لکھا کہ امام علیؑ کی شادی کے ایک سال بعد امام حسنؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اور 2 برس بعد امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے اور پھر 4 برس بعد سیدہ زینبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ٹھیک!

7-اہل سنت مورخین کے مطابق جنابِ ام کلثوم بنت امام علیؑ، جناب زینبؑ کے 2 سال بعد پیدا ہوئیں۔

8-تو بی بی ام کلثوم کی پیدائش پر عمر بن خطاب کی عمر 55 برس تھی(49+6=55)

9- جنابِ ام کلثوم کی ولادت کے ٹھیک 8 سال بعد عمر قتل ہو گیا یعنی 63 سال کی عمر میں(63-55=8)

اب نتیجہ نکالتے ہیں۔۔

اہل سنت تاریخ دانوں کے مطابق عقد ام کلثوم عمر کے مرنے سے 3 سال پہلے ہوا اور سب نے یہ بھی لکھا کہ اس مبینہ نکاح سے عمر کے ہاں ام کلثوم سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید بن عمر تھا۔

یعنی شادی کے وقت ام کلثوم کی عمر 5 برس ہوئی(8-3=5)

لو جی افسانہ عقد ام کلثوم کے موجودہ باراتیوں کا تو جنازہ ہی نکل گیا۔۔ ذرا باراتی مجھے بتائیں گے کہ کس عقلی اور منطقی قانون کے تحت 5 برس کی عمر میں کسی بچی کی شادی بھی ہو جائے اور اس سے ایک بچہ بھی پیدا ہو جائے۔۔؟؟؟ ہاہاہاہاہاہا

لعنت اللہ علی الکاذبین۔۔۔ خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔۔۔ بے شمار۔۔

چلیں جی اب عقلی و منطقی رد کے بعد آگے بڑھتے ہیں اور علم الحدیث سے وہ تمام روایات کو جانچتے ہیں جو اس مبینہ نکاح برائے دفاعِ عمر بن خطاب تاریخ میں گھڑا گیا۔۔

اوپر جو اہل سنت روایات میں نے پیش کی تھیں ان روایات اور اس کے علاوہ جتنی بھی اس افسانے پر روایات نقل ہوئی ہیں ان کا ایک ایک کر کے اہل سنت علماء سے رد پیش خدمت ہے۔

محمد بن اسحاق:

جس کی روایت ذخائری العقبیٰ میں درج ہے اس کے بارے میں یحیی قطان نے کہا ہے کہ

"اسحاق کذاب ہے"۔مالک نے کہا"ابن اسحاق دجّال ہے"۔ سلیمان تمیمی نے کہا"ابن اسحاق کذاب ہے"۔ دار قطنی نے کہا کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ،جلد ٣ ،صفحه ٢١

زبیر بن بکار:

كتاب الإستيعاب في معرفة الأصحاب کی روایت میں ابو عمرو نے زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے۔

زبیر بن بکار حدیث گھڑتا تھا اس کی حدیث نا قابل قبول ہے!

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ، جلد ١ ، صفحه ٣٤٠

عمرو بن دینار:

الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی روایت جسے سفیان نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ ابن دینار ضعیف ہے۔ امام نسائی اور مرّہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ، جلد نمبر ٢ ،صفحه ٢٨٧

محمد بن عمر واقدی:

طبقات ابن سعد کی روایت جسے ابن سعد نے محمد بن عمر واقدی سے روایت کیا ہے

امام نسائی نے کہا ہے کہ واقدی کذاب ہے اور بغداد میں اپنی کذب بیانی کی وجہ سے مشہور ہے

حواله : تهذيب التهذيب لابن حجر، جلد ٩ ص ٣٦٦

امام بخاری نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔

مرّہ نے کہا ہے کہ واقدی کوئی شے نہیں ہے

یحیی بن معین نے کہا واقدی ضعیف ہے۔

ابن مدائنی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں بے اصل ہیں۔

امام شافعی نے کہا واقدی کی تمام کتب جھوٹ کا انبار ہے۔

صواعق محرقہ پہلی روایت کی کوئی سند ہی نہیں ہے

بیہقی کی روایت جس پر جرح کی جاچکی ہے اسی طرح ساتویں روایت پر بھی بحث ہو چکی ہے یہ روایت عموما مجہول الحال رواۃ سے مروی ہیں جن کے احوال بھی کتب رجال میں نہیں ملتے ہیں مثلا ابن سعد نے انس بن عیاض لیثی۔ عمار بن ابی عامر ،۔ ابو حصین اور ابو خالد اسماعیل وغیرہ سے روایت کی میزان اعتدال میں ان تمام روایوں کو مجہول الحال لکھا گیا ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي، جلد ٣ ،صفحه ٣٩٥

اسی طرح ہشام بن سعد بھی راوی ہے جسے نسائی نے ضعیف کہا ہے

ميزان الاعتدال جلد ٣ ص ٢٥۴

اسماعیل بن عبدالرحمان سدی کو یحیی بن معین نے ضعیف لکھا ہے۔ لیث نے کاذب قرار دیا ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١١٠

عطا بن مسلم خراسانی کو بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی حدیث سے احتجاج باطل ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١١٩

عبید اللہ بن موسی کو امام احمد بن حنبل صاحبِ تخلیط کہا ہے۔ اس کی حدیث بری ترین ہیں

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١٧٠

عبدالرحمان بن زید بن اسلم کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١٠۵

اسی طرح ابن شہاب زہری کا ناصبی ہونا اور دشمن علی ہونا مشہور ہے۔

تو یہ ہو گیا عقد ام کلثوم کے حوالے سے اہل سنت کتابوں میں موجود روایات کا رجالی آپریشن بھی۔۔

جس پر مختصر یہ لکھ کر آگے بڑھوں کہ عقد ام کلثوم کی تمام روایات خود اہل سنت علمائے رجال ہاں ضعیف السند باطل، جھوٹی اور مردود ہیں۔ جو کسی طور بھی قابل قبول نہیں۔۔

اب بات ہو جائے عقد عمر کے ان باراتیوں پر جن کے لئے یہ کہاوت ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا یعنی شیعہ کتابوں میں اس نکاح کا ذکر کہ امام علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا تھا (معاذاللہ)

تو اے جاہل براتیوں۔۔ پہلے ایک بات اچھی طرح سے یہ سمجھ لو کہ شیعوں کا اپنی کتابوں کے بارے میں ہر گز یہ دعویٰ نہیں کہ ہماری کتابیں قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں۔ نہ ہی ہم شیعہ اپنی چار کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں بلکہ محض کتب اربعہ کہتے ہیں اور ان کتابوں میں بھی جھوٹی سچی ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ تبھی تشیع میں اجتہاد کا نظام آج تک قائم ہے اور ہر ایک حدیث کی جانچ پڑتال کو عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

جبکہ تم لوگوں کا اپنی کتابوں پر اُن کے صحیح ہونے کا دعویٰ ہے یعنی تم اپنی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہو اور اُن چھ میں سے دو کو تو صحیحین کہتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ ان صحیح کتابوں میں لاتعداد غلط اور غیر معقول باتیں موجود ہیں جو اب تک فرانس، ہالینڈ اور مغربی دنیا میں موجود اسلام دشمنوں کو آج بھی توہین رسالت کا مواد مہیا کر رہی ہیں۔۔

عمر کے اس مبینہ نکاح کی خوشی میں ناچتے جاہل باراتیوں۔۔ میں تمہیں شیعہ تنکے کا سہارا بھی نہیں لینے دوں گا، کیونکہ اول تو تمہارے لئے شیعہ کتابیں حجت ہی نہیں دوسرا یہ کہ جو تمہارے لئے حجت ہیں ان کا تفصیلی آپریشن میں پہلے ہی کر چکا ہوں ۔۔ لیکن چلو۔۔ یہ شیعہ تنکا بھی توڑ ہی ڈالتے ہیں۔۔

وہ جو تم شیعہ روایات کا حوالہ دیتے ہو ذرا ساتھ میں ان کا رجال بھی شیعہ علماء سے نقل کر دیا کرو جیسے میں نے تمہاری کتابوں میں موجود روایات کا تمہارے ہی علمائے حدیث و رجال سے پیش کیا ہے۔ تا کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی لگے ہاتھوں ہی ہو جائے۔۔ پر تم ایسا کیوں کرو گے ؟؟؟ ہے نا

چلو پھر ایک ایک کر کے میں ہی ان روایات کی سند پر بحث کر لیتا ہوں اس امید پر کہ اب آئندہ جب بھی تم ہماری کسی شیعہ روایت کو پیش کرو تو ساتھ میں اس کی سند پر ہمارے علماء کی رائے بھی پیش کر سکو (جو تم کبھی کرو گے ہی نہیں)۔۔ خیر میں ہی حجت تمام کر دوں۔۔ تو شروع کرتے ہیں۔

1- شیعہ کتب میں عدت والی روایات کا رد

فروع کافی، استفسار و تہذیب کی جو روایت عدت گزارنے کے مسئلہ میں تم پیش کرتے ہو اس کے راوی مجروح و مقدوح اور فاسد العقیدہ ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب واقفی سے ہے جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ رجالِ مامقانی جلد اول ص ۳۷۸ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ اسی راویت کا ایک راوی حسن بن محمد بن سماعہ ہے جو علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق واقفی المذہب تھا۔

حواله : رجال کشی، صفحه ۲۹۳

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ تھا اور اللہ کی صورت مانتا تھا

حواله : رجال کشی ص ۱۸۴

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے جو زیدیہ فرقہ سے تھا۔ نجاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے

حواله : تنقيح المقال ،جلد ۵۷

اور مقیاس الدرایہ ص ۸۴ پر ہے کہ زیدی، واقفی، ناصبی، ایک منزلت پر ہیں۔

2- زید اور ام کلثوم کا ایک ہی وقت میں فوت ہونے والی روایت کا رد

اس روایت کا راوی سعید بن سالم قداح ہے جو مجہول الحال ہے

حواله: رجال مامقانی ، جلد ۱، صفحه ۶۵

3- مسالک الافہام الی شرائع الاسلام میں نکاح والی روایت کا رد

مسالک الافہام شیعہ علماء میں معتبر شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے جو حجت قرار نہیں پا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں۔

4-شہید ثالث کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

قاضی نوراللہ شوستری نے یہ بیان اس نکاح کی تردید میں دیا ہے اور "اگر" سے مفروضہ قائم کیا ہے کہ بالفرض محال یعنی یہاں فرض کیا ہے نا کہ نکاح کے ہونے پر دلیل پیش کی ہے۔

5- علامہ ابن شہر اشوب کی کتاب مناقب آل ابی طالبؑ میں موجود روایت کا رد

علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ و سنی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ اس روایت کے بعد یہ تحریر کیا گیا ہے کہ "علامہ شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شافی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے۔ نہ کہ اپنا عقیدہ۔

6- علم الہدی کی کتاب سے پیش کی جانی والی روایت کا رد

علامہ مرتضی علم الہدی نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے نہ کہ عمر اور جنابِ ام کلثوم کے عقد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

7- شیخ عباس قمی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

شیخ عباس قمی نے صرف اس قصّے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے نہ کہ تائید کا اظہار۔

8- کتاب منتخب التواریخ سے پیش کی جانی والی روایت کا رد

یہ کتاب مناظرانہ ہے نہ محققانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے لہذا حجت قرار نہیں پا سکتی۔

9- علامہ مجلسی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

جو روایت علامہ کی کتاب سے پیش کی جاتی ہے وہ صحیح السند نہیں جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے وہ تمام ضعیف روایات ہیں۔

تو یہ تھا شیعہ کتب میں موجود وہ نازک و خستہ تنکے جس کو پکڑ کر تم اس عقد کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ پر ہائے افسوس کے وہ تنکے بھی اسی افسانوی نکاح میں فسانہ ہو گئے۔

اب آخر میں بس ایک نقطے کی وضاحت اور پھر زحمت تمام۔۔

اگر عمر نے کسی ام کلثوم نامی لڑکی سے نکاح کیا تھا تو آخر وہ تھیں کون؟

تو قارئین کرام تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر سے منسوب ام کلثوم نام کی کئی بیویوں کا تذکرہ بھی موجود ہے،

جیسے۔۔

۱ -ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت۔ جو عاصم بن عمر کی ماں تھیں۔

تاریخ الخمیس، جلد ۲ ،ص ۲۵۱

۲-ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ۔ ان کا اصل نام ملیکہ تھا۔ یہ زید بن عمر کی ماں تھیں۔

تاریخ کامل، جلد ۳ ،ص ۲۲

۳ -ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط۔

زہری کے مطابق یہ بی بی زمانہ جاہلیت میں عمر بن عاص کے پاس بھاگ کر آئی تھیں اور انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے رشتہ داروں نے رسول اللہ سے واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ "جو عورت اسلام قبول کرے وہ واپس نہیں جائیگی چونکہ ابن عاص ابھی کافر تھا لہذا واپس نہ کیا گیا اور عمر بن خطاب نے ان سے نکاح کر لیا۔

تفسیر کبیر ، امام فخرالدین رازی ،جلد ۸ -شرح بخاری، امام قسطلانی، جلد۴ ،ص ۳۴۹

۴ -ام کلثوم بنت راہب۔

سنن ابن ماجه اور سنن ابو داؤد

۵ - ام کلثوم بنت ابو بکر۔ دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ

طبقات الاتقیاء ابن جہاں -اعلام النساء ،جلد ۴ ، ص ۲۵۰

کتاب ہدایۃ السعداء میں علامہ دولت آبادی لکھتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس جو کہ پہلے خلیفہ ابو بکر کی بیوہ تھی ان کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابو بکر پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا۔

عمر کا بی بی عائشہ کے پاس ام کلثوم بنت ابو بکر کے لئے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے۔

۱- تاریخ الخمیس علامہ حسین دیار بکری مطبوعہ العامرہ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۲۶۷

۲ - تاریخ کامل علامہ ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد نمبر ۳ ص ۲۱

۳ -: استیعاب فی معرفۃ الاصحاب علامہ ابن عبد البر مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۷۹

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد کوئی بیٹی ان کی پیدا نہ ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا حالانکہ مندرجہ ذیل شواہد سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔

۱ - تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبعہ الحسینہ قاہرہ مصر الجزء الثانی ص ۵۰

۲ - تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۶۱

۳ - تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ العامرہ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۲۷۶

۴- الاصابہ فی تمیز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعہ الشرفیہ مصر الجزء الثامن ص ۲۷۶۔ الجزء الثالث ص ۲۷ ترجمہ زید بن خارجہ اور الجزء الثالث ص ۲۱۱ ترجمہ الشماخ۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ ام کلثوم بنت ابو بکر حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں۔ چنانچہ صاحب محرقہ نے استیعاب اور کنز العمال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ام کلثوم کی ماں جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

تو ثابت ہوا کہ سنہ ۱۷ ہجری میں جس چار یا پانچ سالہ لڑکی ام کلثوم کہ جس کا عقد عمر سے ہوا وہ ابو بکر کی صاحبزادی تھیں اور مولا علی علیہ السلام کی ربیبہ تھیں۔ چونکہ عرب ثقافت ورواج کے مطابق لے پالک لڑکی کو پالنے والے کی بیٹی شمار کیا جاتا تھا تو ان کو بنت علیؑ کہا گیا۔

تحریر کو ختم کرتے ہوئے میں اس نکاح کے دور حاضر کے باراتیوں کو ایک چھکی ضرور دوں گا اور وہ بھی انہی کے شیخ الحدیث، آئمہ اور محققین کی رائے سے۔۔

شیخ المحدثین جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب رجال مشکواۃ کے صفحہ ۱۱۵ پر، امام ابن اثیر اپنی تاریخ کامل کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳ پر اور جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس نکاح کی اصلیت یوں بیان کرتے ہیں۔

اسماء بنت عمیس اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابو بکر آمده از ابو بکر یک پسر و یک دختر ام کلثوم نام زائید بعد از ان به نکاح علی بن ابی طالب آمد ۔ام کلثوم همراه مادر آمده عمرابن خطاب بام کلثوم دختر ابو بکر نکاح کرد

ترجمہ: اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں ان کے بعد ابو بکر کے نکاح میں آئیں ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئے۔ ابو بکر کے بعد آپ علی ابن ابی طالبؑ کی زوجیت میں آئیں۔ ام کلثوم اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور عمر بن خطاب نے ان ام کلثوم بنت ابو بکر سے نکاح کیا۔

تو اب اس افسانے کا جنازہ یہاں دفن کرتے ہوئے تمام اس مبینہ نکاح کے حاضر باراتیوں کے لیئے فاتحہ پڑھ کر آپ سب سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

والسلام، غلامِ ام کلثوم بنت امام علیؑ

ابوعبداللہ

آیت تطہیر میں حضرت عائشہ وحفصہ کو شامل کرنے پر ناصبی پیر مظفر شاہ قادری کو جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔ درود و سلام محمد و آل محمد علیہم السلام پر

آج کی تحریر میں بریلویت میں پنپتی ناصبیت کے رد میں قلم کو جنبش دی ہے اور سچ کہوں تو مجھے اپنے بریلوی بھائیوں سے ویسے ہی بہت ہمدردی ہے کیونکہ مکتبِ اہل بیت کی طرح عام بریلوی بھی وہابی و دیوبندی و اہل حدیث کے نشانے پر ہوتے ہیں۔ لیکن اس بار جس انداز میں بریلوی حضرات نے اپنے تیور بدلے ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہے۔ کبھی نجس النسب ایک بریلوی عالم ملعون ڈاکٹر آصف جلالی، جنابِ سیدہ (س) پر بھونک کر اپنی ماں کی نجاست کا ثبوت دیتا ہے تو کہیں خود کو سید ظاہر کرنے والے پیر اپنے باپ کا تعارف پیش کرتے نظر آتے ہیں جن میں پیر عرفان شاہ مشھدی اور پیر مظفر حسین شاہ جیسے ملعونین شامل ہیں۔

فقط بریلوی علماء تک ہی اب یہ ناصبیت محدود نہیں رہی بلکہ جھوم جھوم کر مبینہ نعت خواں حضرات بھی اس میں اپنی نسبی نجاست کی بھنگ ملا کر عام سنی بریلوی عوام کو وہابیت کا پاٹ پڑھا رہے ہیں۔

خیر تحریر طویل نہ ہو تو تمہید یہی پر روک کر اب اس مدعا پر آتا ہوں جو یہ تحریر لکھنے کی وجہ بنا۔۔

سوشل میڈیا پر کچھ ناصبی نعت خوانوں نے اس ماہ رمضان میں ناقص شہرت طلبی میں اپنے فیس بُک پیجیز سے براہ راست نشریات شروع کر رکھی ہیں اسی نشریات میں ایک دن نام نہاد پیر مظفر شاہ قادری کو بھی بلایا گیا جسے یہ مناظر اہل سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔۔۔

سنیوں کا شہنشاہ۔۔۔ مظفر شاہ مظفر شاہ۔۔

یاد رہے کہ اس ناصبی مولانا کو برادر محترم شھباز نقوی نے ولایت ٹی وی کے پلیٹ فارم سے مختصر مگر عمدہ جواب دیا تھا، خدا ہمارے بھائی کو اپنے حفظ و آمان میں رکھے۔۔

اس ویڈیو کا لنک آپ ولایت ٹی کے پیج پر ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

خیر تو اسی ملعون مظفر شاہ نامی ناصبی نے آیت تطہیر پر اپنے تئیں جگتیں مار کر اس کا مصداق اپنی امی عائشہ بنت ابو بکر اور عمر بن خطاب کی بیٹی امی حفصہ کو بنانے کی کوشش کی۔

تو آؤ خبیث الصفت پیر مظفر شاہ تمہیں آج قرآن بھی پڑھاتے ہیں اور احادیث بھی پھر دکھاتے ہیں کہ اس عظیم الشان آیت تطہیر سے تمہاری امیاں بلکہ ممیاں مراد ہیں یا پنجتن پاک کہ جس میں رسول اکرم، جنابِ سیدہ فاطمہؑ، مولائے کائنات امام علیؑ اور امامِ حسن و امامِ حسین علیہم السلام اجمعین شامل ہیں۔

بیٹا یہ تمہارا جلسہ نہیں کہ جس میں قرآنی ادبیات کی ایک دو اصطلاحات استعمال کر کے لوگوں کو بے وقوف بنالوگے۔۔۔ ہم پکے علیؑ والے ہیں۔۔گھر تک چھوڑ کر آتے ہیں۔۔

اس پروگرام میں یہ نجس پیر مظفر شاہ بڑی ہوشیاری سے کہتا ہے کہ شروع سے دیکھیں تو مونث کے صیغے استعمال ہو رہے ہیں اور ان میں خطاب ازواج مطہرات سے ہو رہا ہے۔۔۔۔ ان الفاظ کو استعمال کر کے کہتا ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے آیت تطہیر سے مراد اس کی ممیاں ہیں۔۔۔ نان سینس۔۔

چلو منے پہلی پھکی ابھی سے لیتے جاؤ۔۔

تمہیں گیارہ ازواج رسول میں یہ اپنی دو ممیاں ہی کیوں نظر آئیں اس آیت کے مصداق میں؟؟؟

باقی نو امہات المؤمنین کو تم کیا مانتے نہیں؟؟ یا آیت تطہیر میں فقط ابو بکر و عمر کی بیٹیاں ہی شامل ہیں اور باقی امہات المؤمنین شامل نہیں؟؟ اگر نہیں ہیں تو ذرا ہمیں بھی ثابت کرو کہ باقی نو ازواج کیوں شامل نہیں؟؟؟

تو وہ تمام غیر متعصب محبانِ اہل بیتؑ متوجہ ہوں جو بیچارے خود کو بریلوی مسلمان کہتے ہیں۔۔۔ آیئے اب ناصبی پیر صاحب کا آپریشن شروع کیا جا رہا ہے۔

یہاں میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ اس تحریر میں ملعون مظفر کو ٹو دا پوائنٹ جواب دوں گا اور دقیق مطالب کو بیان نہیں کروں گا۔۔ جیسا کہ لفظ اہل کے لغوی معنی و اصطلاحی معانی کیا ہے وغیرہ وغیرہ

اور میری پوری کوشش ہو گی کہ تحریر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں پیش کروں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں کہیں تحریر عام قارئین کے لیے مشکل بھی ہو جائے کیونکہ عربیات کو سمجھانا ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید سے ہی بات ہو جائے تا کہ اس ناصبی صفاتی مونث کو عربیات سمجھ آ جائیں۔۔ تو آئیں آیات ملاحظہ فرمائیں آیت تطہیر سے پہلی اور بعد والی۔۔

سورہ احزاب کی آیت 29 ملاحظہ فرمائیں

وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

اور اگر اللہ اور رسول اور آخرت کی طلبگار ہو تو خدا نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کے لئے بہت بڑا اجر فراہم کر رکھا ہے۔

اب سورہ احزاب کی آیت 30 ملاحظہ فرمائیں، جہاں ارشاد ہوتا ہے

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

اے زنانِ پیغمبر جو بھی تم میں سے کھلی ہوئی برائی کا ارتکاب کرے گی اس کا عذاب بھی دوہرا کر دیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

اب 31ویں آیت ملاحظہ ہو۔

وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اور جو بھی تم میں سے خدا اور رسول کی اطاعت کرے اور نیک اعمال کرے اسے دوہرا اجر عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق فراہم کیا ہے

اب 32 نشان والی آیت دیکھیں۔۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾

اے زنانِ پیغمبر تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا مرتبہ کسی عام عورت جیسا نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی سے لگی لپٹی بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو اسے لالچ پیدا ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔

پھر آیت 33 آتی ہے جس کا آخری حصہ آیت تطہیر کہلاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** ﴿٣٣﴾

اور اپنے گھر میں بیٹھی رہو اور پہلی جاہلیت جیسا بناؤ سنگھار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ **بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت علیہم السّلام کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔**

اب آیت تطہیر کے بعد والی آیت ملاحظہ فرمائیں

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

اور ازواج پیغمبر تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد رکھنا کہ خدا بڑا باریک بین اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔

جی قارئین یہ تھیں وہ آیات جس سے یہ جاہل ناصبی بریلوی عالم ازواج رسول میں سے فقط ابو بکر اور عمر کی بیٹیوں کو آیت تطہیر میں شامل کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ آیت تطہیر سے پہلی اور بعد والی آیات میں ازواج سے کلام ہے اور ان آیات میں مونث کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو آیت تطہیر میں اس کی مَمیاں حضرت عائشہ و حفصہ شامل ہیں۔

اب آئیں ذرا اور دقت کریں کہ کہاں کہاں **صیغہ مونث** استعمال ہوا ہے جس سے مراد ازواج ہیں اور کہاں نہیں استعمال ہوا جس سے مراد فقط اور فقط رسول خدا ﷺ، امام علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ مراد ہیں۔

(ان كنتن تردن الله)، (من يات منكن بفاحشة)

(و قرن في بيوتكن)، (واذكرن ما يتلى في بيوتكن)

ان آیات میں جمع مونث کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ ٹھیک۔۔ اب آیت تطہیر میں الفاظ ملاحظہ فرمائیں

(عنكم ـ ـ ـ يطهركم ـ ـ) یہ حصہ بالکل الگ ہے کیونکہ یہاں **جمع مذکر** کی ضمیر استعمال ہوئی ہے یعنی یہاں خواتین کی کثرت مراد نہیں تبھی اللہ نے واضح طور پر **جمع مذکر کا صیغہ** ارشاد فرمایا۔

اگر مزید آسان کروں تو میرے قارئین **جمع مونث کی ضمیر** وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں خواتین کی کثرت مراد ہوتی ہے اور **جمع مذکر کا صیغہ** وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مردوں کی کثرت ہو۔۔

تو اب ذرا یہ جاہل پیر ہمیں بتائے گا کہ وہ کون سے مرد ہیں جن کی وجہ سے خدا نے یہاں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی ہے جبکہ اس ناصبی کا دعویٰ ہے کہ آیت تطہیر میں ازواج شامل ہیں۔۔ اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو یہاں پر خدا **جمع مونث** ہی استعمال کرتا کیونکہ 11 ازواج **کثرت مونث** میں آتی ہیں تو کوئی بھی مسلمان اگر یہ دعویٰ کرے کہ معاذ اللہ قرآن جیسا

فصیح و بلیغ کلام عربی نقائص رکھتا ہے جیسا کہ یہ **ملعون مظفر شاہ** ثابت کرنے کے درپے ہے تو فوراً ہی وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اللہ کا کلام ناقص ہو ہی نہیں سکتا۔

تو قارئین اب کوئی راہ ہی نہیں بچتی جس سے کہا جائے کہ آیت تطہیر میں موجود **جمع مذکر کی ضمیر** میں عورتوں کی کثرت ہے جبھی ازواج بھی شامل ہیں کیونکہ ایسا کہنا صریحاً توہین قرآن و توہین اللہ میں آئے گا کہ معاذ اللہ قرآن ناقص ہے اور معاذ اللہ خدا کو یہی نہیں پتا کہ کہاں پر مذکر استعمال کرنا ہے اور کہاں پر مونث کی ضمیر۔۔

تو بس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں موجود ضمیر **جمع مذکر** ہے جس میں مردوں کی تعداد زیادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تو آئیں اب اسی پیرِ جاہل کی صحیح کتابوں اور اس کے اسلاف کی جمع کی ہوئی احادیث کو دیکھتے ہیں کہ آیا وہ کون سے مرد ہیں جو اس آیت میں کثیر ہیں یعنی 3 اور اس سے زیادہ اور اس آیت میں موجود اہل بیت میں کون کون شامل ہے۔۔

تو جی سب سے پہلے آپ کے امام طحاوی کے مشہور شاگرد امام طبرانی سے حوالہ پیش خدمت ہے جو تیسری و چوتھی صدی ہجری کے سرفہرست علمائے اہل سنت میں شمار کیے جاتے ہیں اور معجم الکبیر طبرانی، معجم الاوسط طبرانی اور معجم الصغیر طبرانی جیسی کتب ان کی وجہ شہرت ہیں۔

امام طبرانی المعجم الاوسط کی جلد 3 کے صفحہ 380 پر کہ جس کا حدیث نمبر 3456 ہے بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا

آیت تطہیر سیدنا علی، سیدہ کائنات، امام حسن اور امام حسین (علیہم السلام) کے متعلق نازل ہوئی۔

قال: نزلت فی خمسة: فی رسول الله، وعلی وفاطمة، والحسن والحسین۔

یہ آیت پانچ ہستیوں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی۔

حوالہ : طبرانی، المعجم الاوسط، 3:380، رقم الحدیث: 3456

اب پیش خدمت ہے اس کتاب سے حوالہ جو آپ حضرات کی ان کتابوں میں بھی صحیح ترین کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں

۔۔جی جی۔۔ صحیح مسلم کی ہی حدیث پیش کرنے جا رہا ہوں۔۔

آپ کے امام مسلم اپنی صحیح کے بابِ فضائل اہل بیتؑ میں یہ حدیث 6261 پر رقم فرماتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: " {§إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں کی صورتیں یا ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں کالے بالوں کی، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا بعد اس کے فرمایا: ”«إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا»

(۳۳-الأحزاب:۳۳) یعنی ”اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو اے گھر والو!۔“

حواله : صحيح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب فَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حديث نمبر 6261، ترقيم فوادعبدالباقي

ہاں جی پیر مظفر شاہ ناصبی؟؟؟ اب کیا کہو گے کہ کون مراد ہیں آیت تطہیر میں جبکہ یہاں تماری ماں عائشہ خود اقرار کرتے ہوئے روایت کر رہی ہیں کہ آیت تطہیر میں کون شامل ہے۔۔۔

ویسے اے جاہل مظفر شاہ چلو تمہیں ایک اور بات بتا تا چلوں کہ روایات صریحہ وصحیحہ کے ہوتے ہوئے سیاق سے استدلال کرنا عقل و منطق کے خلاف ہوتا ہے۔۔ سمجھے منے۔۔ سیاق کبھی بھی سند نہیں ہوا کرتا اس لئے کہ قرآن کوئی تصنیف یا تالیف نہیں ہے کہ اس میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔ اس میں بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں ایک تذکرہ کے بعد دوسرا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر پلٹ کر وہیں پہنچ جاتی ہے۔

چلو پھر اور احادیث پیش کرتا ہوں مگر جلدی جلدی۔۔

اب دیکھتے ہیں تمہارے مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ کہ جن کا نام امام جلال الدین سیوطی ہے جنہوں نے 500 سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور تفسیر جلالین اور تفسیر درمنثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہیں وہ امام سیوطی اپنی مشہور زمانہ تفسیر درمنثور میں اس آیت میں اہل بیت سے مراد کس کو لے رہے ہیں اور اس کا کیا شانِ نزول بیان کر رہے ہیں

امام سیوطی تفسیر درمنثور کی جلد 6 میں لکھتے ہیں

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی، ابوسعید الخذری- سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:نزلت ہٰذہ الآیۃ فی خمسۃ فیّ،وفی علی و فی فاطمۃ و حسن وحسین انما یرید اللہ لیذہب۔

ترجمہ: پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا کہ یہ آیت شریفہ پانچ ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، ان میں، میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ شامل ہیں۔

اسی طرح ابن مردویہ اور قطبیب نے ابی سعید الخذری سے روایت کی ہے:

قال :کان یوم ام سلمۃ ام المومنین لقی اللہ علیہا فنزل جبرئیل علیہ السلام علیٰ رسول اللہ ہٰذہ الآیۃ:انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً،قال فدعا رسول اللہ بحسن وحسین و فاطمۃ و علی فضّمھم الیہ و نشر علیہم الثوب و الحجاب علیٰ ام سلمۃ مضروب ثم قال اللہم ہٰؤلآء اہل بیتی اللہم اذہب عنہم الرجس و طہرھم تطہیراً قالت ام سلمۃ فانا معہم یا نبی اللہ؟ قال: انت علیٰ مکانک و انک علیٰ خیرٍ۔

ترجمہ: ابی سعید الخذری نے کہا کہ ایک دن حضرت رسول اسلام (ص) حضرت ام المومنین ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے اتنے میں "انما یرید اللہ" کی آیت لے کر جبرئیل امین نازل ہوئے، پیغمبر اکرم (ص) نے حسن و حسین اور فاطمہ و علی کو اپنے پاس بلا لیا اور ان کے اوپر ایک چادر اوڑھا دی اور حضرت ام سلمہ اور ان کے درمیان ایک محکم پردہ نصب کیا پھر آنحضرت (ص) نے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر برائی کو دور رکھ اور انہیں اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ یہ سن کر جناب ام سلمہ نے درخواست کی: اے خدا کے نبی! کیا میں ان کے ساتھ ہو جاؤں؟ آنحضرت (ص) نے فرمایا: تم بہترین خاتون ہو لیکن ان کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

حوالہ : سیوطی، درمنثور، جلد 6، صفحہ 604

اگلی حدیث

امام ترمذی اپنی سنن کے باب سورۃ الاحزاب سے بعض آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا قتيبة، حدثنا محمد بن سليمان بن الاصبهاني، عن يحيى بن عبيد، عن عطاء بن ابي رباح، عن عمر بن ابي سلمة، ربيب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا سورة الاحزاب آية 33 في بيت ام سلمة، فدعا فاطمة، وحسنا، وحسينا فجللهم بكساء وعلي خلف ظهره فجلله بكساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي، فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا "، قالت ام سلمة: وانا معهم يا نبي الله، قال: " انت على مكانك وانت على خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث عطاء عن عمر بن ابي سلمة۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت «إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا» ”اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے“ (الاحزاب: ۳۳)، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فاطمہ و حسن حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے نیچے ڈھانپ دیا، علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے آپ نے انہیں بھی چادر کے نیچے کر لیا، پھر فرمایا: ”اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت، میرے گھر والے، ان سے ناپاکی دور کر دے اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پوری طرح پاک و صاف کر دے“، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں، اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ ہی ٹھیک ہو، تمہیں خیر ہی کا مقام و درجہ حاصل ہے“

حوالہ: سنن ترمذي، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، 34۔ باب وَمِنْ سُورَةِ الأَحْزَابِ، حدیث نمبر: 3205

امام ترمذی ہی باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ میں یہی حدیث رقم کرتے ہیں جس پر امام البانی کی تخریج بھی موجود ہے

حدثنا محمود بن غيلان، حدثنا ابو احمد الزبيري، حدثنا سفيان، عن زبيد، عن شهر بن حوشب، عن ام سلمة، ان النبي صلى الله عليه وسلم جلل على الحسن , والحسين , وعلي , وفاطمة كساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي اذهب عنهم الرجس , وطهرهم تطهيرا "، فقالت ام سلمة: وانا معهم يا رسول الله؟ قال: " إنك إلى خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وهو احسن شيء روي في هذا

الباب، وفي الباب عن عمر بن ابي سلمة، وانس بن مالك، وابي الحمراء، ومعقل بن يسار، وعائشة۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر سے ڈھانپ کر فرمایا: «اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں، تو ان سے گندگی کو دور فرما دے، اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے“، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا بولیں: اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”تو (بھی) خیر پر ہے“۔

امام ترمذی کہتے ہیں:

۱ - یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مروی ہیں ان میں سب سے اچھی ہے،

۲ - اس باب میں عمر بن ابی سلمہ، انس بن مالک، ابوالحمراء، معقل بن یسار، اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

تخريج الحديث: «تفرد به المؤلف، وانظر ماتقدم برقم 3205، و3787 (تحفة الأشراف: 18165) (صحيح)

قال الشيخ الألباني: صحيح بما تقدم رقم(3435)

حواله : سنن ترمذي، كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، 61۔ باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ، حديث نمبر: 3871

ویسے تو اس پر اتنی احادیث موجود ہیں اگر پوری بیان کرنے بیٹھ گیا تو مکمل کتاب تشکیل دینا پڑ جائے گی تو اب فقط دو احادیث پیش خدمت ہیں جس سے قارئین کو تشفی حاصل ہو جائے گی۔

امام مسلم اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابة کے باب من فضائل علي بن أبي طالب میں لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بكار بن الريان ، حدثنا حسان يعني ابن إبراهيم ، عن سعيد وهو ابن مسروق ، عن يزيد بن حيان ، عن زيد بن ارقم ، قال: دخلنا عليه، فقلنا له: لقد رايت خيرا لقد صاحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه، وساق الحديث بنحو حديث ابي حيان، غير انه قال: الا وإني تارك فيكم ثقلين احدهما كتاب الله عز وجل، هو حبل الله من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على ضلالة وفيه، فقلنا:

من اهل بيته نساؤه؟ قال: لا وايم الله إن المراة تكون مع الرجل العصر من الدهر، ثم يطلقها، فترجع إلى ابيها وقومها اهل بيته اصله، وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده۔

ترجمہ: یزید بن حیان سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہم سید نا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے کہا: تم نے بہت ثواب کمایا، تم نے صحبت اٹھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔ اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک تو اللہ کی کتاب، وہ اللہ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہو گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا۔" اس روایت میں یہ ہے کہ ہم نے کہا: اہل بیت کون لوگ ہیں بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم عورت ایک مدت تک مرد کے ساتھ رہتی ہے، پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے تو اپنے باپ اور قوم کی طرف چلی جاتی ہے۔ اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھیال کے لوگ اور عصبہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

حواله : صحيح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، حديث نمبر: 6228

لو جی یہاں تو امام مسلم کہہ رہے ہیں کہ اکابر صحابہ بھی ازواج رسول کو اہل بیتؑ میں شمار نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قسم کھا کر کہہ رہے ہیں۔۔ ھاھاھاھا

اب ان سے ایک روایت جن کی ایک بیٹی کو یہ ناصبی ملاماں حفصہ کہتا ہے۔۔

عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں آگے آگے جا رہا ہوں اور تم سب میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے والے ہو، یہ ایسا حوض ہے جس کی وسعت صنعاء سے بصریٰ کے برابر ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر چاندی کے پیالے ہوں گے اور جب تم لوگ وارد ہو گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا لہذا اس کا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، یاد رکھو سبب اکبر کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا خدا کے پاس ہے اور ایک تمھارے پاس ہے، اس سے وابستہ رہنا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کرنا اور دوسرا ثقل میری عترت اور میری اہلبیت (ع) ہیں، خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کی عترت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے اہلبیت (ع) اولاد علی (ع) و فاطمہ (ع) ہیں، جن میں سے نو حسین (ع) کے صلب سے ہوں گے، یہ سب ائمہ ابرار ہوں گے اور یہی میری عترت ہے جو میرا گوشت اور میرا خون ہے۔

حواله: كفاية الاثر ص 91 ، تفسیر برہان ، 9/1 نقل از ابن بابويه در كتاب النصوص على الائمة

تو قارئین بہت سی روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس آیہ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد چند مہینے تک بعض روایات میں 4 مہینے، بعض میں 8 مہینے اور بعض میں 9 مہینے ذکر ہوئے ہیں کہ نماز صبح کے وقت پیغمبر اکرم (ص) جب در فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے گزرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:

"الصلاۃ! یا أہلَ البیتِ ;إِنَّمَا یُرِیدُ اللہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمْ الرِّجْسَ أہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا

"اے اہل بیتؑ نماز کا وقت ہے، خداوند عالم کا ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس اور برائی کو دور رکھے اور ایسا پاکیزہ قرار دے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے!"

اس حدیث کو مشہور و معروف مفسر حاکم حسکانی نے اپنی تفسیر "شواہد التنزیل" میں "انس بن مالک" سے نقل کیا ہے۔

اسی مذکورہ کتاب میں ایک دوسری حدیث کے ضمن میں "سات مہینے" کی روایت "ابی الحمراء" سے نقل کی ہے، (یعنی پیغمبر اکرم (ص) سات مہینے تک درِ فاطمہ پر آکر مذکورہ جملے فرمایا کرتے تھے

نیز اسی کتاب میں آٹھ مہینے کی روایت "ابوسعید خدری" سے نقل کی گئی ہے۔

قارئین کرام! مدت میں فرق ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انس نے چھ ماہ، ابوسعید خدری نے آٹھ ماہ اور ابن عباس نے نوماہ تک اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو۔ جس نے جتنی مدت دیکھا ہے اسی اعتبار سے نقل کیا ہے حالانکہ ان کی روایت میں کوئی دوسرا اختلاف نہیں ہے۔

بہرحال اتنی مدت تک پیغمبر اکرم (ص) کا ہر روز اسی عمل کی تکرار کرنا ایک طے شدہ مسئلہ تھا، کیونکہ آنحضرت (ص) اپنے اس عمل سے یہ بات بالکل واضح کرنا چاہتے تھے کہ "اہل بیت" سے مراد صرف اس گھر کے رہنے والے ہیں، تاکہ آنے والے زمانہ میں کسی کے لئے کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے، اور یہ بات سب کو معلوم ہوجائے کہ یہ آیت صرف اور صرف ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن واقعاً تعجب کی بات ہے کہ اس قدر تاکید کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک یہ مسئلہ واضح نہ ہوسکا، کیا واقعاً یہ تعجب کا مقام نہیں ہے!!

خصوصاً جب مسجد النبی (ص) کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرادئے گئے، صرف پیغمبر اکرم (ص) اور حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کھلے رہے کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمان جاری کیا تھا کہ ان دو دروازوں کے علاوہ تمام دروازے بند کردئے جائیں۔

یہاں تحریر کو جبراً روک رہا ہوں تا کہ قارئین اکتا نہ جائیں۔۔ پر ایک سوال کا اعادہ ضرور کروں گا جو برادر شہباز نقوی نے ولایت ٹی وی پر کیا تھا۔

اپنی ہی کسی کتاب سے اپنے اکابر اصحاب یا خود امہات المؤمنین میں سے کسی زوجہ فقط ایک قول ہی دکھا دو جس میں یہ دعویٰ ہو کہ آیت تطہیر میں ازواج بھی شامل ہیں۔؟

پس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں اہل بیتؑ سے مراد فقط اور فقط رسول اکرم (ص)، مولا علی (ع)، جنابِ سیدہ فاطمہ (س)، امامِ حسن (ع) اور امام حسین (ع) ہیں۔

خدا کی لعنت ہو خدا کی کتاب کو ناقص قرار دینے والوں پر اور اس کی تفسیر میں تقصیر کرنے والوں پر۔۔

لعنت بر ناصبی پیر مظفر شاہ قادری

والسلام، ابوعبداللہ

اولادِ رسول امام حسنؑ کا قاتل کون؟

معاویہ بن ابوسفیان پر مکمل جے آئی ٹی رپورٹ!

تو ایک جاہل مفتی عامر لیاقت کے پروگرام میں بیٹھ کر اپنے اجداد کا دفاع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قتل امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام میں صحابہ شامل نہیں تھے۔۔

چلو مفتی حنیف قریشی آؤ تمہیں تمہاری ہی مستند کتابوں سے دکھا دیتے ہیں کہ اولادِ رسول اکرم کے قاتل یقیناً تمہارے کاتبِ وحی اور اصحاب اور ان کے بیٹے ہی تھے۔۔

نوٹ: ممکن ہے یہ تحریر تھوڑی طویل ہو جائے

میں قطعاً کوئی تمہید نہیں باندھ رہا بلکہ براہ راست اہل سنت کے حوالے مع عربی متن پیش کر رہا ہوں تاکہ کم الفاظ میں منہ توڑ جواب دے سکوں۔

قاتل امام حسن علیہ السلام کون؟

پہلا حوالہ: الطبقات الکبری میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ:

وقال الشعبي: إنما دس اليها معاوية فقال سمي الحسن وأزوجك يزيد وأعطيك مائة الف درهم فلما مات الحسن

شعبی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

و قال ابن سعد في الطبقات: سمه معاوية مرارا لأنه كان يقدم عليه الشام هو و أخوه الحسين (ع)۔

ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ: معاویہ نے امام حسن (ع) کو کئی بار زہر دیا کیونکہ وہ معاویہ کے پاس شام آنا چاہتے تھے۔

حواله :سبط بن الجوزی الحنفی، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلی بن عبد الله البغدادی ، تذكرة الخواص، ص191۔ 192، ناشر: مؤسسة أهل البيت . بيروت

دوسرا حوالہ:

معاوية كما قيل دهاء فدس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس و كانت زوجة الحسن رضي الله عنه شرية و قال لها إن قتلت الحسن زوجتك بيزيد۔ فلما توفي الحسن بعثت إلي معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد۔

معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کر دیا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو، معاویہ نے پیغام دیا کہ میں یزید سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ سالہا سال زندہ رہے۔

حوالہ: السعدي الخزرجي، موفق الدين أبي العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ج1، ص174، تحقيق: الدكتور نزار رضا، ناشر: دار مكتبة الحياة – بيروت۔

تیسرا حوالہ: امام اہل سنت امام قرطبی اپنی کتاب التعریف بالأنساب میں لکھتے ہیں:

و مات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية۔

حسن مسموم دنیا سے گئے کہ ان کی بیوی نے معاویہ کے حکم ان کو زہر دیا تھا۔

حوالہ: القرطبی الحنفی، أحمد بن محمد بن إبراهيم الأشعري (متوفی550ھ)، التعريف بالأنساب والتنويه بذوي الأحساب، ج1، ص3

چوتھا حوالہ: امام نویری اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں

قال: و قال أبو قتادة و أبو بكر بن حفص: سم الحسن ابن علي رضي الله عنهما: سمته امرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ قال: و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها في ذلك، وكان لها ضرائر و أنه وعدها بخمسين ألف درهم، و أن يزوجها من يزيد، فلما فعلت وفي لها بالمال، و قال: حبنا ليزيد يمنعنا من الوفاء لك بالشرط الثانى۔

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ: یہ کام معاویہ کی سازش کی وجہ سے ہوا کیونکہ معاویہ امام کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ معاویہ نے اس کو وعدہ دیا کہ اگر یہ کام کرو گی تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید کی تم سے شادی کروں گا۔ جب جعدہ نے یہ کام

انجام دے دیا تو معاویہ نے اس کو درہم تو دے دیئے اور کہا کہ مجھے یزید کی جان عزیز ہے اس لیے میں اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا۔

حوالہ: النويري،شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب(متوفى733هـ)، نهاية الأرب في فنون الأدب،ج 20، ص201، تحقيق مفيد قمحية و جماعة، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

پانچواں حوالہ: امام زمخشری نے لکھا

جعل معاوية لجعدة بنت الأشعث امرأة الحسن مائة ألف حتي سمته، و مكث شهرين و إنه ليرفع من تحته كذا طستاً من دم

معاویہ نے ایک لاکھ دینار امام حسن کی بیوی کو دیئے اور اس سے کہا کہ امام کو زہر دے دو، امام اس واقعے کے دو ماہ بعد زندہ رہے۔ زہر کا اتنا اثر ہوا کہ خون سے بھرا ہوا طشت بار بار امام کے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

حوالہ: الزمخشري الخوارزمي، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله (متوفى538هـ)، ربيع الأبرار، ج1، ص438

چھٹا حوالہ: امام بلاذری نے انساب الأشراف میں لکھا

معاوية دس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس امرأة الحسن، و أرغبها حتي سمته و كانت شانئة له۔

معاویہ نے مخفی طور پر جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ اور اس کو اتنا اصرار کیا کہ امام کو مسموم کرو، اس کا رابطہ امام سے ٹھیک نہیں تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔۔

و قال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلي ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مائة ألف دينار علي أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت

ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے سازش کی اور سہیل ابن عمرة کی بیٹی کہ جو امام حسن کی بیوی تھی، سے کہا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دو تو تم کو ایک لاکھ دینار دوں گا، اس نے بھی اس کام کو انجام دے دیا۔

حوالہ: البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفى279هـ)، أنساب الأشراف، ج1، ص389

ساتواں حوالہ:

أن مروان بن الحكم الذي كان حاكما للمدينة من قبل معاوية بن أبي سفيان قد أرسله معاوية و معه منديل ملطخ بالسم و قال له أن عليه بأي تدبير يستطيعه أن يخدع جعده بنت الأشعث بن قيس زوجة الحسن حتي تقدم بعدها علي إزالة وجود الحسن من هذه الدنيا بواسطة هذا المنديل، وقل لها عني أنها إذا أرسلت الحسن إلي العالم الآخر وأتمت المهمة فإن لها خمسين ألف درهم و أنها ستكون زوجا ليزيد۔ فأسرع مروان بن الحكم إلي المدينة ليقوم بما قاله معاوية و سعي جاهدا إلي خداع جعدة التي كان لقبها (أسماء) التي انطلت عليها الحيلة و نفذت ما قاله معاوية و دست السم للإمام الحسن عليه السلام الذي سري في جسده فنقل إلي دار السلام۔

مروان ابن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ آیا تاکہ معاویہ کے حکم پر عمل کر سکے۔

آخر کار مروان نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

حواله: الأحمد نكري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسول الحنفي الهندي، دستور العلماء أو جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، ج4، ص50، تحقيق: عرب عباراته الفارسية: حسن هاني فحص، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

آٹھواں حوالہ: ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا:

عن مغيرة، قال: أرسل معاوية إلي ابنة الأشعث إني مزوجك بيزيد ابني، علي أن تسمي الحسن بن علي، و بعث إليها بمائة ألف درهم

مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: ابو الفرج الاصفهاني، مقاتل الطالبيين، (متوفى356هـ)، مقاتل الطالبين، ج1، ص20، باب رجع الحديث الي خبر الحسن

نواں حوالہ: امام ابن اعثم شافعی اپنی کتاب الفتوح میں لکھا ہے

سمعنا من الثقات أنه حين قرر معاوية بن أبي سفيان أن يجعل ولده يزيدا ولي عهده، مع علمه بأن هذا الأمر صعب المنال نظر لأن الصلح الذي أبرم بينه و بين الحسن بن علي كان من بين شروطه أن يترك معاوية أمر المسلمين شوري بينهم بعد وفاته۔ لذلك سعي في موت الحسن بكل جهده، و أرسل مروان بن الحكم (طريد النبي صلي الله عليه و آله وسلم) إلي المدينة و أعطاه منديلا مسموما و أمره بأن يوصله إلي زوجة الحسن جعدة بنت الأشعث بن قيس بما استطاع من الحيل لكي تجعل الحسن يستعمل ذلك المنديل المسموم بعد قضاء حاجته و أن يتعهد لها بمبلغ خمسين ألف درهم و يزوجها من ابنه۔ فذهب مروان تنفيذا لأمر معاوية و استفرغ جهده حتي خدع زوجة الحسن و نفذت المؤامرة و علي إثر ذلك انتقل الحسن إلي دار السلام و اغترت جعدة بمواعيد مروان و أقدمت علي تلك الجريمة الشنعاء۔

میں نے مورد اطمینان افراد سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس نے صلح نامے میں امام حسن کو وعدہ دیا تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنائے گا۔ اس لیے اس نے پوری کوشش شروع کر دی کہ امام حسن کو قتل کر دے۔ اسی لیے معاویہ نے مروان ابن حکم کو مدینہ روانہ کیا اور معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ گیا اور آخر کار اس نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر اس گناہ کو انجام دیا اور امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

حواله: الكوفي، أبي محمد أحمد بن أعثم (متوفى314ھ)، كتاب الفتوح، ج 4، ص 319، تحقيق: علي شيري (ماجستر في التاريخ الإسلامي)، ناشر: دار الأضواء للطباعة و النشر و التوزيع . بيروت

دسواں حوالہ: امام تلمستانی نے لکھا ہے کہ:

و مات الحسن، رضي الله عنه، مسموما يُقال إن امرأته " جَعْدة " بنت الأشعث بن قيس سمَّته۔ دَسَّ إليها معاوية أن تسمَّه فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، و زوَّجها من يزيد فلما مات الحسن وفَّي لها بالمال و قال لها: حاجة هذا ما صنعت بابن فاطمة، فكيف تصنع بابن معاوية؟ فخسرت و ما ربحت۔

حسن (ع) مسموم دنیا سے گئے اور کہا گیا ہے کہ امام کی بیوی نے جعدہ بنت اشعث بن قیس نے امام کو زہر دیا تھا۔ معاویہ نے مخفی طور پر اس کو پیغام دیا کہ اگر تم امام حسن کو شہید کرو تو میں تم کو 40 ہزار درہم دوں گا اور تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کیا تو معاویہ نے اسے درہم تو دیئے لیکن اس سے کہا کہ جب تم نے فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ یہ کیا ہے تو تم میرے بیٹے یزید کے ساتھ کیا کرو گی۔ پس جعدہ نے اپنا نقصان کیا اور اسکو کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

حواله: الانصاري التلمساني، محمد بن أبي بكر المعروف بالبري (متوفى644ھ) الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة، ج1، ص282

گیارہواں حوالہ: امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں

و قال قتادة و أبو بكر بن حفص سم الحسن بن علي سمته إمرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها من ذلک و كان لها ضرائر و الله أعلم

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

یہ کام معاویہ نے جعدہ کے ساتھ سازش کی تھی اور اسکو یہ کام کرنے پر مال بھی دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاویہ کی چند بیویاں تھیں کہ شاید انھوں نے معاویہ کو یہ کام کرنے کا کہا تھا۔

حواله: النمري القرطبي المالكي، ابوعمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر (متوفى 463ھ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج1، ص389، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار الجيل – بيروت

بارہواں حوالہ: امام مسعودی شافعی نے لکھا ہے کہ:

و ذكر أن امرأته جَعْدة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم، و قد كان معاوية دسَّ إليها: إنك إن احتلْتِ في قتل الحسن وَجَّهت إليك بمائة ألف درهم، و زوَّجتك من يزيد

جعدہ بنت اشعث بن قیس کہ جو امام حسن کی بیوی تھی۔ اس نے امام کو معاویہ کے کہنے پر زہر دیا کیونکہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى346ھ) مروج الذهب، ج1، ص346، باب ذكر خلافة الحسن بن علي بن أبي طالب

حوالے اور بھی ہیں پر میں یہاں بارہ امامی ہونے کے باعث فقط 12 حوالے پیش کیے ہیں۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

مسیار اور جہاد النکاح کی ناجائز اولادوں کو نکاح متعہ پر جواب

یہاں میں اپنا وہ مناظرہ نقل کرتا ہوں جو کئی سال پہلے شاید میں انٹر کے فرسٹ ایئر میں ہونگا۔۔ایک اہل سنت بریلوی عالم سے ہوا تھا جس کے بعد اس بیچارے عالم کو اس کی مسجد سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔

تو وقت ضائع کیے بغیر وہی مکالمہ (مزید حوالوں) کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

مولانا: آپ لوگ متعہ کیوں کرتے ہیں؟

ابوعبداللہ: آپ لوگ متعہ کیوں نہیں کرتے؟

مولانا: یہ حرام نکاح ہے۔

ابوعبداللہ: حرام نکاح؟؟ اگر یہ حرام نکاح ہے تو پھر قرآن مجید میں اس نکاح کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے اس کا مہر ادا کرنے کا حکم کیوں دیا؟؟

مولانا: ہیں ہیں۔۔ قرآن میں کہاں آ گیا؟؟

ابوعبداللہ: محترم آپ اس مسجد میں کہاں سے آ گئے بنا قرآن پڑھے اور وہ بھی مولانا بن کر اور اتنا بڑا بڑا کیوں لکھ رکھا ہے اپنے حجرے کے باہر کہ آپ اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹر ہیں اور نجانے کس دار العلوم سے فاضل بھی؟ کیا وہاں قرآن مجید کے علاوہ کچھ اور پڑھا کر عالم فاضل کی جعلی ڈگری دی جاتی ہے؟؟ (مولانا کا چہرہ عجیب ہونے لگا اور رنگ بھی)

مولانا: آپ مجھے چھوڑیں اور سیدھا سیدھا ثابت کریں (جھنجھلا کر بولے)

ابوعبداللہ: محترم لگتا ہے آپ قرآن کو چھوڑ چکے ہیں تبھی مجھ سے ثبوت مانگ رہے ہیں (میں ہنستے ہوئے بولا)۔۔ اور بھائی ہم شیعہ ہی کیوں ثابت کرتے رہیں؟؟ آپ نے بھی تو دعویٰ کیا ہے کہ یہ حرام نکاح ہے تو آپ مجھے ثابت کر دیں کہ یہ

حرام کیسے ہے۔۔ پھر میں قرآن اور شریعتِ محمدی کا دفاع کرتے ہوئے یہ ثابت کروں گا کہ آپ بالکل غلط ہیں۔۔ اور ویسے بھی میں آپ سے عمر (دل میں بولا بے شمار) بہت چھوٹا ہوں شروعات تو آپ کو کرنی چاہیے۔۔ لو جی جاہل کی دم پر تعریف کا پاؤں رکھ دیا میں نے۔۔

مولانا: ٹھیک ہے میں ثابت کر دیتا ہوں کہ یہ حرام ہے۔۔

ابوعبداللہ: یہ ہوئی نابڑوں والی بات۔۔ جی بسم اللہ

مولانا: صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ
ال عمر ثلاث کن علی عهد رسول الله(ص) وانا محرمهن و معاقب علیهن : متعة الحج، متعة النساء وحیّ علی خیر العمل فی الاذان ۔
عمر نے کہا رسول اللہ (ص) کے زمانے میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور انجام دینے والوں کو سزا دوں گا، وہ متعہ حج، متعہ نساء اور اذان میں حی علی خیر العمل کا جملہ ہے۔
صحیح بخاری ، باب التمتع والقران والافراد، ح ۱۵۶۳ ، صحیح مسلم، باب جواز التمتع، ح۱۲۲۳

ابوعبداللہ: مجھ سے تو ہنسی کنٹرول نہ ہوئی اور بولا۔۔ مولانا صاحب آپ نے شیعوں کے بغض میں متعہ کو حرام کرتے کرتے دوسرے خلیفہ کو بھی مشکوک کر دیا؟ (مولانا اور ان کے ساتھ بیٹھے کچھ چیلے ایک دم سٹ پٹا گئے)

مولانا: بیٹا آپ ابھی بچے ہیں ایسی باتیں نا کریں جبکہ میں حدیث شریف دکھا چکا ہوں۔

ابوعبداللہ: اچھا یہ جو حدیث آپ نے بیان کی ہے اس میں یہی ہے نا کہ رسول اللہ کے زمانے میں یہ تین چیزیں جن میں سے ایک متعہ ہے وہ حلال تھیں اور دوسرے خلیفہ نے اقرار بھی کیا اور ساتھ میں حرام بھی کر دیا۔۔ ایسا ہی ہے؟

مولانا: جھٹ سے بولے۔۔ ہاں بالکل ان چیزوں کو فاروقِ اعظم نے اجتھاد کرتے ہوئے حرام کیا تھا؟

ابوعبداللہ: ٹھیک یعنی آپ بھی حضرت عمر کی طرح یہ مانتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کے زمانے میں حلال اور جائز تھا۔

مولانا: بالکل بالکل۔۔

ابوعبداللہ: تو کیا دوسرے خلیفہ نے یہ حدیث نہیں سن رکھی تھی کہ

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
اللہ اور اس کے رسول کا حرام قرار دیا ہوا، قیامت تک حرام ہے۔۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے ان کا حلال اور جائز کیا ہوا قیامت تک جائز و حلال ہے؟ آپ ہی کی صحیح السند حدیث ہے نا یہ؟؟ (میں مسکراتے ہوئے بولا) تو پھر جب خدا اور اس کے رسول نے حرام نہیں کیا جو کہ عمر خود اقرار کر رہے ہیں تو پھر انہوں نے اجتہاد کرتے ہوئے حلالِ محمد کو اپنے زمانے میں حرام کیسے کر دیا؟؟ جواب دیں؟؟ یا تو یہ مانیں کہ میری پیش کی گئی حدیث غلط ہے اور ساتھ میں یہ بھی ثابت کریں کہ کیسے غلط ہے جبکہ یہ حدیث جامع الحدیث الصحیحۃ میں بھی موجود ہے اور تمام علماء رجال اس کی سند کو صحیح مانتے ہیں۔
اب تو چہرے پر ہوائیاں اڑانے لگیں۔۔ قسم سے۔۔

مولانا: ہکا بکا ہو کر بولے۔۔۔ یہ بھی تو حدیث ہے جو میں نے پیش کی ہے وہ بھی تو صحیح ہے تو اسے مان لیں آپ؟ (ساتھ ساتھ وہ کتابوں کے صفحات پلٹتے ہوئے بولے)

ابوعبداللہ: یعنی جواب ہے ہی نہیں آپ کے پاس جو میں نے آپ سے سوال کیا ہے (ساتھ بیٹھے ان کے چیلوں کا منہ دیکھنے والا تھا)۔۔ میں پھر بولا۔۔ اچھا چلیں اس کو مان لیتے ہیں۔۔ ٹھیک۔۔ تو یہ بتائیں کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے ٹکرائے تو کیا آپ حدیث کو مانیں گے یا قرآن مجید کی آیت کو؟

مولانا: (اپنی کتاب کے صفحات پلٹتے ہوئے) یقیناً قرآن کا مقابلہ کسی سے ہو نہیں سکتا۔۔

ابوعبداللہ: سبحان اللہ مولانا سبحان اللہ۔۔ آپ کی ان کتابوں کے ساتھ جو قرآن رکھا ہے کیا اس میں سورہ نساء کی آیت 24 کھول کر پڑھ سکتے ہیں ترجمہ کے ساتھ؟

مولانا: (مولانا کو سارے چیلے گھورنے لگے۔۔ اتنے میں سے ایک چیلے نے فوراً قرآن اٹھا کر سورہ کھول لی) مولانا نے جذباتی انداز میں فوراً قرآن پاک اس کے ہاتھ سے لیا اور بولے کون سی آیت ہے نشان بتائیں؟

ابوعبداللہ: بتایا تو تھا۔۔ سورہ نساء کی چوبیسویں آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔۔

مولانا: بات کاٹتے ہوئے۔۔ میں پڑھتا ہوں آپ تحمل کریں۔۔

ابوعبداللہ: جی جی بسم اللہ۔۔ معذرت چاہتا ہوں۔۔ ترجمہ بھی ضرور پڑھیے گا

مولانا: یقیناً۔۔ پھر مولانا نے شروع سے آیت پڑھنا شروع کر دی۔ اور ترجمہ پڑھتے ہوئے کہتے: اللہ فرمارہا ہے کہ

ابوعبداللہ: اب میں بات کاٹتے ہوئے۔۔ قبلہ بس اس کا ترجمہ کر دیں کہ جہاں سے فما استمتعتم سے شروع ہے۔

مولانا: (مولانا اور اس کے چیلوں نے عجیب نظروں سے مجھے گھورا) مولانا اپنی عینک نیچے کرتے ہوئے پڑھنے لگے۔۔ اللہ فرمارہا ہے: اور ان عورتوں میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو ان کی مقررہ اجرتیں ادا کر دو۔ اور اگر زرِ مہر مقرر کرنے کے بعد تم آپس میں (کم و بیش پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ بہت جاننے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

ابوعبداللہ: (آیت کا ترجمہ پڑھنا تھا کہ چیلوں پر بجلی گری) میں نے فوراً ترجمہ کو وہیں سے پکڑا اور بولا۔۔ جن عورتوں سے تم متعہ کرو۔۔ قبلہ یہی ترجمہ ہے نا۔۔ یہ تو محکم آیت ہے جناب۔ صاف صاف قرآن کا حکم ہے۔

مولانا: (چیلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے) ہاں یہی ترجمہ ہے۔۔ لیکن یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تبھی تو فاروق اعظم نے اجتھاد کیا تھا۔

ابوعبداللہ: (میں مسکراتے ہوئے) اچھا منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تو جناب اگر یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی بقول آپ کے تو پھر اس آیت کے نسخ پر دوسری ناسخ آیت آئی ہو گی، وہ دکھا دیں کہاں پر ہے اور کون سی ہے؟

مولانا: (اپنی کتابوں کے صفحات ٹٹولتے ہوئے) اس آیت کو رسول نے منسوخ کیا تھا اپنے حکم سے۔۔

ابوعبداللہ: ارے قبلہ۔۔ پہلی بات تو یہ کہ آیت کوئی دوسری آیت ہی منسوخ کر سکتی ہے، کوئی حدیث آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چلیں فی الحال مان بھی لیں تو دوسری بات یہ ہے کہ آپ فرما چکے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رسول کے زمانے میں جائز تھا جسے میں حرام کرتا ہوں۔۔ تو جب رسول نے اپنے زمانے میں ہی اسے منسوخ کر دیا تھا تو پھر عمر یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ رسول کہ زمانے میں جائز تھا؟؟ اور منسوخ ہی ہو چکا تھا تو پھر عمر کو کیا ضرورت تھی اسے حرام کرنے کی؟

اب تو مولانا کی نیچے سے زمین سرکنے لگی۔۔ پھنس گئے بری طرح۔۔ اتنے میں ایک چیلہ جذباتی ہو کر بولا، امام صاحب۔۔ جواب دیں نا اس کا۔۔

مولانا کچھ نا بول سکے اور کتابوں کے صفحے پلٹتے رہے

ابوعبداللہ: (اتنے میں نے اس چیلے کو مخاطب کر کے کہا) یہ جواب ہی نہیں دے سکتے۔۔ کیونکہ اگر جواب ہاں میں ہو گا تو قرآن اور ان کی پیش کی گئی حدیث کو جھٹلانا پڑے گا اور اگر نہ میں دیا تو، حضرت عمر دائرہ اسلام سے باہر ہو جائیں شریعت کا اور قرآن کا حکم جھٹلا کر چلیں میں خود ہی آپ کی کتابوں سے کچھ احادیث پیش کر کے حجت تمام کر دیتا ہوں۔۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ زمانہ رسول سے لے کر پہلے خلیفہ اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ عرصے تک متعہ نا صرف جائز تھا بلکہ صحابہ کرام خود بھی متعہ کیا کرتے تھے۔۔۔ کیوں مولانا کو مزید زحمت دیں۔۔

حوالہ نمبر 1 :

وحدثنا الحسن الحلواني ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، قال: قال عطاء : قدم جابر بن عبد الله معتمرا، فجئناه في منزله، فساله القوم عن اشياء، ثم ذكروا المتعة، فقال: " نعم استمتعنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر، وعمر " .

عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے آئے اور ہم سب ان کی منزل میں ملنے کے لیے گئے اور لوگوں نے ان سے بہت باتیں پوچھیں پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا ہے۔

باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ أَنَّهُ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيمُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: صحيح مسلم - حديث نمبر: 3415

حوالہ نمبر 2 :

وحدثنا محمد بن بشار ، حدثنا محمد بن جعفر ، حدثنا شعبة ، عن عمرو بن دينار ، قال: سمعت الحسن بن محمد ، يحدث، عن جابر بن عبد الله ، وسلمة بن الاكوع ، قالا: خرج علينا منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: " إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اذن لكم ان تستمتعوا يعني: متعة النساء " .

سیدنا جابر اور سلمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی نکلا اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

صحيح مسلم، باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، حديث نمبر: 3413

حوالہ نمبر 3:

صحیح مسلم حدیث نمبر: 3416

حدثني محمد بن رافع ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، اخبرني ابو الزبير ، قال: سمعت جابر بن عبد الله ، يقول: " كنا نستمتع بالقبضة من التمر، والدقيق الايام

على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر حتى نهى عنه عمر في شان عمرو بن حريث" ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم متعہ کرتے تھے یعنی عورتوں سے کئی دن کے لئے ایک مٹھی کھجور اور آٹا دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے عمرو بن حریث کے قصہ میں منع کیا۔

حوالہ نمبر 4:

حدثنا حدثنا حامد بن عمر البكراوي ، حدثنا عبد الواحد يعني ابن زياد ، عن عاصم ، عن ابي نضرة ، قال: كنت عند جابر بن عبد الله، فاتاه آت، فقال ابن عباس، وابن الزبير، اختلفا في المتعتين، فقال جابر : فعلناهما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم نهانا عنهما عمر، فلم نعد لهما۔

ابو نضرہ نے کہا کہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دونوں متعوں (یعنی حج تمتع اور عورتوں کے متعہ) میں اختلاف کیا ہے۔ سو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دونوں متعے کیے ہیں پھر ان دونوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کو نہیں کیا۔

حوالہ: صحيح مسلم الجزء الأول صفحة 672

حوالہ نمبر 5 :

حدثنا إسحاق بن جبرائيل البغدادي، اخبرنا يزيد، اخبرنا موسى بن مسلم بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر بن عبد الله، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" من اعطى في صداق امراة ملء كفيه سويقا او تمرا فقد استحل"۔ قال ابو داود: رواه عبد الرحمن بن مهدي، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر موقوفا۔ ورواه ابو عاصم، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر، قال: كنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نستمتع بالقبضة من الطعام على معنى المتعة۔ قال ابو داود: رواه ابن جريج، عن ابي الزبير، عن جابر، على معنى ابي عاصم۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی عورت کو مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجور دیا تو اس نے (اس عورت کو اپنے لیے) حلال کر لیا“۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے صالح بن رومان سے انہوں نے ابوزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اسے ابوعاصم نے صالح بن رومان سے، صالح نے ابوالزبیر سے، ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مٹھی اناج دے کر متعہ کرتے تھے ا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے ابن جریج نے ابو الزبیر سے انہوں نے جابر سے ابوعاصم کی روایت کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

سنن ابي داود، كِتَاب النِّكَاحِ، 30۔ باب قِلَّةِ الْمَهْرِ، حديث نمبر: 2110

حوالہ نمبر 6:

سورہ نساء کی آیت 24 کے ذیل میں حضرت ابن عباس نے فرمایا:

ما کانت المتعة الا رحمة من الله رحم بها امة محمد لو لا نهى عمر مازنی الاشقی ۔

امت محمد (ص) کے لیے متعہ اللہ کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اگر حضرت عمر اسے ممنوع قرار نہ دیتے تو شقی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا۔

نهاية المجتهد ۲:۵۷ ۔ تفسیر قرطبی ۵ : ۱۳۰ ۔ تفسیر سمرقندی ۱ :۳۴۶

حوالہ نمبر 7:

أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَ اللَّفْظُ لَهُ قَالَ أُنْزِلَتِ الْمُتْعَةُ فِي كِتَابِ اللهِ وَ عَلِمْنَاهَا وَ فَعَلْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ص وَ لَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ بِتَحْرِيمِهَا وَ لَمْ يُنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ رَسُولُ اللهِ (ص)

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں عمران بن حصین سے متعۃ النساء اور اس کے الفاظ کے بارے میں روایت کرتے ہوئے کہا: متعہ کا حکم قرآن میں آیا ہے اور ہم اسے جانتے بھی ہیں اس پر رسول اللہ (ص) کی موجودگی میں عمل بھی کئے ہیں۔ اور قرآن میں کوئی آیۃ بھی نہیں اتری ہے جو اسے حرام قرار دیتی ہو اور اس سے منع بھی نہیں کیا گیا؛ یہاں تک کہ رسول خدا (ص) اس دار فانی سے رخصت کر گئے۔ اسی روایت کے ذیل میں نقل کیا ہے: عبد المحمود بن داود نے کہا دیکھئے کہ صحاح ستہ کی واضح احادیث جو نکاح متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سب کا یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے فقط یہ دیکھیں کہ ان کے خلیفہ عمر نے نبی کی شریعت میں تبدیلی لائی ہے پھر یہ دیکھیں کہ ان کے ماننے والے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے ممنوع سمجھتے ہیں پس کیا یہ جائز ہے کہ انبیاء کی شریعت میں ان کے اصحاب اور نمائندے تبدیلی لائیں یا اپنے لئے ایک جدید حکم منتخب کرے جو سنت رسول کے خلاف ہو؛ تو کیا یہ لوگ اس آیہ شریفہ کا مصداق نہیں ہونگے ؟!!

الطرائف فی معرفة مذاهب الطوائف، ج۲۴۵۹، نهی عمر عن المتعة، ص ۴۵۷

حوالہ نمبر 8:

ایک مرد شامی نے عبد اللہ بن عمر سے متعہ حج کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا حلال ہے۔ تو مرد شامی نے کہا: آپ کے والد نے تو اسے حرام قرار دیا ہے عبد اللہ نے نے کہا: میرے بابا نے مع کیا ہے اور رسول خدا (ص) نے اس پر عمل کیا ہے۔ اب تو خود بتا کہ میں کیا کروں؟ میرے بابا کے روکنے کو عملی کروں یا سنت پیغمبر (ص) کو اپناؤں؟! اور میں پیغمبر (ص) کی سنت کو اپناؤں گا دور ہو جا یہاں سے۔

سنن ترمذی، ح ۴۲۸

حوالہ نمبر9:

اور میرے بھائیوں جو اوپر حدیث نقل کی تھی میں نے محمد کا حرام قیامت تک حرام والی اس کا حوالہ یہ ہے۔

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

تخريج الحديث: صحيح: أخرجه المصنف فی التاريخ الكبير: 8/54 و أحمد: 23854 و الطبراني فی الكبير: 20/256 و البزار فی مسند: 6/50 و البيهقي فی الشعب: 12/99 - الصحيحة: 65

اب تو وہ زلزلہ آیا کہ چہرے پیلے ہو گئے مولانا اور ان کے چیلوں کے۔۔۔ ایسا لگتا تھا جسموں میں روح ہی نہیں۔۔

پھر تھوڑی دیر بعد سکوت ٹوٹا۔۔ تو مولانا نے فرمایا۔۔

آپ سادات میں سے ہیں؟؟

میں نے کہا الحمد للہ۔۔ سید ہوں۔۔

پھر انکساری چہرے پر چڑھا کر اپنے چیلوں کو گھورتے ہوئے ایک جملہ کہا جسے میں آج تک نہیں بھولا اور نا ہی ان کا وہ انداز۔۔۔ کہنے لگے۔۔

"بے شک۔۔ سید کا بیٹا، سید ہی ہوتا ہے!!"

مناظرہ، ابوعبداللہ

مبینہ علمی کتابی جاہل مولوی سے توسلِ اہل بیتؑ پر ابوعبداللہ کا مناظرہ

ناصبی: ابوعبداللہ، تم اور تمہارے شیعہ اب تک مشرکین مکہ کی طرح ہو جو غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کی واضح آیات میں سے ایک ہے جو ہر بچے کو حفظ ہے۔۔اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُؕ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے الَّذينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا يَسْتَجيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ، اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اب تم لوگ جو یاعلیؑ مدد کہتے ہو وہ قرآن کے خلاف ہے تبھی تم لوگ مشرک ہو کیونکہ جس علی کو تم مدد کے لیے پکارتے ہو وہ تو خود اللہ سے مدد مانگتے تھے اور جبکہ وہ اب اس دنیا جا چکے ہیں تو پھر بھی تم باز نہیں آتے اور کھلم کھلا قرآن کا مذاق اڑاتے ہوئے غیر اللہ سے مدد مانگ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہو۔۔

ابوعبداللہ: میں نے مسکرا کر کہا، آپ کی تکفریت کا راگ پورا ہو چکا یا باقی ہے؟

ناصبی: اسی کا جواب دے دو۔۔ باقی باتیں بعد میں!

ابوعبداللہ: ٹھیک ہے جلدی کیا ہے۔۔ اچھا بتاؤ تم نے جو کچھ بکواس کی کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے پاس جو توحید ہے وہ حقیقی معنوں میں توحید ہے جبکہ شیعہ توحید سے ناواقف ہیں؟

ناصبی: یقیناً سو فیصد۔۔ ایسا ہی ہے (فل سینہ چوڑا کر کے بولے)

ابوعبداللہ: اس کا پتا تو تمہیں جلد چل جائے گا جب میں تمہارے علمی کتابی کیڑے سے تمہیں ہی ڈسواؤں گا۔۔ جلدی کیا ہے ھاھاھاھا

ناصبی: ہنس کر کیا ثابت کر رہے ہو۔۔؟؟ حق پر ہو تو قرآن سے جواب دو۔

ابوعبداللہ: وہاں۔۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم لوگ تو اس خلیفہ کے پیروکار ہو جس نے دورِ رسالت میں ہی سنت نبوی کو چھوڑ دیا تھا یہ نعرہ لگا کر حسبنا کتاب اللہ۔۔ ھاھاھاھا (میں ہنس ہنس کر اسے مزید جلا رہا تھا)

ناصبی: ہم تم سے زیادہ کتاب و سنت کے قریب ہیں، ادھر ادھر کی باتیں مت کرو سیدھا سیدھا جواب دو اگر دے سکو تو۔

ابوعبداللہ: یعنی تم یہ کہہ رہے ہو کہ اگر میں کوئی حدیث رسول تمہارے خلیفہ کے دعوے کے خلاف پیش کر دوں تو تم مان لوگے جبکہ ان حضرت نے تو کہہ دیا تھا کہ ان کے لیے فقط کتاب اللہ کافی ہے؟؟

اب تم بتاؤ قرآن کے ساتھ حدیث رسول کو بھی مانو گے یا نہیں؟

ناصبی: بالکل مانو گا۔۔ جس کا کلمہ پڑ تا ہوں اس کی ماننا بھی ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی۔۔ تم جواب تو دو۔۔ (مسکرا کر بولے)

ابو عبداللہ: چلو جی یہ تو اچھا ہو گیا۔۔ تو اب چھتر ول شروع کرتا ہوں۔۔ (میں نے سانس بھرتے ہوئے کہا... اور فوراً مخاطب ہوا۔۔ ایک بات کا اور جواب دے دو پہلے کہ کیا تمہیں عربی گرامر کی الف ب آتی ہے؟

ناصبی: میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوں اور حافظ بھی ہوں، اس کی فکر چھوڑو۔۔ آپ جواب دو شاباش۔۔

ابو عبداللہ: ارے ماشاء اللہ۔۔ اب تو خوب مزہ آئے گا... تو شروع سرکار۔۔ یہ بتائیں کہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

ناصبی: کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل اور اختیار عطا کیا ہے جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا اسی لیے انسان سب مخلوقات پر اشرف ہے۔۔

ابو عبداللہ: واہ بھائی۔۔ یعنی عقل امتیاز ہے دوسری مخلوقات کے مقابلے پر... چلیں پھر عقل سے ہی شروع کرتے ہیں۔۔ آپ نے سب سے پہلے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ والی آیت پیش کی تھی درست؟

تو اب عقل سے ایک سوال کا جواب دے کر خود کو دیگر مخلوقات سے اشرف بھی ثابت کریں۔۔ سوال: اگر اس آیت سے یہی مراد لیا جائے کہ کسی سے مدد نہیں مانگی جا سکتی سوائے اللہ کے تو اس دنیا میں بھی کوئی کسی زندہ سے بھی مدد نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس آیت میں زندہ و مردہ کا کوئی فرق نہیں رکھا گیا، تو پھر آپ جو اپنے مدرسوں کے لیے کسی زندہ سے چندہ جمع کر کے مدد مانگتے ہیں وہ کس عقلی اصول پر درست ہوا؟؟

ایک دم سناٹا۔۔ ھاھاھا ناصبی کا رنگ اڑ گیا

ناصبی: جھنجھلا کر...۔ زندہ سے مانگ سکتے ہیں ...

ابو عبداللہ: ارے یہی تو پوچھ رہا ہوں کیسے مانگ سکتے ہیں جبکہ اس آیت میں تو ایسی کوئی قید نہیں کہ فقط زندوں سے مدد مانگ سکتے اور مردوں سے نہیں؟ (میں ہنستے ہوئے بولا)

ناصبی: تم اسی آیت کو پکڑ کر کیوں بیٹھ گئے ہو؟؟ باقی آیات بھی ہیں ان کا ہی جواب دے دو

ابوعبداللہ: پھر ایک اور قہقہہ لگایا میں نے اور کہا قبلہ آپ نے ہی کہا تھا کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے اب جب عقل سے جواب چاہ رہا ہوں تو آپ بچ نکلنے کا راستہ کھوج رہے ہیں۔۔ تو ثابت ہوا کہ آپ اشرف نہیں۔۔

ناصبی: تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔۔ دوسری آیت کا جواب دو۔۔

ابوعبداللہ: ہاں ہاں کیوں نہیں... دوسری آیت جو آپ نے پیش کی کہ الَّذینَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا يَسْتَجيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ۔۔ یعنی: اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس آیت سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے نہیں پکارا جاسکتا تو پھر ایک اور عقلی جواب عنایت فرمائیں۔۔ اگر عقل رکھتے ہیں... قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: تنصر اللہ ینصرکم یعنی تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا یہاں تو قادر مطلق اللہ خود ہم سے مدد مانگ رہا ہے۔۔ اب اس پر کیا جواب ہے آپ کا؟؟؟

(آیت پیش کرنی تھی کہ ایسا محسوس ہوا کہ ناصبی کو ایک دم ہیٹ اسٹروک ہو گیا۔۔ سب کچھ خشک) کافی دیر سوچنے کے بعد بولا۔۔

ناصبی: تم نے جو آیت پیش کی اس کا میری پیش کی گئی آیت سے کیا تعلق؟؟ اس آیت کا جواب دو۔۔

ابوعبداللہ: واہ بھئی واہ۔۔ کیا صرف آپ کو ہی سوال حق ہے؟؟ کیا ہم سوال نہیں کر سکتے...؟؟

ناصبی: تمہاری پیش کی گئی آیت کی تاویل کی جائے گی۔۔

ابوعبداللہ: اچھا ایسا ہے تو پھر یہ تاویلی اصول اسی آیت سے مخصوص کیوں؟؟ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی بھی تاویل ہونی چاہیے البتہ عقلی اصول کے مطابق تو بنا تاویل کے ہی آپ منہ کی کھا چکے ہیں۔۔ اب تاویل کی رٹ کیوں؟

ناصبی: (عجیب سی شکل بنا کر) تو پھر اس آیت میں تو بہت واضح ہے جس میں تاویل کی بھی ضرورت نہیں کہ أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔ اب ہے کوئی جواب؟؟

ابوعبداللہ: محترم لگتا ہے آپ کو علم نہیں کہ لفظ وسیلہ قرآن مجید میں دو بار آیا ہے، ایک اس آیت میں جو آپ نے پیش کی اور دوسرا سورہ مائدہ میں جہاں ارشاد ہوتا ہے: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسيلَةَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ اوپر اگر خدا وسیلے سے منع کر رہا ہے تو پھر اس آیت میں یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ اللہ تک آنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو؟؟ جبکہ آپ نے جو آیت

پیش کی وہ سورہ اسراء کی آیت ہے اور اللہ اس میں کافروں سے مخاطب ہے اور میں نے جو آیت پیش کی وہ شروع ہی ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہے۔۔ اب دو ہی صورتیں بچتی ہیں۔ یا تو آپ کفار میں سے ہیں جو اس آیت کا اطلاق اپنے اوپر کر رہے ہیں یا پھر میری پیش کی گئی آیت کو ماننا پڑے گا جس میں وسیلے کا حکم ہے، اگر خود کو مومن مانتے ہیں؟ اب فرمائیں آپ کس کو گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟

ہاہاہاہاہا... چہرہ دیکھنے والا تھا... ہوا خشک... تھوڑی دیر منہ جھکا کر سوچتے رہے پھر ایک دم بولے...

ناصبی: آپ والی آیت میں جس وسیلے کا تذکرہ ہے وہ اعمالِ صالح اور عبادات ہیں نا کہ کوئی زندہ و مردہ شخصیات۔۔

ابوعبداللہ: میں جھٹ سے بولا... پھر سے شروع ہو گئے آپ؟؟ سورہ الحمد کی آیت کی طرح یہاں بھی کوئی ایسی قید نہیں تو کیا آپ نے لوح محفوظ سے دیکھ کر فرمایا ہے، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟؟؟

ناصبی: تو کیا آپ عمل صالح اور عبادت کو وسیلہ نہیں مانتے؟؟ کیا اس سے تقرب حاصل نہیں ہوتا؟؟

ابوعبداللہ: بالکل یقیناً ہم مانتے ہیں لیکن شاید آپ نے عربی لغت کا مطالعہ نہیں فرمایا کہ وسیلے کے لفظ کے کیا معنی ہیں۔۔؟ چلیں میں ہی بتا دیتا ہوں۔ ذرا لسان العرب کی جلد 11 کھول کر اس میں صفحہ 724 ملاحظہ فرمائیں جس میں اس لفظ کے بارے میں لکھا ہے: توسل الیه بکذا، تقرب الیه بحرمة آصرة تعطفه علیه یعنی کسی چیز کے وسیلے سے کسی سے متوسل ہوا، کسی کی شان اور احترام کے خاطر جو دوسرے کو مجذوب کرتا ہے اس کے قریب ہوا۔

تو محترم "وسیلہ ء تقرب" کے معنی بہت وسیع ہیں یہ انسانی اعمال بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی ذات بھی ہو سکتی ہے۔

لہٰذا توسل لغوی اعتبار سے صرف اعمال میں منحصر نہیں بلکہ اس میں شخصیات بھی شامل ہیں۔

ورنہ آپ ثابت کریں کہ یہاں وسیلے سے مراد فقط اعمال ہیں نا کہ ساتھ اشخاص بھی؟؟

مجھے ایسے تکنے لگے جیسے پورے شہر کے کوے بلا کر ان پر چھوڑ دیئے ہوں

ناصبی: جب آپ نے خود کہہ دیا کہ وسیلے میں عبادات اور اعمال بھی شامل ہیں تو میرا دعویٰ سچ ثابت ہوا تو اب آپ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ کیسے اس میں شخصیات بھی شامل ہیں؟؟

ابوعبداللہ: واہ سائیں۔۔ یہ والا حملہ تو خوب کیا ہے۔۔ اب آیا نا مزہ۔۔ میرا جواب نہ دیتے ہوئے میرا سوال میری طرف ہی موڑ دیا۔ لگتا ہے شیطانِ مردود آپ کی مکمل نصرت کر رہا ہے۔۔ ھاھاھاھا

چلیں جی۔۔ ہم بھی ناطقِ قرآن کے ماننے والے ہیں۔۔ جواب تو ضرور دیں گے۔۔

آپ نے جو اوپر آیت پیش کی؛أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔ بھائی جان یہاں حضرت عیسٰی اور روح القدس کو جو معبود سمجھتے ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔۔

ذرا اس سے پہلے والی آیت بھی ملاحظہ فرمائی ہوتی جس میں ارشاد ہو رہا ہے:قُلِ ادْعُوا الَّذينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لا تَحْويلاً۔ کہہ دیجئے: جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو انہیں پکارو، پس وہ تم سے نہ کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

یہاں قُلِ ادْعُوا الَّذينَ میں الذین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اسمِ موصول، اب اتنی عربی تو آپ کو آتی ہی ہو گی کہ اسمِ موصول کہتے کسے ہیں؟؟ نہیں آتی تو یہ علی کا غلام ہے نا ابھی سمجھا دیتا ہے۔۔

تو محترم لفظ "الذین" عربی قواعد کے مطابق عاقل افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی اس آیت میں صاحبِ عقل و شعور معبود مراد ہے۔ لہٰذا اس جملے میں (وہ جن کو پوجتے ہیں) سے مراد بت وغیرہ نہیں بلکہ یہاں فرشتے یا حضرت عیسٰی اور اسی طرح دوسرے عقل و شعور رکھنے والی موجودات مراد ہے۔

مزید آسان کروں تو... سورہ اسراء کی آیت 57 میں جو ذکر ہوا کہ: فرشتے اور عیسی مسیح خود بھی خدا کے نزدیک تر وسیلے سے متوسل ہوتے ہیں۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے نزدیک تر وسیلہ کے لیے ضمیر جمع عاقل یعنی ایھم اَقرب استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اور حضرت عیسی، خود سے برتر اور مقرب تر اولیاء سے متوسل ہوتے ہیں قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے۔۔

تو اب آپ مجھے بتائیں کہ فرشتوں اور عیسٰی علیہ السلام سے برتر وہ کون سے اولیاء اللہ ہیں جن کو وسیلہ بنانے پر خدا کا نبی بھی مجبور ہے؟؟

دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر نزدیک تر وسیلہ سے "بت" مراد ہوتا تو ایھا اقرب استعمال کرنا چاہیے تھا نہ کہ ایھم اقرب۔ لہٰذا "ایھا" کی جگہ "ایھم" کی ضمیر کا استعمال ہونا اس پر دلیل ہے کہ یہ جو وسیلہ اقرب ہے وہ اشخاص اور عاقل ذات سے توسل ہے۔

لو جی ہو گئی آپ کی فاتحہ ھاھاھاھا۔ آپ کی پیش کی گئی آیت سے اس حقیر نے ثابت کر دیا کہ ان آیات میں وسیلے سے مراد فقط اعمال صالح یا عبادات نہیں بلکہ خدا کے وہ مقرب ترین بندے ہیں جن کو خدا نے اپنے تک آنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اس وسیلے کو تلاش کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

یقین مانیں قارئین کرام... اس کی جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے

چلو اب کچھ تمہاری کتابی احادیث بیان ہو جائیں تا کہ قرآن کے بعد سنتِ رسول اور خاص طور پر تمہارے لیے سنتِ رسول ﷺ سے زیادہ اہم تمہارے اصحاب کی سنت سے مسئلے کو مکمّل قفل لگا دوں تا کہ تمہاری تکفیریت کو لگام ڈال سکوں۔۔

پہلے سنتِ نبوی سے کچھ پیش خدمت ہے تا کہ تمہیں جب "یا" کہیں نظر آ جائے تو فوراً کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہو۔ آؤ جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کی تعلیمات تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے سنن میں عثمان بن حنیف سے نقل کیا:

ان رجلا ضریر البصر اتی النبی فقال: ادع الله ان یعافینی ! قال: ان شئت دعوت لک و ان شئت اخّرت ذاک، فھو خیر۔ فقال: ادعه فامره ان یتوضا فیحسن وضوءه و صلی رکعتین و یدعو بھذا الدعا: اللھم انیّ اسئلک و اتوجه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انیّ توجھت بک الی ربیّ فی حاجتی ھذه فتقضی لی اللھم شفعّه فیّ

ایک نابینا شخص نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: خدا سے دعا کریں کہ وہ مجھے صحت عطا کرے، پیغمبر نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں گا اور اگر چاہو تو اسے تمہارے لیے ذخیرہ کر دونگا کہ یہ بہتر ہے۔ اس شخص نے کہا: میرے لیے دعا کریں! پیغمبر نے اسے وضو کرنے اور اس پر توجہ کرنے کا حکم دیا پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھنے کا حکم دیا:

پروردگارا میں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، یا محمد میں آپ کے واسطے پروردگار کی جانب جاتا ہوں، اے اللہ انہیں میرا شفیع قرار دیں۔

حوالہ : مسند احمد، جلد 4، صفحہ 138، سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 441 حدیث 1385

بغور دیکھو... یہاں اللہ کے نبی کیا تعلیم فرما رہے ہیں... کہو یا محمد

اب یقیناً تمہیں رجال کا کیڑا ضرور کاٹے گا تا کہ اس حدیث کو ضعیف ثابت کر سکو۔۔ تو رجالی انجیکشن میں پہلے ہی ٹھوک دیتا ہوں۔۔

تمہارے امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

حواله : سنن ترمذی، جلد 5 صفحه 223

تمہارے امام ابن ماجہ القزوینی الربعی نے بھی اس حدیث کو صحیح السند لکھا ہے۔

حواله : سنن ابن ماجه، جلد 1 صفحه 441-442

اور تو اور سب سے بڑھ کر تمہارے اس خبیث امام نے بھی اسے صحیح کہا ہے جو وسیلے اور غیر اللہ سے مدد کا سب سے بڑا مخالف تھا یعنی امام ابن تیمیہ۔

ابن تیمیہ مجموعہ الرسائل والمسائل میں اس حدیث کے بارے میں لکھتا ہے:

و اما حدیث الاعمیٰ فالذی فی الحدیث متفق علی جوازه

جو کچھ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کے جائز ہونے پر سب متفق ہیں۔

فقط یہی نہیں مزید لکھتا ہے۔۔

وقدروی الترمذی حدیثاً صحیحاً عن النبی انّه علّم رجلا ان یدعو فیقول: اللهم انیّ اسئلک و اتوجُه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد یا رسول الله انیّ اتوسل بک الی ربیّ فی حاجتی لتقضی لی اللهم فشفعّه فیّ

ترمذی نے ایک صحیح حدیث میں پیغمبر سے نقل کیا ہے کہ: آپ نے ایک شخص کو اس دعا کی تعلیم دی: پروردگارا میں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، اے محمد اے رسول خدا میں آپ کو وسیلہ بنا کر پروردگار سے دعا کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو، اے اللہ! ان کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

حواله : مجموعه الرسائل و المسائل، جلد 1، صفحه 12-13

اسی حدیث کا روای عثمان بن حنیف کا قصہ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک علی الصحیحین میں کچھ اس طرح سے نقل کیا ہے۔

عثمان کے دور خلافت میں ایک شخص کسی کام کی خاطر کئی بار عثمان کے پاس جاتا رہا لیکن اس کی مشکل حل نہ ہوئی، ایک دن عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی اسے داستان سنادی، عثمان نے اسے حکم دیا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھے: **اللهم انیّ اسئلک و اتوجُه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربیّ فی لتقضی حاجتی** پروردگارا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری

طرف آتا ہوں، اے محمد میں آپ کو وسیلہ بنا کر پرودگار سے دعا کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو، اس شخص نے اس پر عمل کیا اور خلیفہ کے پاس گیا، پس عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور دعا کی سند مانگ لی عثمان بن حنیف نے اسے نابینا شخص کی داستان سنا دی۔

حوالہ جات : مسند احمد، جلد 4، صفحہ 138، المعجم الکبیر، جلد 9 صفحہ 30-31، حدیث:8311، المستدرک الصحیحین، جلد1، صفحہ 519

چلیں جی اب تمہارے اس خلیفہ کی سیرت بھی پیش کیے دیتے ہیں جس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے کتاب اللہ کافی ہے ...

تمہاری قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں درج ہے اور ناصرف صحیح بخاری بلکہ لاتعداد کتب احادیث میں بھی موجود ہے کہ

عام الرّمادہ یعنی وہ سال جب خشک سالی کی وجہ سے نوبت قحط اور ہلاکت تک پہنچ چکی تھی۔ مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ تو تمہارے دوسرے خلیفہ کیا کر رہے تھے یہ بھی جان لو... امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس سے روایت کی ہے کہ جب عمر بن خطاب نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا طلب کی تو فرمایا:

اللهم! إنا كنا نتوسل إليک بنبينا فتسقينا و إنا نتوسل إليک بعم نبينا فاسقنا۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم اپنے نبی کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے پس تو ہم کو سیرابی بخش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس ہم کو (ان کے وسیلے سے) سیراب کر دے۔

یہ لو ایک نہیں پورے 10 حوالے۔۔

صحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 526 اور 1372

صحیح ابن حبان، جلد 7، صفحہ 110، حدیث 28613

صحیح ابن خزیمہ، 2 : 8۔ 337، رقم : 14214

السنن الکبری للبیہقی، 3 : 3525

دلائل النبوۃ للبیہقی، 6 : 1476

شرح السنہ للبغوی، 4 : 409، رقم : 11657

شفاء السقام : 1288

الاستیعاب لابن عبدا البر، 3 : 979

فتح الباری، 2 : 49410

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، 11 : 152

اسی طرح عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے عام الرمادہ (قحط و ہلاکت کا سال) میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کو وسیلہ بنایا اور اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا مانگی۔ پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

أیها الناس! إن رسول الله کان یری للعباس ما یری الولد لوالده، یعظمه و یفخمه و یبر قسمه، فاقتدوا أیها الناس برسول الله فی عمه العباس، واتخذوه وسیلة إلی الله عز وجل فیما نزل بکم۔

اے لوگو! رسول اللہ حضرت عباس کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسے بچہ باپ کو سمجھتا ہے۔ (یعنی نبی حضرت عباس کو بمنزلہ والد سمجھتے تھے۔) آپ ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے۔ اے لوگو! تم بھی حضرت عباس کے بارے میں نبی کریم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے۔

پھر حضرت عباس نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! إنه لم ینزل بلاء إلا بذنب ولم یکشف إلا بتوبة، وقد توجه القوم بی إلیک لمکانی من نبیک، وهذه أیدینا إلیک بالذنوب ونواصینا إلیک بالتوبة فاسقنا الغیث۔

اے اللہ! گناہ ہی کی وجہ سے بلاء (و تکلیف) نازل ہوتی ہے اور صرف توبہ ہی اس بلاء کو اٹھاتی ہے اور لوگوں نے مجھے تیری بارگاہ میں اس تعلق کی وجہ سے جو میرا تیرے نبی کے ساتھ ہے، وسیلہ بنایا ہے اور ہمارے یہ ہاتھ گناہوں میں لتھڑے ہوئے تیرے سامنے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں۔ پس ہم کو بارش دے دے۔

المستدرک للحاکم، جلد 3 صفحه 334فتح الباری، جلد 2 صفحه 497المواهب اللدنية، جلد 4 صفحه 277شرح الزرقانی علی المواہب اللدنية، جلد 11 صفحه 152

امام عبدالبر نے مزید کھول کر لکھ دیا کہ:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عباس نے دعا فرمائی تو اس کے بعد فوراً دیکھتے ہی دیکھتے بادل پہاڑوں کی طرف سے اٹھے اور آسمان پر چھا گئے۔ زمین بارش سے بھر گئی، لوگ خوش ہو گئے اور حضرت عباس کے جسم کو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے اور کہنے لگے: اے ساقی حرمین! آپ کو مبارک ہو۔

اور عمر نے اس موقع پر یہ بھی کہا:

هذا والله الوسلیة إلی الله والمکان منه۔

ترجمہ: خدا کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ اسی کو کہتے ہیں اور مرتبہ اسی چیز کا نام ہے۔

حواله : الاستیعاب لابن عبدالبر، جلد 3 صفحه 98

تو اے منکر وسیلہ۔۔ تم تو فقط وسیلے کو لے کر بیٹھے ہوئے تھے یہ تمہارے امام عبد البر نے کیا لکھ دیا کہ مدینے کے افراد عمر بن خطاب کی موجودگی میں حضرت عباس کے جسم کو چھو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے...ھاھاھاھا

اب کر کے دکھاؤ اعتراض علم وذوالجناح پر اور قبورِ اہل بیت پر جہاں ہم شیعہ خود کو ان سے مس کر کے تبرک حاصل کرتے ہیں...ہے ہمت اپنے دوسرے خلیفہ اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس پر انگشت بازی کرنے کی؟؟؟

(ناصبی منہ اٹھائے اور نظریں چرائے بس سنتا جارہا تھا اور میں غلامِ علی مسلسل علمی حملے کرتا جارہا تھا) اتنے میں ناصبی کو نماز یاد آگئی کہتا ہے ابو عبداللہ... عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے... میں نے کہا رکو۔۔ اب میرے حملے تیز رفتاری سے ہونگے بے فکر رہو، وہ نماز قضاء نہیں ہونے دوں گا جو قبول ہی نہیں ہو گی۔

یہ تو سنتے جاؤ کہ امام سبکی اس پر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔۔

تقی الدین سبکی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و کذرک یجوزُ مثل ہذا، التوسل بِسائرِ الصالحینَ، و ہذا شئ لا ینکر مسلم، بل مُتَدَیِّن بملۃِ من المِللِ۔

اور اسی طرح اس (واقعہ) سے تمام صالحین سے توسّل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا مسلمانوں نے انکار نہیں کیا بلکہ صرف فرقوں میں سے ایک فرقے... مُتَدَیِّن نیا دین ایجاد کرنے والے نے توسّل کا انکار کیا ہے۔

حوالہ : شفاء السقام، صفحہ 128

رکو میاں... ابن حجر کا نام تو تم ناصبی خوب لیتے ہو، ذرا یہ بھی جان لو کہ تمہارے امام ابن حجر عسقلانی کیا کہتے ہیں۔۔۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

و یستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأہل الخیر والصلاح و أہل بیت النبوة، و فیہ فضل العباس و فضل عمر لتواضعہ للعباس و معرفتہ بحقہ۔

حضرت عباس کے واقعہ سے یہ نکتہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اہلِ خیر، صالحین اور اہلِ بیتِ نبوی سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ سے حضرت عباس کی فضیلت بیان کرنا اور عمر کا حضرت عباس کی تواضع کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کو پہنچاننا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ : فتح الباری، جلد 2، صفحہ 497

ایسے میں چھوڑنے والا نہیں... یہ بھی سنو اور جواب دو کے وہ کون بندے جس کا تذکرہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم فرمارہے ہیں۔۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ نے فرمایا:

إن الله خلقا خلقهم لحوائج الناس، تفزع الناس إليهم فى حوائجهم أولئک الآمنون من عذاب الله۔

بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لے آتے ہیں اور اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو عذاب الہی سے امان میں ہیں۔

حوالہ : مجمع الزوائد، جلد 8، صفحہ 192

تم جو یہ اعتراض کرتے ہو کہ یہ ذوالجناح کہ جس کی نسبت اس نواسے سے ہے جس نے خدا کا دین بچایا، اس مٹی کو خاک شفا کیوں کہتے ہو جو کربلا کی عام مٹی ہے؟؟ اس کا اتنا احترام کیوں ہے؟؟

آؤ اب تمہاری صحیح مسلم سے ایک حدیث نقل کردوں۔۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے:

أن الناس نزلوا مع رسول الله على الحجر أرض ثمود، فاستقوا من آبارها وعجنوا به العجين، فأمرهم رسول الله أن يهريقوا ما استقوا و يعلفوا الإبل العجين، و أمرهم أن يستقوا من البئرالتی کانت تردها الناقة۔

لوگ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے ساتھ ارض ثمود میں حجر کے مقام میں اترے۔ انہوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پیا اور اس سے آٹا (بھی) گوندھا تو رسول اللہ نے انہیں اس پانی کے بہادینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لو جس پر (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی آتی تھی۔

حوالہ : صحیح مسلم، جلد 2 صفحہ 411

اب بتاؤں ہمیں۔۔ حضرت صالح کی اونٹنی جہاں سے پانی پیے وہ اتنی متبرک اور جہاں رسول اکرم کے بیٹے کا خون مطہر جذب ہوا وہ مٹی کیونکر غیر متبرک؟؟

اب آخر میں ایک اور حملائی پھکی پھر تمہیں اجازت ہے جا کر وہ نماز ادا کرلو جو بنا اقرارِ ولایت علی کے منہ پر دے ماری جائے گی۔۔

امام زینی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

إن الإمام الشافعي أيام هو ببغداد كان يتوسل بالإمام أبي حنيفة رضي الله عنه يجئ إلى ضريحه يزوره فيسلم عليه ثم يتوسل إلى الله تعالى به في قضاء حاجاته

علامہ ابن حجر نے کتاب الخیرات فی مناقب الامام ابوحنیفہ نعمان کی پچیس ویں فصل میں کہا: یقیناً امام شافعی ایک مدت تک بغداد میں تھے اور امام ابوحنیفہ سے توسل کرتے تھے۔ ضریح کے پاس آتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے، پھر ان پر سلام بھیجتے تھے، اور اپنی طلب حاجت کے لئے ان کے واسطہ سے خداوند متعال سے توسل کرتے تھے۔

حواله : الدرر السنية فى الرد على الوهابية، صفحه 72

لو جی... اب مکمل چیئے پڑھ دیے گئے ھاھاھا، امام شافعی کو کوئی اور نہیں ملا ابوحنیفہ کے علاوہ جو اس کی قبر سے توسل کر رہے ہیں۔۔ھاھاھھاھا

چلو اب جاؤ... وہ نماز قضا ہونے کو ہے جو قبول ہی نہیں ہونی

ناصبی نے غصے سے مجھے دیکھا... اب بے چارہ بولتا بھی تو کیا بولتا۔۔ پائنچے چڑھائے اور فطرت کے خلاف وضو بنانے چل دیا

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

وہ بارہ منافقین کون تھے جنہوں رسول ﷺ کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انجینئر محمد علی مرزانے اپنا مخصوص نعرہ لگاتے ہوئے "نہ میں بابی نہ میں وہابی، میں ہوں مسلم علمی کتابی" اپنی علمی و تحقیقی مجلس نمبر 06 میں بیان کیا تھا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت حذیفہ یمانی کو رسول نے ان منافقین کے نام بتائے تھے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسول اکرم کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی اور نہ صرف سازش رچی بلکہ عملی طور پر ڈھاٹیں باندھ کر یہ قبیح ترین عمل انجام بھی دیا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے، جن میں سے اکثر کی موت دبیلہ سے ہونے کی پیش گوئی بھی تھی۔۔

لیکن انجینئر صاحب نے پھر وہی کیا جو وہ اور ان جیسے ماڈرن محقق کرتے ہیں یعنی آدھی بات کر کے بات ختم کر دینا۔۔ تبھی میں نے انجینئر صاحب سے کئی بار کہا کہ آپ اپنا نعرہ تھوڑا چینج کر لیں جو اس طرح ہو؛ نہ میں بابی نہ میں وہابی۔۔ میں ہوں پکا دوغلہ نفاقی۔

قارئین کرام۔۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اگر ان صاحب نے ان منافقین کے نام بتا دیئے تو پھر یہ اپنا چورن کیسے بیچیں گے؟؟؟ پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟؟ یہ بچارے پھر کس کو صدیق اکبر، فاروق اعظم یا غنی کہہ کر پکاریں گے؟؟

خیر میں بخوبی ان جیسے افراد کی مجبوری کو سمجھتا ہوں کیونکہ یہی سب منافقت بعدِ شہادتِ رسول اکرم سے اب تک چلتی آ رہی ہے۔ لیکن خدا کا لاکھ شکر ہے کہ ہم علی ولی کے ماننے والے اس منافقت سے بالکل بَری ہیں تبھی عشقِ اہل بیت کے جرم میں آج تک قتل ہوتے آئے ہیں۔

کافی مومنین و مومنات کا اصرار تھا کہ ابو عبداللہ ذرا اُن منافقین کی کلی تو کھولیں جس پر انجینئر صاحب نے آدھی بات کی ہے اور نام نہیں بتائے، ذرا ان کے چہروں پر چپکا صحابیت کا میک اپ تو دھوئیں تا کہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ وہ کون بدبخت تھے جو اپنے نبی کو ہی قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔۔

تمہید کافی ہوئی۔۔ میری پوری کوشش ہو گی کہ یہ تحریر پچھلی تحاریر کی طرح زیادہ طویل نہ ہو۔۔ آگے مولا وارث کے قلم کب تک چلتا ہے۔۔

میں چاہتا ہوں کہ پہلے تھوڑا سا اس واقعہ کو بیان کر دوں جس کی بنیاد پر یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کی تا کہ وہ مومنین و مومنات بھی استفادہ کر سکیں جو اس تاریخی واقعہ سے واقف نہیں۔

قارئین کرام۔۔ اصحاب عقبہ کہ جن کے بارے میں رسول اللہ نے حدیث ارشاد فرمائی تھی وہ لوگ تھے جنہوں نے تبوک کی جانب عزیمت سے قبل، مدینہ میں اسلام اور رسول خدا(ص) کے خلاف کیے اقدامات میں ناکام ہونے کے بعد، تبوک سے واپسی پر رسول خدا(ص) کو رات کی تاریکی میں قتل کرنے کی سازش تیار کی اور جس وقت آپ کی اونٹنی راستے میں حائل ایک گھاٹی سے گذر رہی تھی نقاب پوش سازشیوں نے اس کو ہنکانے اور آپ کو اونچائی سے کھائی میں گرانے کا فیصلہ کیا۔

اسی دوران جبکہ وہ رسول خدا(ص) کی اونٹنی کے قریب پہنچے-اللہ نے آپ کو سازش سے آگاہ کر دیا اور رسول خدا نے حذیفہ بن یمان سے جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے-

فرمایا: ان افراد کو یہاں سے دور کرو اور کہو کہ اگر پیچھے نہ ہٹیں تو آپ اونچی آواز سے انہیں نام، باپ کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام سے پکاریں گے۔

ناکام و نامراد منافقین حذیفہ یمانی کی آواز سن کر فرار ہوئے اور اپنی سپاہ میں گھل مل گئے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ ان کے، ان کے باپوں اور قبائل کے ناموں کو جانتے تھے۔ اسی بناپر وہ "صاحب سرّ النبي" کے لقب سے مشہور ہوئے یعنی نبی کے راز دان۔ جبکہ عمارِ یاسر کو بھی آپ(ص) نے ان کے نام بتا دیئے تھے جو اس شب رسول اکرم کے ہمراہ تھے۔

تو قارئین یہ تھا اس حدیث کا مختصر شانِ ارشاد جس میں رسول اکرم نے منافقین کو بے نقاب کیا تھا جو صحیح مسلم میں درج ہے۔

اب مسلم کی وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں

امام مسلم اپنی صحیح کی کتاب: صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ کے باب: منافقین کی صفات اور ان کے بارے میں احکام میں موجود حدیث جس کا انٹرنیشل نمبر 2779 جس کی ترقیم فواد عبد الباقی نے کی ہے کچھ اس طرح ہے؛

عربی متن: حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة ، حدثنا اسود بن عامر ، حدثنا شعبة بن الحجاج ، عن قتادة ، عن ابي نضرة ، عن قيس ، قال: قلت لعمار ارايتم صنيعكم هذا الذي صنعتم في امر علي ارايا رايتموه او شيئا عهده إليكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟، فقال: ما عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، ولكن حذيفة اخبرني، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " في اصحابي اثنا عشر منافقا، فيهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة واربعة "، لم احفظ ما قال شعبة فيهم۔

اردو ترجمہ: قیس سے روایت ہے، میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: (سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھے) تم نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں (یعنی ان کا ساتھ دیا اور لڑے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے) یہ تمہاری رائے ہے یا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کچھ فرمایا تھا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو اور عام لوگوں سے نہ فرمائی ہو لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں ان میں سے آٹھ جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھسے۔" (یعنی ان کا جنت میں جانا محال ہے) اور آٹھ کو ان میں سے دبیلہ سمجھ لے گا (دبیلہ پھوڑا یا دمل) اور چار کے باب میں اسود یہ کہتا ہے جو راوی ہے اس حدیث کا کہ مجھے یاد نہ رہا شعبہ نے کیا کہا۔

حوالہ : صحیح مسلم، کتاب صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ؛ باب نمبر1 ، حدیث نمبر 7035

اب یہاں سند کی بحث ہی فضول ہے کیونکہ اہل سنت علماء کا اجماع ہے کہ قرآن کے بعد سب صحیح کتابیں 6 ہیں جنہیں صحیح ستہ کہا جاتا ہے اور ان 6 کتابوں میں سے مزید دو "صحیحین" ہیں یعنی صحیح ترین کتابیں جن میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔

اور صحیح مسلم میں امام مسلم نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سلسلہ اسناد خود اُن (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ شرائطِ شہادت کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

تو قارئین کرام یہ تھی وہ حدیث جس میں واضح طور پر رسول اکرم نے "في اصحابي اثناعشر منافقا" ارشاد فرمایا یعنی میرے "اصحاب" میں سے بارہ منافق ہیں تو یہاں ان سب ناصبیوں کو یہ پھکی بھی مل گئی کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق ہر صحابی نہ ہی عادل ہے اور نہ ہی رضی اللہ عنہا کیونکہ تم لوگ اپنے رسول سے زیادہ ان کے اصحاب کے بارے میں نہیں جانتے جس میں رسول خود فرما رہے ہیں فی اصحابی۔

محض پیغمبر اکرم کے ساتھ بیٹھنے یا حضرت کو دیکھنے سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا جیسا کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے بلکہ صحابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان اور یقین پیغمبر اکرم کی رسالت و نبوت پر پختہ ہو اور پیغمبر اکرم جس چیز کا حکم دیں اس کو قبول کرے اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جائے اور اسی یقین و ایمان و اطاعت کے عالم میں وہ دنیا سے گیا ہو اس قسم کے صحابی کو شیعہ مانتے اور اہلبیت رسول کے بعد ان کا احترام کرتے ہیں۔

اب یہ دعویٰ کرنا کہ سب کے سب اصحاب لائقِ اطاعت ہیں کیونکہ وہ عادل ہیں تو یہ صریحاً ارشادِ رسول کی توہین شمار ہو گی

اب آگے بڑھتا ہوں اور آپ کو دکھاتا ہوں کہ یہی حدیث صحیح مسلم کے علاوہ کن کن اہل سنت منابع میں درج ہے تا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو سکے پھر اُس کے بعد ان منافقین کے نام پیش کروں گا جنہوں نے صحابیت کا لبادہ اوڑھ کر اللہ کے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔۔

چلیں جی مزید حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

1- صحیح مسلم کی دوسری حدیث:

سیدنا ابوطفیل کہتے ہیں کہ عقبہ کے لوگوں میں سے ایک شخص اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا جیسے لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ بولا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اصحاب عقبہ کتنے تھے؟ (اس سے مراد وہ منافقین ہیں جو غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا) لوگوں نے حذیفہ سے کہا جب وہ پوچھتا ہے تو اس کو بتا دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) خبر دی جاتی تھی کہ وہ چودہ آدمی تھے۔ اگر تو بھی ان میں سے ہے تو وہ پندرہ تھے۔ اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اور آخرت میں دشمن تھے اور باقی تینوں نے یہ عذر کیا (جب ان سے پوچھا گیا اور ملامت کی گئی) کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی (کہ عقبہ کے راستے سے نہ آؤ) کی آواز بھی نہیں سنی اور نہ اس قوم کے ارادہ کی ہم خبر رکھتے ہیں۔ اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھریلی زمین میں تھے۔ پھر چلے اور فرمایا کہ (اگلے پڑاؤ پر) پانی تھوڑا ہے، تو مجھ سے پہلے کوئی آدمی پانی پر نہ جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو کچھ (منافق) لوگ وہاں پہنچ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ان پر لعنت فرمائی۔

حوالہ : صحیح مسلم، کتاب: منافقین کے متعلق، باب : لیلۃالعقبہ میں منافقین اور ان کی تعداد کے متعلق، حدیث نمبر : 1941

2- وروى مسلم في صحيحه عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل:

قال: ”كان بين رجل من أهل العقبة وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس، فقال: أنشدك بالله، كم كان أصحاب العقبة؟ قال: فقال له القوم أخبره إذ سألك؟

فقال: كنا نخبر أنهم أربعة عشر، فإن كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر

حوالہ : تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 605

3-وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ – رضي الله عنه -: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ أَرَأَيْتُمْ قِتَالَكُمْ هَذَا؟ أَرَأيًا رَأَيْتُمُوهُ؟ – فَإِنَّ الرَّأيَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ – أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم -؟ , فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً , وَلَكِنَّ حُذَيْفَةُ – رضي الله عنه – أَخْبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – قَالَ: " إِنَّ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا , لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنْ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " , وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔

حواله : الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، جلد 4، صفحه 166 – المكتبة الشاملة الحديثة

4-حَدِيثٌ (عه حم) : " فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا۔ ۔ ۔ " الْحَدِيثَ۔

كتاب إتحاف المهرة لابن حجر، من مسند حذيفة بن اليمان ، جلد 4، صفحه 260، حديث 4228 ، المكتبة الشاملة الحديثة

5- حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ رَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ، أَمْ شَيْئًا عَهِدَ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ

حواله: مسند أحمد مخرجا، جلد 38، صفحه 345، حديث 23319- المكتبة الشاملة الحديثة

6- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّزَّازُ، ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّوذْبَارِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمَّادٍ الْعَسْكَرِيُّ، بِبَغْدَادَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْفَحَّامُ، أَخْبَرَنَا شَاذَانُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «§فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيَّاطِ» – رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ شَاذَانَ

حواله : كتاب دلائل النبوة للبيهقي مخرجا – باب رجوع النبي صلى الله عليه وسلم من تبوك وأمره بهدم مسجد الضرار ومكر المنافقين به في الطريق وعصمة الله تعالى إياه وإطلاعه عليه وما ظهر في ذلك من آثار النبوة ، جلد 5 ، صفحه 261 – المكتبة الشاملة الحديثة

7-فی أصحابی اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فی سم الخياط (أحمد، ومسلم عن حذيفة)

حواله : كتاب جامع الأحاديث السيوطي ، جلد 14، صفحه 171، حديث 14753 – المكتبة الشاملة الحديثة

8- في أصحابي اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط

حواله: تفسير ابن أبي حاتم محققا ، جلد 12، صفحه 508 – المكتبة الشاملة الحديثة

9- وجاءت آيات هذه السورة في سياقاتِها فاضحة للمنافقين، وفي صحيح الإمام مسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (في أصحابي اثنا عشر منافقاً، لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة، سراج من نار تظهر بين أكتافهم حتى ينجم في صدورهم)

حواله: كتاب الإصابة في الذب عن الصحابة، جلد 1، صفحه 56 – المكتبة الشاملة الحديثة

10-إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه قَالَ: " فِي أَصْحَابِي اثَنَا عَشَرَ مُنَافِقًا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سم الْخياط" ۔

حواله: كتاب السيرة النبوية لابن كثير، جلد 4، صفحه 37- المكتبة الشاملة الحديثة

11-حذيفة/ في أصحابي اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون۔۔

حواله : كتاب سير أعلام النبلاء، جلد 18، صفحه 123 – المكتبة الشاملة الحديثة

12-وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، ثنا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ شَاذَانُ، ثنا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صُنْعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ "، وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ، وَرَوَاهُ غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ فَقَالَ: " ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ، سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَلَعَلَّ مَنْ سَمَّيْتَ لَمْ يُظْهِرْ شِرْكًا سَمِعهُ مِنْهُ آدَمِيٌّ، وَإِنَّمَا أَخْبَرَ اللهُ عَنْ أَسْرَارِهِمْ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَقَدْ

سُمِعَ مِنْ عَدَدٍ مِنْهُمُ الشِّرْكُ، وَشُهِدَ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَحَدَهُ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَقَرَّ بِمَا شُهِدَ بِهِ عَلَيْهِ وَقَالَ: تُبْتُ إِلَى اللهِ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ

حواله: السنن الكبرى للبيهقي، جلد 8، صفحه 344، حديث 16836، باب ما يحرم به الدم من الإسلام زنديقا كان أو غيره – المكتبة الشاملة الحديثة

جی قارئین یہ میں نے 12 حوالے اپنے اثناعشری مومن ہونے کے صدقے میں اثناعشر منافقین پر وار دیئے جبکہ اگر میں چاہوں تو پنجتن 5، امام 12، معصوم 14 اور شہید 72 کی نیت سے 72 حوالے بھی پیش کر سکتا ہوں۔

خیر یہاں جو 12 اہل سنت حوالے پیش کئے ہیں وہ تمام صحیح السند صحیحات، مسانید، تاریخ اور تفاسیر اہل سنت سے ہیں جن کا عربی متن مع مکمل حوالہ وناشر کے پیش کر دیا ہے، جسے کوئی ناصبی چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا!

چلیں جی اب آگے بڑھتے ہیں اور سب سے پہلے یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان 12 منافق افراد میں کون کون سے نام نہاد صحابی کتب اہل سنت سے ثابت ہیں۔

تو قارئین کرام۔ جب بھی کسی اہل سنت عالم یا محقق کے سامنے یہ بارہ منافقین والی حدیث پیش کر کے جواب طلبی کی جائے تو وہ اس کے رد میں اپنے ایک عالم امام ابن حزم اندلسی کی کتاب المحلی بالآثار پیش کر کے اس کو جھٹلا دیتا ہے۔

میں نے کافی دقت کی کہ آخر ان ناصبی ملاؤں کو کیسے گھیر کر مارا جائے تو کرمِ سیدہؑ شاملِ حال ہوا اور میں نے سوچا کہ سب سے پہلے میں امام ابن حزم کی فضیلت اہل سنت علماء سے پیش کروں گا تا کہ عوام جان سکے کہ جسے یہ ناصبی اپنے دفاع میں لا رہے ہیں اس کا اہل سنت مکتب میں کتنا اعلیٰ و عرفہ مقام ہے تا کہ جو بات وہ اپنی کتاب المحلی میں لکھیں اس کا ہر لفظ سچا ہو تا کہ مزید کسی بحث اور حوالہ جات کی ضرورت ہی نہ رہے۔

جب ابن حزم کی فضیلت ثابت ہو جائے گی پھر اس کی پیش کی گئی تحقیق، جو یہ ناصبی 12 منافقین کے رد میں پیش کرتے ہیں اس پر رجالی بحث کر کے ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے!

چلیں جی اب ملاحظہ فرمائیں وہ ناقص دفاع جو کُلی طور پر ہر ناصبی مُلا اس حدیث کے رد میں پیش کرتا ہے۔۔ لیکن سب سے پہلے ابن حزم پر جلدی جلدی بات کرنے کے بعد۔۔۔

امام ابن حزم فقہ واصول اور علم حدیث میں اپنی طرز کے بے مثال عالم ہیں، آپ کی وہ کتابیں جنہوں نے شہرت پائی وہ "المحلی" اور "الاحکام فی اصول الاحکام" ہیں۔ المحلی فقہ وحدیث کی جامع کتاب ہے اور دیگر فقہ میں تقابل کا ایک موسوعہ ہے ۔ یہ کئی اجزاء پر مشتمل ایک ضخیم فقہی کتاب ہے جس میں فقہ اور اصول فقہ کے ابواب شامل ہیں۔

اہل سنت علماء کہتے ہیں کہ اگر ابن حزم کی یہ دونوں کتابیں المحلی اور الاحکام نہ ہوتیں تو مسلکِ اہل سنت کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔

حوالہ : اصول فقه، بک نمبر -22- شریعه اکیڈمی – فصل مسجد اسلام آباد

علامہ حمیدی ابن حزم کے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"كان حافظاً عالماً بعلوم الحديث و فقهه، مستنبطاً للأحكام من الكتاب والسنة، متفننا في علوم جمة، عاملاً بعلمه، زاهدا في الدنيا بعد الرياسة التى كانت له والابيه من قبله من الوزارة و تدبير الممالك، متواضعاً ذا فضائل جمة، وتأليف كثيرة في كل ما تحقق به في العلوم، وجمع من الكتب في علم الأحاديث والمصنفات والمسندات شيئاً كثيراً و سمع سماعا جما، وما رأينا مثله رحمه الله تعالى فيما اجتمع له مع الزكاة و سرعة الحفظ و كرم النفس والتدين۔"

ابن حزم علوم حدیث وفقہ کے غواص تھے۔ کتاب وسنت سے احکام اخذ کرتے اور علوم وفنون کے ماہر تھے۔ اپنے علم پر عامل، ریاست ووزارت کے بعد زہد اختیار کرنے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، علم حدیث میں آپ نے بہت کچھ جمع کیا۔ ہم نے ان جیسا شخص پھر نہیں دیکھا جس میں اس حد تک دماغی چستی، حافظہ، عزت نفس اور دین داری کی صفات یکجا ہو گئی ہوں۔

حوالہ : ابن ماكولا،علي بن نصر بن هبة الله، الإكمال في رفع الارتياب عن المؤلف والمختلف في الاسماء والكنى والأنساب،حيدرآباد، جلد 2، ص451

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن حزم حدیث کے معارف وعلوم کے حافظ اور عالم تھے؛ کتاب وسنت سے استنباط احکام کے ماہر تھے۔ وہ پہلے شافعی المذہب تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے اہل ظاہر کا مذہب اپنالیا۔ وہ جملہ علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ اپنے علم پر عامل اور موروثی جاہ ومنصب کے علی الرغم زاہدِ دنیا، متواضع، فضائل واخلاق سے آراستہ، مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔

حوالہ : وفيات الأعيان، جلد 3، صفحه 325

ابو حامد غزالی (م 505ھ) لکھتے ہیں کہ میں نے اسمائے الٰہی سے متعلق ابنِ حزم کی تصنیف کا مطالعہ کیا جو ان کے حافظے کی مضبوطی اور ذہن کی تیزی پر دلالت کناں تھی۔

حواله : طبقات علماء الحديث، جلد3، صفحه 345

عزالدین بن عبد السلام (م 660ھ) کا کہنا ہے کہ میں نے کتبِ اسلامیہ میں المحلی اور ابن قدامہ کی المغنی کے مانند کوئی اور کتاب نہیں دیکھی۔

حواله : تذكرة الحفاظ، جلد 3، صفحه 1150

ابن تیمیہ (م 728ھ) ابن حزم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہے کہ وہ دین و ایمان اور کثرت و وسعتِ علم کے حامل تھے جس کا انکار معاند شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ان کی کتابوں میں اہلِ علم کے اقوال پر اطلاع، احوال کی معرفت، شعائرِ اسلامیہ اور رسالتِ محمدیہ کی تعظیم کے ایسے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ان کے سوا کسی دوسرے میں نظر نہیں آتے۔

حواله : مجموع الفتاوى، جلد 4 ،صفحه 20

حافظ ابن کثیر نے انھیں امام، حافظ اور علامہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مفید شرعی علوم میں مشغول رہتے اور ان میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے اہلِ زمانہ سے فائق تر اور مشہور کتب کے مصنف تھے۔

حواله : البداية والنهاية، جلد 12، صفحه 83

تو جی ابن حزم کی علمی شخصیت پر میں نے اہل سنت کے جید علماء کی آراء پیش کر دیں تا کہ ان کی کتاب سے پیش کیے جانے والے کسی بھی حوالے کو کوئی جھٹلا نہ سکے۔ اور جھٹلائے گا بھی کیسی جبکہ خود اپنے دفاع میں ان بیچاروں کے پاس یہی ایک کتاب بچتی ہے!

اگر کوئی اہل سنت بھائی اپنے امام ابن حزم کے فضائل پڑھنا چاہے تو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے کیونکہ میں یہاں ان صاحب کی سوانح حیات لکھنے نہیں بیٹھا۔۔

کتاب: امام ابن حزم اور جمہور کا تصورِ اجتہاد۔ تقابلی جائزہ

چلیں جی اب وہ ابن حزم کی کتاب سے وہ دلیل میں خود لکھ دیتا ہوں جسے یہ اہل سنت ملا اپنے نام نہاد اصحاب کو بچانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ حُذَيْفَةَ فَسَاقِطٌ، لِأَنَّهُ مِنْ طَرِيقِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ – وَهُوَ هَالِكٌ – وَلَا نَرَاهُ يَعْلَمُ مَنْ وَضَعَ الْحَدِيثَ فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ – وَإِلْقَاءَهُ مِنْ الْعَقَبَةِ فِي تَبُوكَ – وَهَذَا هُوَ الْكَذِبُ الْمَوْضُوعُ الَّذِي يَطْعَنُ اللَّهُ تَعَالَى وَاضِعَهُ – فَسَقَطَ التَّعَلُّقُ بِهِ – وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ترجمہ: اور جہاں تک حذیفۃ کی حدیث کا تعلق ہے پس ساقط ہے–وہ الولید بن جمیع کے طرق سے روایت ہے جو ہلاک کرنے والا راوی ہے اور ہم نہیں دیکھتے کہ جان سکیں کہ اس کو کس نے گھڑا ہے کیونکہ اس نے متعدد روایات میں ذکر کیا ہے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ان سے عقبہ تبوک میں ملے اور یہ بات کذب ہے گھڑی ہوئی ہے۔

حوالہ : كتاب المحلى بالآثار – مسألة التعريف بالمنافقين والمرتدين، جلد 12، صفحه 160 – ناشر المكتبة الشاملة الحديثة

لو جی ہو گئی فاتحہ ۔۔ہاہاہاہاہا

امام ابن حزم خود اقرار کر رہے ہیں کہ ولید بن جمیع سے متعدد روایات نقل ہیں

فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ

ناصبی ذرا غور سے اپنے امام ابن حزم کا یہ لفظ "روی اخبارً" دیکھیں اور اپنے اوپر خود فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ ابن حزم نے لفظ" خبر" استعمال نہیں کیا کہ کسی کو لگے کہ بس ایک بار ہی یہ روایت ہوا کہ **ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص نے نبی صلی اللہ علیہ و آل وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔** بلکہ بہت سی روایات اس سلسلے میں امام ابن حزم کے سامنے سے گزری ہیں جن کا راوی ولید بن جمیع ہے ۔۔ہاہاہاہاہاہا

تو جی ان منافقین کے نام تو خود امام ابن حزم نے بتا دیئے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ کے مقام پر رسول اللہ کو قتل کرنے کی سازش اور بانفسِ نفیس خود اقدامات کئے تھے۔۔یعنی ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ اور سعد بن ابی وقاص (لعنت اللہ اجمعین) ھاھاھاھا

چلیں جی اب میں فقط اس بیچارے راوی ولید بن جمیع کو ثقہ اور صدوق یعنی اس کی ثقائیت اہل سنت علمائے رجال سے ثابت کر دیتا ہوں تا کہ یہ با آسانی ثابت ہو جائے کہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے رسول کو قتل کرنے کا اقدام کیا تھا۔۔کیونکہ امام ابن حزم نے خود اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک نہیں بلکہ کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔تو اب صرف ولید بن جمیع کو ثقہ ثابت کر دینا کافی ہو گا کیونکہ یہی وہ راوی ہے جس سے امام مسلم نے بھی وہی بارہ منافقین والی حدیث روایت کی ہے۔

الولید بن جمیع (الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيُّ) اسماء و رجال و تعدیل سے!

1-امام احمد ابن حنبل نے ولید بن جمیع کو اپنے رجال میں ثقہ لکھا ہے۔

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري، المكي، الكوفي، وقد ينسب إلى جده.

قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع؟ قال: ليس به بأس.

وقال عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل: قال أبي: الوليد بن جميع، ليس به بأس. «الجرح والتعديل«

حواله : كتاب موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله، جلد 4، صفحه 95

2-امام عجلی نے اپنی کتاب الثقات میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري: "مكي"، ثقة

وثقه "أيضًا": ابن معين، وابن حبان "5: 492"، وذكره في المجروحين أيضًا، وقال: ينفرد عن الأثبات بما لا يشبه حديث الثقات. "التهذيب" "11: 138-139"

حواله : كتاب الثقات للعجلي ط الباز، صفحه 165

3-امام مزی نے تھذیب الکمال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

بخ م د ت س: الْوَلِيد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع الزُّهْرِيّ الكوفي ، والد ثابت بْن الوليد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع، وقد ينسب إلى جَدِّه أيضا۔

طبقات ابن سعد: 6 / 354، وتاريخ الدارمي، الترجمة 838، وسؤالات ابن محرز، الترجمة 416، وتاريخ البخاري الكبير: 8 / الترجمة 2511، وثقات العجلي، الورقة 56، وسؤالات الآجري: 5 / الورقة 33، والمعرفة ليعقوب: 1 / 233، وتاريخ أبي زرعة الدمشقي: 291، 566، وضعفاء العقيلي، الورقة 223، والجرح والتعديل: 9 / الترجمة 34، وثقات ابن حبان: 5 / 492، والمجروحين، له: 3 / 78، والكامل لابن عدي: 3 / الورقة 189، وثقات ابن شاهين، الترجمة 1499، ورجال صحيح مسلم لابن منجويه، الورقة 185، والجمع لابن القيسراني: 2 / 539، والكاشف: 3 / الترجمة 6175، والمغني: 2 / الترجمة 6848، والميزان: 4 / الترجمة 9362، وتذهيب التهذيب: 4 / الورقة 137، ومن تكلم فيه وهو موثق، الورقة 32، ومعرفة التابعين، الورقة 44، وتاريخ الاسلام: 6 / 314، وجامع التحصيل، الترجمة 858، ونهاية السول، الورقة 418، وتهذيب التهذيب: 11 / 138، والتقريب، الترجمة 7432۔

حواله : كتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، جلد 31، صفحه 35، رقم 6713

4- امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات لابن حبان میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الْوَلِيد بن عبد الله بن جَمِيع الزُّهْرِيّ يروي عَن أبي الطُّفَيْل روى عَنهُ وَكِيع وَابْنه ثَابت بن الْوَلِيد

حواله : كتاب الثقات لابن حبان، جلد 5، صفحه 492 ، رقم 5888

5-امام احمد بن حنبل نے ایک جگہ ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے اور ساتھ تعدیل بھی پیش کی ہے

الوليد بن عبد اللَّه بن جميع الزهري؛ قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع۔ قال: ليس به بأس۔

"سؤالات أبي داود" (378) قال حرب: سئل أحمد عن الوليد بن جميع، قال: ما أعلم إلا خيرًا۔

"مسائل حرب" ص 467 وقال عبد اللَّه: حدثني أبي قال: حدثنا ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه بن جميع قال: حدثني أبي قال: قال لي أبو الطفيل: أدركت ثمان سنين من حياة رسول اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم-، وولدت عام أحُدٍ.

رواه الإمام أحمد 5/ 454، والبخاري في "التاريخ الكبير" 6/ 446، والطبراني في "الأوسط" 4/ 310 (4290)، والحاكم في "المستدرك" 3/ 618، قال الهيثمي في "المجمع" 1/ 199: رواه أحمد وفيه ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه، ذكره ابن عدي في "الكامل" ولم يتكلم فيه بكلمة، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال: ربما أخطأ، وقد روى عنه أحمد وشيوخه ثقات.

"العلل" رواية عبد اللَّه(2368)

حواله : كتاب الجامع لعلوم الإمام أحمد الرجال، جلد 19، صفحه 129، رقم 2812

6-امام ابن قُطْلُوْبَغَا نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جُمَيْع الزهري. يروي عن أبيه. روى عنه أهل العراق، ربما أخطأ «الثقات(8/ 158) :«

وقال ابن أبي حاتم: روى عنه: أحمد بن حنبل، وإبراهيم بن موسى، «الجرح والتعديل(2/ 458) :«

حواله : كتاب الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة، جلد 3، صفحه 127، رقم 2205

7-امام البانی نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

وأما المنذري؛ فأعله في "مختصره " بقوله: " فيه الوليد بن عبد الله بن جُميع الزهري الكوفي؛ وفيه مقال، وقد أخرج له مسلم!"

قلت: لكن هذا المقال لا يسقط حديثه عن درجة الحسن؛ فإنه- بالإضافة إلى تخريج مسلم له- فقد قال ابن معين فيه:

"ثقة ". وكفى به توثيقاً!

وكذا قال العجلي. وقال أحمد والمصنف: " ليس به بأس ". وقال أبو زرعة: " لا بأس به ". وقال أبو حاتم:" صالح الحديث" .

وتناقض فيه ابن حبان۔ وقال ابن سعد: ”كان ثقة له أحاديث "۔ وقال الحافظ: ” صدوق يهم "۔ وقال العيني في "شرح الهداية”- كما في "التعليق المغني:-"

”فالحديث إذاً صحيح؛ أما الوليد، فإن مسلماً أخرج له، وكفى هذا في عدالته وثقته" ۔

والحديث أخرجه أحمد (405/6) : ثنا أبو نعيم قال: ثنا الوليد بن عبد الله ابن جميع ... به أتم منه۔

ومن هذا الوجه: أخرجه البيهقي(3/130)

حواله : كتاب صحيح أبي داود الأم – ناصر الدين الألباني ، جلد 3 ، صفحه 143

نوٹ: ایک ایک کتاب سے عربی متن پیش کرنے سے تحریر مزید طویل ہوتی جارہی ہے جبکہ میری کوشش ہے کہ جتنے زیادہ علمائے اہل سنت کی ولید بن جمیع کے بارے میں جو نظریات ہیں وہ سب بیان کر دوں۔ تو اب صرف حوالہ جات پیش کرتا ہوں بغیر عربی متن کے۔

8-امام ابن منجویہ نے اسے اپنی کتاب میں ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب رجال صحيح مسلم – ذكر من اسمه الوليد، جلد 2، صفحه 299، رقم 1740

9-امام بدر الدين العيني نے بھی ولید کو ثقہ شمار کیا ہے

حواله : كتاب نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، جلد 11، صفحه 273

10-امام ابن حاتم رازی نے بھی ولید کو ثقہ قرار دیا ہے

حواله : كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، جلد 2، صفحه 458، رقم 1852

11-امام ابن حجر عسقلانی نے بھی اسے مکمل ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب لسان الميزان – من اسمه الوليد ، جلد 7، صفحه 426، رقم 5165

12-امام ابو اسحاق الحوینی نے بھی ولید کو ثقہ لکھا ہے

حوالہ: کتاب نثل النبال بمعجم الرجال، جلد 3، صفحه 492، رقم 4204

13-امام ابن کثیر نے بھی ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب التكميل في الجرح والتعديل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل، جلد 2، صفحه 98، رقم 1019

14-امام ذہبی نے بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله: کتاب ميزان الاعتدال، جلد 4، صفحه 337، رقم 9362

لو جی تمام ناصبی ملاؤں کی ٹانگیں اٹھا کر مکمل فاتحہ پڑھ دی گئی۔۔ہاہاہاہا

اب تمام ناصبی جو ابن حزم کو دلیل بنا کر، منافقین کو چھپا کر کبھی انہیں صدیق اکبر، فاروق اعظم، غنی اور نجانے کیا کیا پکارتے آئے ہیں وہ ذرا ابن حزام ہی کے قول کے مطابق ولید بن جمیع کہ جس نے واضح طور پر ان منافقین کے نام نقل کئے ہیں وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ ابن حزام کے دعوے کے مطابق کئی بار ان منافقین کے نام روایت ہوئے ہیں۔ جن کو علم الرجال والحدیث کے جمہور علمائے اہل سنت نے ثقہ لکھا ہے اور نہ صرف ثقہ لکھا ہے بلکہ ثقہ الثبت لکھا ہے کیونکہ اس راوی سے امام مسلم نے روایات کو نقل کیا ہے جو اہل سنت کے ہاں صحیحین میں سے ایک کتاب ہے یعنی صحیح مسلم۔۔

اب جبکہ ثابت ہو چکا کہ تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسول اکرم کو قتل کرنے کا قبیح اقدام کرنے والے منافقین ابو بکر و عمر و عثمان و طلحہ اور سعد بن ابی و قاص تھے، تو اپنے آخر کلام میں غیر متعصب مسلمانوں سے یہ کہوں گا کہ اگر حق کو ثابت کرنے کے لئے کسی کے بارے میں تحقیق و تنقید کی جائے تو یہ انصاف کے عین مطابق ہے چونکہ صحابہ معصوم نہیں تھے لہٰذا گناہوں سے منزہ و مبرا بھی نہیں تھے۔ وہ ہم جیسے انسان تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انھیں رسول خدا کی صحابیت اور ہمنشینی کا شرف ملا یہ شرف اسی وقت کسی صحابی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے جب تک وہ سیرت رسول اکرم پر قائم رہے اور اگر کوئی صحابی سیرت رسول اکرم چھوڑ کر اپنی سیرت پر عمل کرے اور کرائے، رسول کی بیٹی کے گھر پر حملہ کرے اس کا حق غصب کرے، رسول کے نامزد خلیفہ علی ابن ابی طالبؑ کا حقِ خلافت غصب کرے، امام علیؑ پر سب و شتم

کرے اور کروائے، اصحابِ رسول کو قتل کرے اور سب سے بڑھ کر خود رسول اللہ کو شہید کرنے کے لیے سازش رچے تو یہ شرف اس سے خود بخود ختم ہو جائے گا۔

تبھی ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جو قانون بنایا ہے اس قانون کی روشنی میں کہیں ایسا نظر نہیں آتا کہ خداوند عالم قاتل و مقتول اور ظالم و مظلوم اور مومن و منافق کے ساتھ یکساں طور پر سلوک کرے گا بلکہ جس کا جتنا رتبہ بلند ہے اس کا اسی اعتبار سے حساب لیا جائے گا لہٰذا اگر کسی صحابی نے غلطی کی ہے تو اس کو دوہرا عذاب ملے گا کیوں کہ اس نے پیغمبر اکرم کو دیکھا، پہچانا اور سنا پھر بھی ان کا حکم نہیں مانا بلکہ منافقت کرتے رہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ازواج رسول اکرم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

يَانِسَاءَ النَّبِي مَنْ يَاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنِةٍ يُضٰاعَفْ لَهٰا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَالِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرًا

ترجمہ: اے ازواج پیغمبر: تم میں سے جس نے بھی کوئی برا اور فاحش کام انجام دیا تو اس کے لئے دگنا عذاب ہے اور یہ کام خدا کے لئے آسان ہے۔

جب امہات المومنین کے لئے قرآن مجید میں ایسا دستور موجود ہے کہ غلطی کرنے کے بعد وہ اللہ سبحانہ کی پکڑ اور گرفت سے باہر نہیں ہیں تو اصحاب رسول اکرم غلطیوں پر غلطیاں کرنے کے بعد کیسے معاف کر دیئے جائیں گے؟

ذرا سوچیئے۔۔ والسلام، ابوعبداللہ

دفاعِ عقیدہ رجعت، قرآن و احادیث کی روشنی میں

السلام علیکم مومنین و مومنات

آج جس عنوان پر اپنے قلم کو تولنے کی کوشش کروں گا اس پر بدقسمتی سے اُردو زبان میں بہت کم مواد موجود ہے جس کی وجہ سے کافی صاحبان ایمان اس سے ناواقف ہیں یعنی عقیدہ رجعت۔ مومنین کی اس عنوان میں کم علمی کا فائدہ شیعہ مخالف افراد بھرپور اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ یہودیوں سے انہیں میراث میں ملا ہے جو عقل اور قرآن و حدیث کے منافی ہے جبکہ عقیدہ رجعت قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن کی توہین شمار ہوتی ہے انشاءاللہ آگے چل کر قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کیا جائے گا۔

قارئین کرام تحریر یقیناً طولانی ہونے جارہی ہے کیونکہ اس عقیدے پر لکھنے کے لیئے مجھے تحریر کو کچھ حصوں میں تقسیم کر کے اس پر تفصیل سے بحث کرنی ہے تاکہ ذہنِ انسانی کا ہر گوشہ دلیل و برہان کی چھینٹوں سے ہوش میں آکر باآسانی اسے قبول کرسکے۔

جن حصوں میں تحریر کو تقسیم کررہاہوں وہ کچھ اس طرح ہے:

1 - عقیدہ رجعت کا تعارف

2 - مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن و فرامینِ معصومینؑ سے استدلال

3 - عقیدہ رجعت پر صراحت

4 - رجعت کرنے والوں کا تعارف

تو قارئین اب اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتاہوں، المدد یا صاحب الزمان(عج)

1 - عقیدہ رجعت کا تعارف

عقیدہ رجعت مسلمہ شیعہ عقائد میں سے ایک ہے اور لغوی طور پر لفظ رجعت، رج ع اور رجوع سے مشتق ہے جس کے معنی ایک بار لوٹنے اور پلٹنے کے ہیں جبکہ دینی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ کی حجتوں آئمہ معصومینؑ علیہ السلام، خالص

مومنین اور کفار و منافقین کا اسی دنیا کی طرف لوٹنا ہے یعنی یہ لوگ حکمِ خدا سے دوبارہ زندہ ہوں گے اور دنیا کی طرف پلٹائے جائیں گے یعنی یہ قیامت سے پہلے میدان حشر کی ایسی تصویر کو رجعت کہتے ہیں جو اسی دنیا میں واقع ہو گی۔

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ دلاتا ہو آگے بڑھتا ہوں کہ ہم شیعہ رجعت پر یقین و اعتقاد رکھنے کے باوجود رجعت کے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے جبکہ عقیدہ رجعت مذہبِ اہل بیتؑ کی ضروریات و مسلمات میں سے ہے جو احادیث سے ثابت ہے رجعت پر ایمان، ایمانِ کامل اور حقیقی اسلام کی شروط میں سے ہے۔

2 - مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن و فرامینِ معصومینؑ سے استدلال

قارئین کرام، رجعت کے موضوع پر احادیث تواتر کی حد تک ہیں یعنی اگر میں آسان کر کے لکھوں تو علامہ مجلسیؒ نے ہی 160 اسناد رجعت کے موضوع پر بحار الانوار میں جمع کی ہیں جبکہ اجمالی طور پر تقریباً 200 روایات رجعت پر دلالت کرتی ہیں جن کو چالیس سے زائد علماء و محدثین نے 50 سے زائد معتبر کتب میں نقل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی زیارات اور دعاؤں میں بھی رجعت کے عقیدے پر تاکید ہوئی ہے جن میں زیارت جامعہ، زیارت وارثہ، زیارت اربعین، زیارت آل یاسین، زیارت رجبیہ، دعائے وداع اور دعائے عہد شامل ہیں۔

علامہ مجلسیؒ رجعت کے عنوان پر لکھتے ہیں کہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اہل بیت علیہم السلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو لیکن رجعت کے بارے میں متواتر احادیث کو قبول نہ کرے؟ بہت ہی واضح احادیث جن کی تعداد تقریباً دو سو ہے اور تقریباً چالیس موثق راویوں اور علمانے نقل کی ہیں، اور پچاس سے زیادہ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں اگر یہ حدیث متواتر نہیں ہے تو پھر کون سی حدیث متواتر ہو سکتی ہے؟

بحار الانوار، جلد ۵۳، صفحہ ۱۲۲

اب رجعت پر کچھ احادیث بیان کر رہا ہوں تا کہ مومنین کا ایمان مزید تقویت پا سکے۔

امام صادق علیہ السلام رجعت سے متعلق فرماتے ہیں:

خدا کی قسم شب و روز ختم نہیں ہوں گے مگر یہ کہ خداوند عالم مردوں کو زندہ کرے اور زندوں کو موت دے اور حق کو مستحق تک پہنچائے اور اپنے منتخب کردہ دین کو قائم کر کے دنیا پر حاکم کرے۔

میزان الحکمت

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مومنین پلٹ جائیں گے تاکہ عزت پائیں، ان کی آنکھیں روشن ہوں گی اور ظالم لوگ بھی پلٹیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے۔

بحارالانوار، جلد۵۳صفحہ۴۶

اسی طرح مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ رجعت سے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: رجعت حقیقت رکھتی ہے، گذشتہ امت میں بھی تھی، قرآن میں بھی اس کے متعلق بیان ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: جو کچھ گذشتہ امت میں تھا وہ عیناً اور ہو بہو اس امت میں بھی پیش آئے گا۔

عیون الاخبار الرضاؑ ،جلد 2/صفحہ201ح1

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب قائم آل محمد (عج) کے قیام کا وقت نزدیک ہو گا تو جمادی الثانی اور رجب المرجب کے مہینے میں ایسی شدید بارش ہو گی کہ لوگوں نے اس سے پہلے ایسی بارش نہ دیکھی ہو گی پھر خداوند عالم اسی بارش کے ذریعے مومنین کی ہڈیوں اور گوشت کو قبر کے اندر ہی رشد و نمو دے گا؛ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہینہ کی طرف سے اپنے بالوں کے گرد و غبار کو جھاڑتے ہوئے آرہے ہیں۔

میزان الحکمت، حدیث نمبر 6928

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو لوگ مر چکے ہیں وہ دنیا میں واپس پلٹیں گے تاکہ اپنا انتقام لیں جسے جتنی اذیت پہنچی ہو گی اسی مقدار میں وہ بدلہ لے گا، جس نے جیسی دشمنی کا مشاہدہ کیا ہو گا وہ اسی مقدار میں انتقام لے گا جو قتل ہوا ہو گا وہ اپنے خون کے بدلہ میں قاتل کو خود ہی قتل کرے گا اور اس مقصد کے پورا ہونے کے لیئے اس کے دشمن بھی دنیا میں واپس آئیں گے تاکہ وہ خود خون بھانے کا بدلا دیں اور انہیں قتل کرنے کے بعد 30 مہینے زندہ رہیں گے پھر سارے کے سارے ایک ہی شب میں مر جائیں گے جب کہ ان کے دلوں کو شفا ملی ہو گی اپنے خون کا بدلہ لے کر؛ اور ان کے دشمن جہنم کے سخت عذاب میں ہوں گے۔

مہدئ موعود ، جلد 13 ، صفحہ 188

سرداب مقدس میں حضرت امام عصر علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

اے میرے مولا و آقا اگر اپ کے ظہور سے پہلے مر جاؤں تو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے پاکیزہ آباء واجداد کے وسیلہ سے پروردگار کی بارگاہ میں توسل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کرتا ہوں کہ محمد وآل محمد پر رحمتیں نازل فرما اور آپ علیہ السلام کے زمانہ ظہور میں مجھے پلٹادے آپ علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں رجعت کروں آپ کی اطاعت میں اپنے مقصد کو حاصل کروں اور اپنے سینہ کو آپ کے دشمنوں کی ذلت سے ٹھنڈا کروں۔

مفاتیح الجنان، آداب سرداب مقدس، زیارت دوم صاحب الامرعلیه السلام

فی الحال انہی احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ تحریر مزید طویل ہو جائے گی۔ اور باقی مطالب پر زیادہ بحث نہیں ہو سکے گی تو اب قرآن مجید کو دیکھتے ہیں کہ اس میں رجعت کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مبین میں رجعت کے متعلق آیات

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس سے ہر مسلمان فرقوں پر دلیل ثابت ہوتی ہے جس کا انکار محال ہے اور کفر کا باعث ہے۔ تو آئیں اب قرآن کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں جو سورہ نمل کی آیت 83 ہے جس میں ارشاد خداوندی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسا گروہ محشور (جمع) کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتا تھا۔ پھر اس کو روک کر جماعت بندی کی جائے گی۔

مومنین کرام اس آیت پر غور کریں تو باآسانی معلوم ہو جائے گا کہ اس میں موجود لفظ حشر، قیامت کے دن والے حشر سے یقیناً مختلف ہے کیونکہ کے اگر یہاں قیامت کے دن والا حشر مراد ہوتا تو پھر کچھ گروہوں کی بات نہ ہوتی کیونکہ قیامت کے دن مخصوص گروہ نہیں بلکہ تمام امتوں کو محشور کیا جائے گا جیسے قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً (سوره کہف ، آیت 47)

ترجمہ: اور ان سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جائے گا اور کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

جبکہ سورہ نمل کی آیت میں ہر امت سے ایک خاص گروہ اور جماعت کو محشور کرنے کی بات کی جاری ہے، ایک اور نکتے پر غور کریں تو مزید واضح ہو جائے کہ اس آیت سے اوپر والی آیت یعنی آیت 82 میں دابۃ الارض کا بیان موجود ہیں جس پر

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت سے پہلے ظاہر ہو گا۔ یعنی أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ، تو ہم زمین سے چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ تو یہ بات خود باخود ثابت ہو جاتی ہے کہ سورہ نمل کی آیت 83 میں جو محشور ہونے کا تذکرہ ہے وہی رجعت کا دور ہے جس پر شیعوں کا ایمان ہے۔

اب ان آیات کی طرف توجہ دلاؤں جن میں لوگوں کا دوبارہ اسی دنیا میں زندہ ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہل سنت کی جانب سے اعتراض کرتے ہوئے یہ بات کی جاتی ہے کہ کوئی بھی انسان دوبارہ اس دنیا میں زندہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کبھی ہوا ہے ۔ تو آئیں قرآن سے پوچھ لیتے ہیں کہ آیا حق پر شیعہ ہیں یا اہل سنت افراد جو قرآن کی نفی کرتے ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیت 259 ملاحظہ فرمائیں:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾

ترجمہ: یا اس بندے کی مثال جس کا گزر ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش و فرش گر چکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر پڑے رہے تو اس نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا نہیں۔ سو سال ذرا اپنے کھانے اور پینے کو تو دیکھو کہ خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے پر نگاہ کرو (کہ سڑ گل گیا ہے) اور ہم اسی طرح تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی تو بیساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔

تو اس آیت سے بھی اہل سنت کا اعتراض باطل ہو تا ہے کہ اس دنیا میں کوئی دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا جبکہ اللہ نے حضرت اب آگے چلتے ہیں

اب سورہ بقرہ کی آیت نمبر 56 بھی ملاحظہ فرمائیں

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر 243 میں ایک اور گروہ کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ خدا نے ان سے کہا: مر جاؤ (پس وہ سب کے سب مر گئے) پھر انہیں زندہ کیا۔ بے شک خدا لوگوں پر بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اسی طرح سے کئی ایک واقعات قرآن میں درج ہیں جن سے اسی دنیا میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا بیان ہے۔ خاص کر حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ کا پرندوں کو زندہ کرنا، اصحاب کہف کا قصہ اور وغیرہ۔۔ چلیں اب کچھ تصریحات پیش کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

3 - عقیدہ رجعت پر صراحت

رجعت کے متعلق بہت سی روایات میں رجعت کے بارے میں مندرجہ ذیل مطالب بیان ہوئے ہیں:

رجعت کائنات کے عظیم اور اہم دنوں میں سے ہے کہ اسے قرآن مجید میں ایام اللہ (اللہ کے دنوں) کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایام اللہ" تین دن ہیں قائم علیہ السلام کے قیام کا دن رجعت کا دن اور قیامت کا دن

بحارالانوار، ج۳۵، ص۳۴، حدیث ۳۵

رجعت پر عقیدہ اہل بیت علیہ السلام کے شیعوں کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہم میں سے نہیں وہ جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

بحارالانوار، ج۳۵، ص۲۹، حدیث ۱۰۱

رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ خالص مومنین اور خالص کفار و منافقین کے لئے ہے۔

بحارالانوار ج۳۵،ص۹۳،حدیث۱

سب مومنین اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے حقیقی منتظرین کہ جو ان کے ظہور سے قبل دنیا سے جا چکے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں رجعت اور اس عظیم امام کی نصرت کا امکان موجود ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہوئی ہے کہ جو بھی چالیس صبح تک دعائے عہد پڑھے وہ حضرت امام قائم علیہ السلام کے انصار میں سے ہوگا اور اگر ان کے ظہور سے پہلے مر جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے نکالے گا اور وہ قائم علیہ السلام کی نصرت کرے گا۔

مفاتیح الجنان، دعائے عہد

کفار اور منافقین کبھی بھی اپنی رغبت اور اشتیاق کے ساتھ دنیا کی طرف نہیں پلٹیں گے بلکہ جبراً رجعت کریں گے لیکن مومنین کی رجعت اختیاری ہوگی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب حضرت امام عصر علیہ السلام قیام کریں گے الٰہی نمائندے قبر میں مومنین سے رابطہ کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ اے بندہ خدا تمہارے مولا نے ظہور کیا ہے اگر چاہتے ہو کہ ان کے ساتھ مل جاؤ تو تم آزاد ہو اگر چاہتے ہو کہ برزخ کی الٰہی نعمات میں لطف اٹھاؤ تو بھی آزاد ہو۔

بحارالانوارج۳۵،ص۵۹

4 –رجعت کرنے والوں کا تعارف

روایات کی رو سے انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ، آئمہ معصومینؑ علیہم السلام اور خالص مومنین اور اسی طرح خالص کفار یہ وہ لوگ ہیں کہ جو زمانہ رجعت میں اس دنیا کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ایسی روایات کہ جو عمومی طور پر انبیاء علیہ السلام اور آئمہ معصومینؑ علیہ السلام کے لوٹنے کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں

مثلاً آیت

"انا لننصررسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد"

کی تفسیر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خدا کی قسم یہ آیت رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی آیا تم نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں نصرت نہیں ہوئی اور وہ قتل ہوئے اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی قتل ہوئے لیکن یہ نصرت اور کامیابی رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام ،جلد۵،صفحہ۴۸۳

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب امام حسین علیہ السلام اپنے شہید اصحاب کے ساتھ رجعت کریں گے تو ستر انبیاء بھی ان کے ساتھ رجعت کریں گے جیسا کہ موسیٰؑ بن عمرانؑ کے ہمراہ ستر انبیاء تھے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام، جلد۳۵،صفحہ۲۶

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بلاشبہ حضرت دانیال اور یونس علیہ السلام دونوں امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ رجعت میں دنیا کی طرف پلٹیں گے اور پیغمبر اکرم کی رسالت کا اقرار کریں گے اور ان کے ساتھ ستر افراد بھی اٹھائے جائیں گے۔

بحارالانوارج۳۵،ص۲۶

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یرجع الیکم بینکم وامیرالمومنین والائمة"

امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ معصومینؑ علیہم السلام تمہاری طرف دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی ،جلد۵صفحہ۷۲۳

جن مومنین و مومنات اپنے سوالات میں پوچھا تھا کہ سب سے پہلے رجعت کرنے والا فرد کون ہے؟ تو اس کا جواب امامِ صادقؑ کی زبانی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"اول من یرجع الی الدنیا الحسینؑ بن علیؑ"

سب سے پہلے فرد کہ جو دنیا کی طرف پلٹیں گے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہیں۔

بحارالانوار،جلد۵،صفحہ۹۰

ایسی روایات کہ جو گذشتہ امتوں اور امت اسلام کے صالح افراد کی رجعت کو بیان کرتی ہیں ان روایات کی رو سے گذشتہ امتوں میں سے اصحاب کہف اور مومن آل عمران کی رجعت کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح پیغمبر اکرم اور ئمہ معصومین علیہم السلام کے اصحاب میں سے سلمان فارسی، مقداد، مالک اشتر، ابو دجانہ انصاری، مفضل بن عمر، عبداللہ بن شریک عامری، اسماعیل بن جعفر علیہ السلام، حارث، عقیل، جبیر وغیرہ کا نام لیا گیا ہے۔

شیعه والرجعة، جلد۱ ،صفحه۱۵۸،چشم اندازی به حکومت حضرت مهدی علیه السلام ص۵۹

تو قارئین کرام اسلامی روایات کے پیش نظر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ اعمال صالح انجام دینے والے مومنین کے لئے ہے جو ایمان کے بلند درجہ پر فائز ہیں، اور اسی طرح ان ظالم و سرکش کفار کے لئے ہے جو کفر و ظلم میں غرق ہیں۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ زندگی مومنین کے لئے کمال کے درجات حاصل کرنے کے لئے ہے اور دوسرے گروہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ وہ مخلص مومنین جو معنوی کمال حاصل کرنے میں موانع اور مشکلات سے دوچار ہو گئے تھے اور ان کی معنوی ترقی نامکمل رہ گئی تھی تو حکمت الٰہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے مومنین کو دوبارہ زندگی دی جائے اور وہ کمال کی منزلوں کو مکمل کریں، حق و عدالت کی عالمی حکومت کو دیکھیں، اور اس حکومت میں شریک ہوں کیونکہ ایسی حکومت میں شریک ہونا ہی بہت بڑا افتخار ہے۔

ان کے برخلاف کفار و منافقین اور بڑے بڑے ظالم و جابر روزِ قیامت عذاب کے علاوہ اس دنیا میں بھی سزا بھگتیں گے جیسا کہ گزشتہ سرکش اقوام جیسے قومِ فرعون، قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط اپنے کیفر کردار تک پہنچی ہیں، اور یہ صرف رجعت کی صورت میں ممکن ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

إنَّ الرَّجْعةَ لَيْسَتْ بِعَامَةٍ، وَهِيَ خَاصَّةٍ لَا يَرْجِعُ إلّاَ مَنْ مَحضَ الإيمَانُ مَحْضاً، اٴوْ مَحضَ الشِّرْكِ مَحَضاً

رجعت عام نہیں ہو گی بلکہ خاص ہو گی، رجعت صرف انھیں افراد کے لئے ہے جو خالص مومن یا جو خالص مشرک ہیں"۔

ممکن ہے کہ سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۹۵ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اٴہْلَكْنَاہَا اٴنَّہُمْ لاَيَرْجِعُونَ

ترجمہ: اور جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا ہے اس کے لئے بھی ناممکن ہے کہ قیامت کے دن ہمارے پاس پلٹ کر نہ آئے

کیونکہ نہ لوٹایا جانا انھیں لوگوں کے بارے میں ہے جو اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں، اور اس سے یہ بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جو لوگ اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں ان کو دوبارہ اس دنیا میں لوٹا کر ان کو سزا دی جائے گی۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

دفاعِ امام مہدیؑ پر انجینئر محمد علی مرزا کو جواب

بِسْمِ اللهِ الرَحْمنِ الرَحيمْ

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَ عَلَى آلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

جیسا کہ آپ سب سے وعدہ تھا کہ سوشل میڈیا پر جاہلوں کی جانب سے مزید نام نہاد علمی کتابی جہلاء میں شہرت پانے والا ایک اہل سنت محقق انجینئر محمد علی مرزا کہ جس نے اپنی ایک ویڈیو میں رسول خدا (ص) کے بارہویں جانشین حضرت امام مہدیؑ ابن امام حسن عسکریؑ کے بارے میں علمی طریقے کو چھوڑ کر تمسخر اڑانے کے انداز میں اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ معاذ اللہ ایسے امام کا مجھے کیا فائدہ جو گیارہ سو سال سے کسی غار میں چھپا بیٹھا ہے جس سے نہ واٹس ایپ پر بات ہو سکتی ہے نا اسے وائس میسج کر کے کچھ پوچھ سکتے ہیں۔ استغفر اللہ استغفر اللہ

قارئین اگر آپ نے وائرل ہوئی اس ویڈیو کا کلپ دیکھا ہو تو اس میں گستاخ انجینئر جس جملے سے بات کا آغاز کر رہا ہے وہ یہ الفاظ ہیں:

"یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے"

اس کے بعد آگے چل کر اس نے وہ واٹس ایپ والی بکواس کی جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔

یہاں میں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ میں نے پچھلی جتنی تحریریں اس انجینئر مرزا کے جواب میں لکھی تھیں وہاں میں نے اس کا ذکر تھوڑے احترام سے کیا تھا لیکن اب اس نطفہ جہل کا کوئی احترام میری نظر میں باقی نہیں رہا کیونکہ اس نے اب امام مہدی (عج) کا تمسخر اڑا کر اپنی شخصیت کو بدبودار کر لیا اور یقیناً حجت اللہ کا مذاق اڑا کر لعنت اللہ کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔

قارئین میرا اندازِ بیان اب یقیناً جارحانہ ہو گا اور اس خبیث انجینئر کو ایسی ایسی پھکیاں دونگا کہ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے لیکن یاد رہے کہ یہ ایک غلام مہدی (عج) کی پھکیاں ہونگی جو بالیقین علمی، کتابی اور منطقی ہوں گی۔

تحریر لکھتے ہوئے میں سوچ رہا ہوں کہ اگر میں نے فقط جواب میں امام مھدی (عج) کے وجود کو ثابت کر دیا تو وہ بھی کافی ہو گا لیکن میرا علمی غصہ تب تک ٹھنڈا نہیں ہو گا جب تک اس خبیث کو ایسی پھکی نہ دے دوں جس کی وجہ سے اس نے خدا کی حجت کا مذاق اڑایا یعنی ولایت کی وجہ سے کیونکہ اگر امام مھدی کو یہ زندہ مان لے گا تو پھر اسے ان تمام نام نہاد خلفاء کا انکار

کرنا پڑے گا جنہیں بچانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ اب تک گمراہ ہے۔یعنی ابو بکر عمر و عثمان کی غصبی خلافت کو!۔۔پر کیسے ؟؟؟یہ آگے تحریر میں واضح ہو جائے گا۔۔انشاءاللہ

تو میں سوچ چکا ہوں کہ انجینئر کے جواب میں ایسی حدیث کو سہارا بناؤں کہ جس سے عقیدہ امامت کا ضروری ہونا، امام کا تعین اللہ کی جانب سے ہونا و امام مہدی (عج) کا حاضر و زندہ ہونا بھی ثابت ہو جائے اور لگے ہاتھوں اس کے نام نہاد صدیق اکبر، فاروق اعظم اور مبینہ غنی پر بھی اس خبیث کو ایسی پھکی مل جائے کہ آئندہ ایسی گفتگو کرتے ہوئے اپنی ماں کی نجاست کا اعلان نہ کرے۔۔

شروع کرتا ہوں۔۔المدد یا امام زمان (عج)

تو قارئین انجینئر کی وائرل ویڈیو کا آغاز جن الفاظ سے ہوا وہ یہ تھے کہ "یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت، بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے "

ہاں جی جاہل انجینئر یہ کہا تھا تو نے ؟؟ چل بیٹا، ابوعبداللہ کے ہاتھوں اب تیری چھترول کا وقت شروع ہوا چاہتا ہے۔۔

اے نطفہ ء نجس انجینئر تیری اہل سنت کتابوں میں ایک حدیث ہے جسے تیرے امام مسلم سمیت تمام دیگر اہل سنت آئمہ نے صحیح سند سے نقل کیا ہے جن میں امام البانی بھی ہے اور متعصب ترین دشمنِ اہل بیت امام ابن تیمیہ بھی۔

سب سے پہلے وہی حدیث پیش کر رہا ہوں اور جن جن کتابوں میں یہ یا اس جیسی مزید موجود ہیں اسے بھی نقل کر رہا ہوں تا کہ بچ بھاگنے کا راستہ ہی نہ ملے پھر امام مہدی (عج) کا وجود اسی سے ثابت بھی کروں گا اور نام نہاد خلفاء کی غصبی خلافت کا رد بھی۔۔

اہل سنت صحیحین میں سے ایک کتاب صحیح مسلم میں امام مسلم نیشاپوری لکھتے ہیں :

رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

جو بھی مر جائے اس حالت میں کہ اسکی گردن پر امام کی بیعت نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله :صحيح مسلم ، مسلم النيسابوري ، جلد 3 ، صفحه 1478

نوٹ: اہل سنت کے مطابق صحیح مسلم کی ہر حدیث بالکل صحیح السند ہے تو رجالی بحث کی ضرورت ہی نہیں

مسلم کی یہی حدیث ان کتابوں میں بھی درج ہے،

1 -السنن الكبري ، البيهقي ، جلد 8 ، صفحه 156

2 -مجمع الزوائد ، جلد 5 ، صفحه 218

3 -مشكاة المصابيح ، جلد 2 ، صفحه 1088

4 -سلسلة الأحاديث الصحيحة ، جلد 2 ، صفحه 715

چلو اب آگے چلتا ہوں۔۔

کتاب السنة کی جلد 2 کے صفحہ 489 پر امام البانی لکھتے ہیں :

رسول اللہ (ص) نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ مات وليسْ عليه طاعة مات ميتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کسی امام کی اطاعت اسکی گردن پر واجب نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

البانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا:

إسناده حسن، ورجاله ثقات ۔

یعنی اس حدیث کی سند حسن (معتبر) ہے اور اسکے سارے راوی ثقہ و قابل اعتماد ہیں۔

دوسری جگہ پر امام حاکم نیشاپوری پوری لکھتے ہیں :

مَنْ مات وليس عليه إمام جماعة فإن موتته موتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کوئی امام جماعت نہ رکھتا ہو تو اسکی موت، جاہلیت کی موت ہے۔

حواله : المستدرك علي الصحيحين ، جلد 1 ، صفحه 150

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے، اور ذہبی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے ارشاد فرمایا :

مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية۔

جو بھی امام کے بغیر مر جائے، وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله: مسند احمد بن حنبل ، جلد 4 ، صفحه 96، مسند ابو داود ، صفحه 252

مسندِ احمد و ابو داؤد کی یہ حدیث اسی متن کے ساتھ ان اہل سنت کتابوں میں بھی درج ہے۔۔

1 -مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص218

2 -مسند الطيالسي ، الطيالسي ، ص295

3 -الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج7 ، ص49

4 -حلية الأولياء ، ج 3 ، ص22

مشہور دشمنِ اہل بیت ابن تیمیہ ملعون بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حواله : منهاج السنة النبوية [ابن تيمية] جلد 1 ، صفحه 74

اہل سنت کے بزرگ عالم ملا علی قاری نے بھی لکھا:

في صحيح مسلم من مات ولم يعرف إمام زمانه، مات ميتة جاهلية،

کتاب صحیح مسلم میں ذکر ہوا ہے کہ جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله: كتاب الجواهر المضية في طبقات الحنفية، جلد 1، صفحه 510

حوالے جلدی جلدی مکمّل کروں۔۔ کہ اختصار بھی ملحوظ ہے۔

من مات ليس عليه إمام فميتته جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور اسکا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

المعجم الكبير ، الطبراني ، ج 10 ، ص298

المعجم الأوسط ، ج2 ، ص317 و ج4 ، ص232

مسند أبي يعلي، ج6 ، ص251

كتاب السنة ، ابن أبي عاصم ، ج2 ، ص489

مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص224-225۔

اسی مضمون کی ایک روایت صحیح ابن حبان میں بھی ذکر ہوئی ہے:

صحيح ابن حبان ، ج 10 ، با تحقيق شعيب الارنؤوط وهابي ۔ چاپ مؤسسه الرساله بيروت ، ص 343

رسول خدا(ص) نے فرمایا ہے کہ:

من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

تفتازاني ، شرح مقاصد في علم الكلام ، ج 2 ، ص 275

قندوزی حنفی نے کتاب ینابیع المودۃ میں بھی لکھا ہے کہ:

قال رسول الله (ص): من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

قندوزي حنفي ، ينابيع الموده

بس اب صحیح مسلم سے اس سلسلے کی آخری حدیث لکھ کر آگے بڑھتا ہوں۔

کتاب صحیح مسلم میں ایک بہت ہی اہم روایت ذکر ہوئی ہے کہ یہ روایت عمر کے بیٹے عبد اللہ ابن عمر سے، یزید کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔

حدثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بن مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حدثنا أبي حدثنا عَاصِمٌ وهو بن مُحَمَّدِ بن زَيْدٍ عن زَيْدِ بن مُحَمَّدٍ عن نَافِعٍ قال جاء عبد اللَّهِ بن عُمَرَ إلى عبد اللَّهِ بن مُطِيعٍ حين كان من أَمْرِ الْحَرَّةِ ما كان زَمَنَ يَزِيدَ بن مُعَاوِيَةَ فقال اطْرَحُوا لِأَبِي عبد الرحمن وِسَادَةً فقال إني لم آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سمعت رَسُولَ اللَّهِ (ص) يَقُولُهُ سمعت رَسُولَ اللَّهِ (ص) يقول من خَلَعَ يَدًا من طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يوم الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ له وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ في عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ،

جب صحابہ، مہاجرین اور انصار نے یزید کے خلاف واقعہ حرہ میں مدینہ میں قیام کیا تو عبد اللہ ابن عمر نے ان سے کہا:

یزید کے خلاف قیام نہ کرو، اسلیے کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: جو بھی امیر کی اطاعت سے خارج ہو تو کل قیامت والے دن وہ شخص بغیر کسی حجت کے محشور ہو گا۔ جو بھی دنیا سے اس حالت میں جائے کہ اسکی گردن پر بیعت نہ ہو تو اس شخص کی موت، جاہلیت کی موت ہو گی۔

صحيح مسلم جلد 6 ، صفحه 942 ، حديث 4686

ہاں تو گستاخ انجینئر ملعون یہ اتنے حوالے ایک حدیث کے اس لیے پیش کر دیے کہ تم چاہ کر بھی اس حدیث سے منہ چرا نہ پاؤ۔۔ تو اب بتاؤ کہ اللہ کے رسول جو فرمارہے ہیں کہ اپنے زمانے کے امام یعنی امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر جو مرا وہ جہالت کی نہیں بلکہ جاہلیت کی موت مرا۔

یعنی ان کفار کی موت مرے گا جو اپنی ماں بہن بیٹی کے ساتھ زنا کو جائز سمجھتا ہو، جو بتوں کی پوجا کرتا ہو، بیٹی پیدا ہوتے ہی اسے زندہ دفن کرتا ہو، جو مکمّل ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے، جو شراب نوشی کرے وغیرہ وغیرہ تو کون ہے تمہارا حاضر وناظر امام؟؟ جس کی معرفت حاصل نہ کی تو ایسی جاہلیت کی موت تم بھی مروگے، چاہے جتنے علمی کتابی نعرے لگا لو۔۔ چاہے جتنے سجدے کر لو۔۔ خوب روزے رکھ کر رات میں خلافِ شرع تراویح پڑھ لو۔۔؟؟ بتاؤ آج کون ہے تمہارا امام جس کی معرفت تمہیں حاصل کرنے کا حکم دیا جارہا ہے؟؟

اگر یہ کہوگے کہ وہ امام تو رسول اللہ ہیں تو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑے گی کیونکہ تمہارے عقیدے کے مطابق تو رسول کی معاذاللہ موت واقع ہو چکی یعنی تم رسول اکرم کو حاضر ناظر اور باحیات نہیں مانتے جبکہ رسول اکرم تو خاتم النبیین ہیں نا کہ حاضر و زندہ امام جس کی پہچان اور اس کی اطاعت یعنی معرفت ضروری ہے۔

تو کون ہے تمہارا زندہ امام؟؟؟ یہ تھا پہلا سوال۔۔

اب دوسری بات۔۔ تمہارا یہ بھی ماننا ہے کہ رسول کے بعد لوگوں کا امام خلیفہ ہوتا ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔۔ صحیح کہا نا۔۔ **تو اب یہ بتاؤ کہ جب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنا حق لینے دربار گئیں تو ابو بکر نے دینے سے انکار کر دیا اور بخاری و مسلم کے مطابق بنتِ رسول ناراض لوٹیں اور تادم شہادت ابو بکر سے بات نہ کی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں**

تو اب ذرا یہ بھی بتادو کہ اگر کوئی اپنے زمانے کے امام کہ جس کی معرفت اتنی اہم ہو کہ اگر اطاعت نہ کی جائے تو انسان جاہلیت کی موت مرتا ہے کجا یہ کہ انسان اس امام سے ناراض ہو کر دنیا سے چلا جائے تو تمہارے نبی کریم کی لختِ جگر اور جنت کی عورتوں کی سردار یعنی فاطمہ بنت محمد (س) کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟؟

اگر یہ کہوگے کہ فاطمہ حق پر تھیں تو یہ خود باخود ثابت ہو جائے گا کہ ابو بکر اس وقت کا نہ ہی امام تھا اور نہ خلیفہ ورنہ جنابِ زہرا(س) اپنے والد محترم کی بیان کی گئی حدیث کی مخالفت نہیں کر سکتی تھیں اور ایسے ناراض دنیا سے نہیں جاتیں کہ ابو بکر و عمر کو اپنے جنازے تک میں نہ آنے کی وصیت فرمادی کیونکہ امامِ زمان کی معرفت حاصل کرنا اتنا اہم کام تھا کہ اگر یہ کوئی نہ کرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہو گی۔۔

تو دوسرا سوال یہ بنا اس معرفتِ امام کی حدیث کی روشنی میں تمہارا جنابِ زہرا(س) اور ابو بکر کو لے کر کیا عقیدہ ہے وہ واضح کرو؟؟؟

اب تیسری بات اور وہ یہ کہ رسول ﷺ نے خود فرمادیا جو زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا تو جاہلیت کی موت مرا یعنی انسان کو دورِ جاہلیت کی تاریکی سے نکالنے کے لیے اللہ خود زمین پر اپنا نائب یعنی رسول کو مبعوث فرماتا ہے تو اگر رسول کہہ دیں کہ جاہلیت کی موت مرا اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ آج بھی جو امام ہونا چاہیے وہ بھی خدا کی جانب سے ہونا چاہیے جس کی معرفت انسان کو جاہلیت کی موت سے بچا سکے۔۔

تو ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں خدا کی جانب سے امام کا تقرر ہونا ضروری ہے یعنی کوئی ایسا زمانہ نہیں جس میں دنیا حجتِ خدا یعنی اس کے نامزد امام سے خالی ہو ورنہ تمہاری کتابوں سے پیش کی گئی حدیث معاذاللہ غلط ثابت ہو جائے گی کہ امامِ وقت کی اطاعت تو واجب ہے لیکن امامِ وقت زندہ نہیں؟؟؟

تو الحمدللہ ہم شیعوں کے حاضر امام۔۔ امام المہدی(عج) ہیں جو زندہ اور موجود ہیں، جن کی اطاعت ہر انسان پر واجب ہے۔ اب تم بتاؤ اے جاہل انجینئر کے تمہارا موجودہ امام کون ہے جو تمہیں آج جاہلیت کی موت مرنے سے بچائے گا؟؟

یہ تم نے ہی کہا تھا نا کہ ولایت یعنی امامت بنیادی عقیدہ نہیں جبکہ فقط تمہاری ایک حدیث سے میں نے عقیدہ امامت و ولایت کو بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ آج کے موجود و زندہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے اور واحد مکتبِ تشیع ہے جو نصِ رسول سے امام مھدی کو امامِ زمانہ مانتا ہے اور فقط شیعہ ہی ہیں جو جاہلیت کی موت سے نہیں مرتے۔۔ اب تمہارا اگر کوئی امام نہیں تو تم کو تمہاری ہی صحیح السند حدیث کی روشنی میں جاہلیت کی موت ابھی سے مبارک ہو۔

تحریر کے اختتام پر ایک دوا انجیکشن اور بھی لگاتا چلوں اور تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کروں کہ موجودہ امام، امام مھدی ابن حسن عسکری علیہم السلام ہیں۔

اہل سنت امام سبط ابن جوزی جن کا سن وفات 654 ہجری ہے اپنی تذکرة خواصّ الامّة في خصائص الائمّة کی فصل في ذكر الحجّة المهدي میں ایسے لکھتے ہیں :

هو محمّد بن الحسن بن علي بن ۔ ۔ ۔ علي بن ابي طالب عليه (وعليهم) السّلام و كنيته ابو عبد اللّٰه و ابو القاسم و هو الخلف الحجّة صاحب الزّمان ، القائم و المنتظَر و التّالي و هو آخر الائمّة

امام جوزی نے ابتداء میں پہلے بارہ آئمہ کے نام ترتیب سے ذکر کیے ہیں اور اسکے بعد امام مہدی کی کنیت اور القاب کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ آخری امام ہیں۔ پھر اس حدیث کو اسکی سند کے ساتھ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا:

يخرج في آخر الزّمان رجل من ولدي اسمه كاسمي و كنيته ككنيتي يملأ الارض عدلاً كما ملئت جوراً فذالك هو المهدي

آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج (ظہور) کرے گا کہ وہ میرا ہمنام اور ہم کنیت ہو گا، وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری جاچکی ہو گی اور وہ وہی مہدی ہے۔

اور اس نے اس حدیث کو مشہور کہا ہے، پھر مزید چند روایات کو نقل کیا ہے اور حضرت مہدی کی طولانی عمر کے ممکن ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ میں چند طولانی عمر والے افراد کو ذکر کیا ہے اور آئمہ کی مدح میں شعر کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

قلت: و من شروط الامام ان يكون معصوماً لئلاّ يقع في الخطأ و لانّهم حجج اللّٰه علي عباده و من شرط الحجّة العصمه من كلّ وصمه ۔ انتهي ذكر الائمّة ۔

یعنی امام کی شرائط میں سے ہے کہ وہ معصوم ہو تا کہ اس سے خطا سرزد نہ ہو اور یہ کہ وہ (آئمہ) خداوند کی طرف سے بندوں پر حجت ہیں اور حجت ہونے کی شرط، ہر عیب سے محفوظ ہونا ہے۔

اب ایک اور انجیکشن۔۔

امام شافعی نے بھی اپنی کتاب مطالب السّؤول في مناقب آل الرّسول میں بارہ آئمہ کے بارے میں مناقب کو ذکر کیا ہے اور باب 12 میں بارویں امام کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

الباب الثاني عشر في ابي القاسم محمّد بن الحسن الخالص بن علي المتوكّل ابن القانع ابن عليّ الرّضا ابن موسي الكاظم ابن جعفر الصّادق ابن محمّد الباقر ابن علي زين العابدين ابن الحسين الزّكي ابن عليّ المرتضي اميرالمؤمنين ابن ابي طالب ، المهدي ، الحجّة ، الخلف الصّالح ، المنتظَر (ع) و رحمة اللّه و بركاته،

پھر لکھتا ہے:امّا نسبه اباً و امّاً فابوه الحسن الخالص ابن ۔ ۔ ۔ و امّه امّ ولد تسمّي صقيل (صحیح صیقل ہے) و قيل حكيمه (حكيمه خاتون) و قيل غير ذلك ، و امّا اسمه فمحمّد و كنيته ابو القاسم و لقبه الحجّة و الخلف الصّالح و قيل المنتظَر،

یعنی حضرت مہدی کے والد گرامی امام حسن عسکری اور والدہ محترمہ صیقل ہیں اور اسکا نام محمد اور کنیت ابو القاسم اور لقب حجت اور خلف صالح تھا اور منتظر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر بعض روایات کو ابو داود اور ترمذی سے نقل کرتا ہے اور صحیحین میں نقل شدہ حدیث :»كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم «

اور بعض روایات کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مہدیؑ رسول خدا ﷺ کے اہل بیتؑ اور اولاد حضرت فاطمہؑ میں سے ہیں کہ جو رسول خدا ﷺ کے ہمنام ہیں اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور وہ عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں اور سردار جنت ہیں۔

حواله : سبط بن الجوزي الحنفي، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلي بن عبد الله البغدادي (متوفي654هـ)، تذكرة الخواص، صفحه 204

اہل سنت کے معروف مفسر قرآن امام فخر الدین رازی نے امام عسکری علیہ السلام اور انکی اولاد کے بارے میں لکھا:

أما الحسن العسكري الإمام (ع) فله إبنان وبنتان ، أما الإبنان فأحدهما صاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف ، والثاني موسي درج في حياة أبيه وأم البنتان ففاطمة درجت في حياة أبيها ، وأم موسي درجت أيضاً۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، ان حضرت کے بیٹوں میں سے ایک صاحب الزمان عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہیں اور دوسرا بیٹا موسی ہے کہ جو امام عسکری کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اسی طرح ان امام کی بیٹیاں اور موسی کی والدہ، امام عسکری کی زندگی میں ہی دنیا سے چلے گئے تھے۔

حواله : الرازي الشافعي، فخر الدين محمد بن عمر التميمي (متوفي604هـ)، الشجرة المباركة في أنساب الطالبية، صفحه 78 . 79

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں کہ جسکو اس نے شیعوں کے خلاف لکھا ہے، اس نے اعتراف کیا ہے کہ امام عسکری کا ایک بیٹا تھا کہ جسکا نام **ابو القاسم الحجة** تھا:

ولم يخلف غير ولده أبي القاسم محمد الحجة ، وعمره عند وفاة أبيه خمس سنين ، لكن أتاه الله فيها الحكمة ، ويسمي القائم المنتظر ...۔

امام عسکری علیہ السلام کا ابو القاسم م ح م د حجت کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں تھا، ان حضرت کی وفات کے وقت اس بیٹے کی عمر پانچ سال تھی، لیکن اسکے باوجود بھی خداوند نے اسکو حکمت سیکھائی تھی اور اسکا نام قائم منتظر رکھا گیا تھا۔

حواله : الهيثمي، ابو العباس أحمد بن محمد بن علي ابن حجر (متوفي973ھ)، الصواعق المحرقة، جلد 2، صفحه 601

اگر لکھتا گیا تو پوری ایک کتاب تشکیل پا جائے گی تو تحریر کو یہیں روک کر خبیث الصفت انجینئر سے ایک بار پھر جواب طلب کرتا ہوں کہ بتاؤ اے سقیفائی جاہل کہ آج کے دور میں تمہارا وہ زندہ امام کون ہے جس کی اگر تم نے معرفت حاصل نہ کی تو کنفرم جاہلیت کی موت بالیقین مروگے؟؟

والسلام۔۔ عجل ظہور یا امام (عج)

احقر، ابوعبداللہ

سہوِ نبی ﷺ پر حقیقی شیعہ نظریات

السلام علیکم۔۔

ان تمام مومنین و مومنات پر میرا خصوصی سلام جنہوں نے ایک نام نہاد خود ساختہ محقق کی مبینہ ذاتیات کے الزام کے ساتھ مجھے ہی ذاتیات کا نشانہ بنانے میں دیر نہیں کی۔۔

خیر مجھے اپنی قطعاً کوئی پرواہ نہیں اور جس انداز سے میں نے اصدق نامی فیس بک محقق پر لکھا تھا اسی پر قائم ہوں اور آگے بھی رہوں گا کیونکہ میں کوئی بھی لفظ بنا سوچے سمجھے نہیں لکھتا جبکہ میری ان صاحب سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہے، بالآخر ہیں تو یہ بھی ایک نادان مومن ہی تو مجھے اپنا شرعی وظیفہ بہت اچھے سے معلوم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں نے جن سخت الفاظ میں مگر حدِ ادب کے اندر بنا کسی گالی گلوچ کے جو اسٹیٹس اپڈیٹ کیا تھا آخر اس کی وجہ کیا تھی؟

وجہ یہ ہے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ عام مومنین و مومنات نہیں جانتے اور ایسے خود ساختہ افراد، محقق کا خول پہن کر جو گھناؤنے کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں اس کے پس پردہ کیا عوامل ہیں ان سے عام افراد واقف نہیں، تو مجھ پر ذاتیات کا الزام لگا کر تنقید کا نشانہ بنانا نیچرل سی بات ہے۔ جس پر مجھے بالکل تعجب نہیں۔۔

مومنین و مومنات توجہ فرمائیں کہ ان صاحب نے ایک بار پھر سے تشیع پر اپنی ناقص تحقیق کے نشے میں ان مباحث کو عمومی پلیٹ فارم پر موردِ بحث بنایا جو کہ خاص علمِ کلام کی بحث ہے جس سے عام عوام کا واسطہ نہیں پڑتا اور حالیہ تناظر میں جبکہ عصمتِ انبیاء پر کبھی جواد نقوی جیسے افراد حملہ آور ہیں تو کبھی خاتون جنت جنابِ زہرا (س) کو ایک خبیث معاذاللہ خطاکار کہہ رہا ہے۔ اور تو اور خود یہ موصوف بنات النبی کے موضوع پر اہل سنت کو تقویت دیتے نظر آتے ہیں تو کبھی درِ سیدہ (س) پر حملے والی روایات کو ضعف کی تسبیح میں پرو کر اغیار کو ذکر کا موقع دیتے ہیں۔

یعنی اندرونی و بیرونی محاذ پر دونوں جانب سے مکتبِ تشیع پر حملے کیے جا رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طور پر بنیادی شیعہ عقائد کو مشکوک بنایا جائے۔ اسی اثنا میں ان موصوف کو ایسی کیا مجبوری لاحق ہو گئی اور کیا ضرورت پڑی کہ سہوِ نبی (ص) جیسے حساس موضوع کو چھیڑیں اور اسے عوامی پلیٹ فارم پر ایسے اسمارٹ انداز میں پیش کریں کہ کوئی عام مومن اس کی پکڑائی بھی نہ کر سکے اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جائے۔۔

میرا سوال ہے تمام احباب سے، مجھے یہ بتائیں کہ کیا یہ مباحث عام عوام میں کرنا درست ہے جس کے دقیق ترین مطالب ہوں۔۔ یہاں تک کہ لفظ سہو پر ہی علمائے کلام میں طویل ترین علمی مباحث چلتی ہوں اور یہ صاحب ایک دو جگہ سے یہ پڑھ کر کہ سہو نبی (معاذاللہ) پر شیخ صدوق (رح) نے اسے مانا ہے جبکہ ان صاحب کو یہ کیسے پتا کہ جس سہو کو شیخ صدوق نے مانا ہے وہ وہی سہو ہے جو آج کل کا عام انسان سمجھتا ہے۔۔؟؟

آن لائن علم الرجال کھول کر اس کی اسناد دیکھ کر فیصلہ کر لینا کہ اور منہ اٹھا کر اپنی ناقصِ علمی کو لفظوں کی چادر چڑھا کر فیس بُک پر تحقیق کے نام سے ڈال دینا کہاں کی عقلمندی ہے اور کہاں کی علمی خدمت ہے؟؟؟

آپ تمام احباب میرے اس دعوے کو ضرور قبول کریں گے کہ میں خود سے کوئی تحریر نہیں لکھتا جب بھی لکھتا ہوں جوابی تحریر لکھتا ہوں تا کہ دفاع کو مضبوط بنایا جا سکے۔۔ مجھے ایسے بچکانہ کام کر کے شہرت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں جو یہ صاحب بہت پہلے سے کرتے آ رہے ہیں۔

دراصل ایسے افراد عربی متن کو لکھ کر اور ایک دو اسناد پیش کر کے ان موضوعات کو چھیڑتے ہیں تا کہ دیگر مسالک کو بولنے کا موقع ملے۔ اگر انہیں اتنا ہی علمی درد ہے تو یہ بزرگ ترین مراجع عظام کے نظریات کھل کر کیوں پیش نہیں کرتے؟؟؟ بس بچنے کے لیے بیچ کا راستہ لے کر فقط یہ اشارہ دے کر اپنی فسادی تحقیق کو پیش کر دیتے ہیں کہ "ہاں اس پر کچھ علماء کا یہ بھی ماننا ہے" جبکہ دوسری جانب تفصیل سے سہو نبوی پر موجود احادیث کو پیش کر رہے ہیں اور نوم کو سہو میں لپیٹ کر کہتے ہیں کہ نوم النبی پر سب متفق ہیں یعنی سہو تک جانے کا راستہ ہموار کیا جا رہا۔۔ تو اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے ان کا مذموم ارادہ کیا ہے؟؟

اصل میں یہ کودک محققین کسی اور ایجنڈے پر کار فرما ہیں یا پھر اتنی حکمت ہی نہیں رکھتے کہ انہیں پتا ہو کہ کس موضوع کو عوام میں ڈسکس کیا جائے اور کس کو نہیں۔۔ کس سے مخالف کو فائدہ پہنچ سکتا اور کس سے تشیع کو نقصان۔۔

سہو النبی ایک ایسا موضوع ہے جس پر عام علماء بھی بحث نہیں کرتے بلکہ وہ علماء اس موضوع پر دقت کرتے ہیں جو علمِ کلام میں ماسٹر ہوتے ہیں۔

تو اب کیا وہ تمام احباب مجھے جواب دیں گے کہ ایسے موضوعات سے کون سی علمی خدمت ہو رہی ہے اور عام عوام کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟؟؟

چلیں جی بہت سمجھا دیا۔۔ جو سمجھنا چاہے وہ سمجھ لے گا اب اصدق صاحب کے پھیلائے کھٹے راستے کو میں صاف کرنا شروع کروں تا کہ عصمت معصوم کا دفاع ہو سکے اور ان جیسو کو لگام بھی ڈالی جا سکے جو ایسی حرکات سے تشیع مخالف قوتوں کو مضبوط کر رہے ہیں چاہے دانستہ ہو یا غیر دانستہ۔۔۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔ لبیک یا رسول اللہ (س)

مومنین و مومنات اشاعرہ اور معتزلہ دو دھڑے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے لیے گناہ صغیرہ کو سہواً جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ میں بھی سہوِ نبی ﷺ کے قائل ہیں اور اس سہو سے مراد امورِ شرعی کی تطبیق میں خطا ہو، جیسے نماز کی رکعات میں بھول جانا یا امورِ شخصی و مادی میں خطا ہو جیسے رسول ﷺ کسی کا قرضہ لوٹانے میں بھول جائیں، وغیرہ

اشاعرہ اور معتزلہ سہو کی ان دونوں اقسام کو پیغمبر ﷺ کے لیے جائز سمجھتے ہیں جب کہ شیعہ امامیہ کا جمہور اتفاق ہے کہ اللہ کا نبی اور ولی سہو نہیں کر سکتا۔

شیخ بہائی کو جب کسی نے کہا کہ شیخ صدوق سہو نبی ﷺ کے قائل ہیں تو انہوں نے خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا:

سهوه فی سهو النبی

یعنی شیخ صدوق نے سہو نبی والے مسئلے میں خود سہو کیا ہے۔

حواله : الهیات، جلد ۲،صفحه ۱۸۰

خیر علماءِ شیعہ کی واضح اکثریت جن میں شیخ مفید، شیخ طوسی، محقق حلی، علامہ حلی، خواجہ نصیر الدین طوسی، شہید اول، فاضل مقداد، شیخ حر عاملی، علامہ مجلسی اور حاضر علمائے تشیع سھو نبی کو جائز نہیں سمجھتے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کا نبی پر اعتماد باقی نہیں رہے گا اور لوگوں کے درمیان نبی کے بارے نفرت پیدا ہو جائے گی اور نبی کا کردار و گفتار قابل عمل نہیں ہو گا۔

اب ہمیں اصدق صاحب ذرا یہ بتائیں کہ وہ اشاعرہ سے تعلق رکھتے ہیں یا معتزلی نظریات کے حامل ہیں؟؟؟ جنہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس عنوان کو عوام میں چھیڑا جائے؟؟؟

ایک بات اچھی ہے کہ اصدق صاحب نے وہ روایت بھی نقل کر دی جو عدم سہو النبی پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ تو میں اب یہاں تفصیل سے بیان کر کے اس موضوع کو سمیٹتا ہوں۔

پہلے ایک بات اور واضح کر دوں کہ اگر کوئی شخص خود کو محقق شمار کرتے ہوئے کچھ لکھے تو اسے پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ وہ کن نظریات کو بیان کر رہا ہے اور اس کے بیان کرنے سے کس کو فائدہ پہنچے گا۔

کیا علی اصدق موصوف نے صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی کی کتاب تکملۃُ الوسائل کے جس کا پورا نام الفصول المهمة فی اصول الائمة میں بیان کی گئی حدیثِ معصوم نہیں پڑھی جس میں حر عاملی اصول بیان کرتے ہوئے معصوم کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں :

اس مضمون (روایت عامہ کے خلاف عمل کرنے کے حوالے سے) روایات متواتر ہیں جس کو ہم نے وسائل الشیعہ میں نقل کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک روایت میں امام صادق نے دو مختلفُ المضمون احادیث کے بارے میں فرمایا:

یہ دیکھو کہ اہل سنت روایات کے موافق کون سی ہیں جو انکی روایات کے مطابق ہوں انہیں قبول کر لو اور جو انکے مخالف ہوں انہیں لے لو۔

حوالہ : الفصول المهمة فی اصول الائمة، صفحه ۵۷۷

تو یہ اصول معصومؑ نے دے دیا کہ ہم ان احادیث کو قبول کریں گے جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہوں اور سہو و نسیان و نوم کی قبیح روایات جو شانِ رسالت میں قطعی گستاخی ہیں وہ سب کی سب اہل سنت مصادر کی ہیں۔ تو اصدق صاحب اگر کسی مضمون کے خلاف اہل سنت روایات ہوں تو اس کے برعکس روایات کو شیعہ قبول کریں گے نا کہ اس مضمون کی موافق روایات کو فیس بک پر کھول کھول کر بیان کرنا شروع کر دیں۔۔۔

کیا اب بھی یہ لکھنا توہین شمار ہو گا کہ آپ کی عقل کو چنونے کاٹنا شروع ہو چکے ہیں جو یہ سب کام کر رہے ہیں؟؟

کیا آپ کو اندازہ نہیں کہ اس کام سے عصمتِ نبی پر ضرب کاری ہو گی اور اہل سنت کے باطل نظریات کو تقویت ملے گی؟؟ جبکہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کس قدر گستاخانہ مواد اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے جس میں شروعات اسی سہو کو لے کر ہوتی ہے۔۔؟؟؟

کیا آپ کی نظر سے سورہ نجم کی یہ آیات مبارکہ نہیں گزریں جس میں اللہ ارشاد فرما رہا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾

قسم ہے ستارہ کی جب وہ ٹوٹا، تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے، اسے نہایت طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔

توجب قرآن نے اصول دے دیا کہ قول و فعلِ رسول فقط اور فقط وحی الٰہی ہے جس میں بھول چوک جیسے افعال پیغمبر سے صادر ہی نہیں ہوسکتے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ فیس بُک جیسے عوامی پلیٹ فارم پر اس موضوع کو موردِ بحث لائیں اور کھل کھل کر بتائیں کہ مکتبِ تشیع کے ایک بڑے عالم شیخ صدوق نے اس پر کیا نظریہ اپنایا ہے اور ان کے استاد نے کیا؟؟؟؟

خیر اب آگے چلتا ہوں۔۔

مومنین و مومنات، جو روایات ان صاحب بنام اصدق نقوی نے بیان کی ہیں اس پر علمائے تشیع کی آراء ذرا کھل کر پیش کر دوں۔

شیخ مفید (رح) لکھتے ہیں :

سہو النبی کے بارے میں موجود روایات خبر واحد ہیں اور گمان آور ہیں اور شرعی حوالے سے معتبر نہیں ہیں۔

حواله : شيخ مفيد، عدم سهوالنبی، صفحه ۲۱

شیخ مفید مزید فرماتے ہیں :

ان روایات کے متن میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے اعتبار پر سوال اٹھایا ہے۔

حواله : شيخ مفيد، عدم سهوالنبی، صفحه ۲۲

علامہ حلی (رح) اپنی اس عظیم الشان کتاب جو عقائد پر آج بھی حوزہ علمیہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد میں برملا لکھتے ہیں :

اگر سہو النبی ممکن ہو تو یہ خطا نبوت تک پہنچ سکتی ہے!

حواله : علامه حلی، کشف‌المراد، صفحه ۴۷۲

اب علامہ حلی کا دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں

علامہ حلی اپنی فقہی کتاب منتہی المطلب میں سہو النبی کے بارے میں موجود روایات کو یہ کہہ کر باطل سمجھتے ہیں کہ سہو النبی عقلی اعتبار سے محال ہے۔

حواله: علامه حلی، منتهی المطلب، جلد ۷، صفحه ۷۸

شہید اول (رح) نے بھی اپنی کتاب "ذکریٰ" میں سہو النبی کے متعلق روایات پر اشکال کیا ہے۔

حوالہ : شهيد اول، ذكرى، جلد ۴، صفحه ۱۰

اب جہاں اصدق نقوی نے شمس العلماء آیت اللہ العظمیٰ سید خوئی مرحوم کا قول نقل کیا وہاں بھی کھل کر بیان نہ کر سکے۔۔ لیجیے سید خوئی (رح) کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں جو وہ روایتِ سہو نقل کر کے فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات (سہو کے حوالے سے) اس قابل نہیں کہ ان پر ایمان لایا جائے، اگرچہ ان کی اسانید صحیح بھی ہوں کیونکہ یہ اصول مذہب کے خلاف ہے اور یہ روایات زرارہ کی موثق روایت کے متعارض بھی ہیں جو عدم سجدہ سہو پر دال ہیں چنانچہ زرارہ نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ کیا نبی (ص) نے سجدہ سہو کو انجام دیا (یعنی کیا نماز میں سہو ہوا جسکی وجہ سے سجدہ سھو کیا) جس پر امام باقرؑ نے کہا۔۔۔ نہ رسول اللہ نے کیا اور نہ ہی فقیہ (یعنی آئمہ علیہم السلام) نے۔ لہذا یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم ان تمام روایت کی تقیہ پر تاویل کریں یا ایسی روایت کو دیوار پر دے ماریں۔

حوالہ: كتاب الصلاة، جلد ۶، صفحه ۳۲۹

جن روایات کو سید خوئی دیوار پر دے مارنے کی نصیحت کر رہے ہیں انہی روایات کو آپ کھول کھول کر فیس بک پر کیوں پیش کر رہے ہیں؟؟؟ آخر ایسی کیا مجبوری لاحق ہو گئی؟؟ جواب؟؟

لیجیے یہ بھی دیکھیں کہ آیت اللہ العظمیٰ صادق روحانی کیا کہتے ہیں اور آپ کیا کر رہے ہیں:

(روایت سہو نقل کر کے فرماتے ہیں) اور یہ روایت اصول مذہبِ تشیع کے خلاف ہیں۔

حوالہ: فقه الصادق، جلد ۶، صفحه ۳۴

یعنی جو روایات مذہب تشیع کے خلاف ہیں۔۔ ایسی کیا مجبوری پیش آ گئی کہ اسے فیس بک پر ڈالا جائے؟؟

آیت اللہ العظمیٰ جواد تبریزی کا یہ تبصرہ آپ کی نظر سے گزرا تھا یا نہیں؟؟

(سہوِ نبی والی روایات کے بارے میں) ہم نے اپنی کتاب الصلاۃ، باب مبحث اوقات الصلوۃ میں ان روایات کے بارے میں بحث کی ہے اور ہم نے کہا تھا کہ ان روایتوں کا مضمون ہی اس بات پر دال ہے کہ یہ روایات تقیہ میں کہیں گئیں اور اہلسنت روایات کے موافق ہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ صحیح بات اس حوالے سے یہی ہے کہ ہمارے مشہور علمائے ابرار نے نبی اور آئمہ کے حوالے سے امکانِ سہو کی نفی کی ہے۔

حوالہ: الانوار الهية في مسائل العقائدية، باب نفى سهو عن النبى

اصدق صاحب نے اپنی پوری کوشش کے بعد جو لیکن لگا کر نتیجہ نکالا جو اس طرح ہے:

"لیکن سہو نبی کے انکار کے ساتھ ہی علماء وفقہاء نے نوم نبی ص کا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم اقوال نقل کر چکے ہیں مشائخ کے، اور انہوں نے اس کو عصمت کے منافی نہیں پایا بلکہ ان روایات کو قبول کیا ہے"

اس پر میں یہی لکھ سکتا ہوں کہ تمام انبیاء اور بالخصوص سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ (ص) قرآنی آیات کی روشنی میں حصولِ وحی، حفاظت وابلاغِ وحی اور علم و عمل کے تمام مراتب میں معصوم ہیں اور قطعی طور پر عمداً، سہواً یا نیند کی حالت میں ہر قسم کی خطا سے پاک ہیں۔۔

اگر ان موضوعات پر گفتگو کرنی بھی ہے تو عوامی پلیٹ فارم پر بالکل نہ کریں بلکہ ایسے افراد کو مخصوص کریں جو کلامی مباحث کی سمجھ رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

تشہدِ نماز میں شہادتِ ثالثہ کا مسئلہ اور معصومینؑ کا حکم

السلام علیکم، یا علیؑ مدد

اپنی تحریر کا آغاز قرآن کریم کی ایک آیت اور فقط دو احادیث سے کروں گا کہ جہاں رب الامام المتقین ارشاد فرماتا ہے

وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ(سورہ انعام، آیت119)

اور بہت سے لوگ تو اپنی خواہشات کی بنا پر لوگوں کو بغیر جانے بوجھے گمراہ کرتے ہیں۔ اور تمہارا پروردگار ان زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے!

اور امام الانبیاء حضرت رسول خدا (ص) ارشاد فرماتے ہیں:

اے علیؑ۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام مخلوق میں سے مجھے پسند فرمایا، اگر کوئی بندہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہے خدا اُس کی بندگی کو قبول نہیں کرے گا جب تک تمہاری ولایت و امامت کا اقرار نہ کرتا ہو اور تمہارے بعد تمہاری اولاد میں آئمہ اطہارؑ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کیا ہو اور صرف تمہاری امامت کے اقرار کو بھی خدا قبول نہیں کرے گا جب تک تمہارے اور تمہاری اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کے دشمنوں سے برات کا اظہار نہیں کرے گا۔

ابن طاؤسؒ کتاب الیقین ، صفحہ 56

اب ایک آخری حدیث پھر تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں

مشکل کشائے کائنات مولائے کُل امام علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں

هلک فی رجلان محب غالی و مبغض قال ۔۔

یعنی میرے بارے میں دو قسم کے افراد ہلاک ہوئے، ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔۔۔

تو مومنین و مومنات آج کل کچھ نادان افراد یا یوں کہوں کہ استعماری ٹولے کی جانب سے ایک ٹرم "شہادت ثالثہ "یعنی نماز کے تشہد میں تیسری گوائی مطلب علیا ولی اللہ کی تکرار کرنے پر بہت شور مچایا کر نماز جیسی عظیم عبادت کو معصوم عوام میں مشکوک بنا کر اور دشمنان اہل بیتؑ کو مسرور کرنے کی گھناؤنی سازش کی جاری ہے۔

دراصل اس بے بنیاد فتنہ کا اصل مقصد ولایتِ علیؑ کے نعرے کی آڑ میں تشیع میں موجود نظامِ مرجعیت یعنی اجتہاد و تقلید کو نقصان پہنچا کر شیعیت کی اس عظیم قوت کو کمزور کرنا ہے۔ کیونکہ کہ کوئی بھی شیعہ جو بھلے ہی زیادہ دین دار نہ ہو پر عشقِ علیؑ سے سرشار ضرور ہوتا ہے اور ولایت علیؑ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ بھی رہتا ہے۔ تو اب استعمار نے دیکھ لیا کہ شیعوں کو قتل کرنے، بم دھماکے جیسے اقدامات سے نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تو ان لوگوں نے اپنی اسٹریٹیجی بدلی اور ایک ساتھ عقائدِ تشیع اور نظامِ مرجعیت پر حملے شروع کیے تا کہ شیعیانِ علیؑ کو اندر سے کھوکھلا کر کے دوسرے مسالک کی طرح چھوڑ دیا جائے۔

ان استعماری قوتوں نے وہی چال چلی جو اِن کے نجس اجداد چودہ سو سال پہلے کھیل چکے تھے یعنی صفین کے مقام پر نیزوں پر قرآن کو بلند کر کے معصوم افراد کو گمراہ کرنا کہ علیؑ ایسے افراد سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو ڈھال بنایا ہوا ہے۔ تو مومنین کرام۔۔ امام نے اُس وقت اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر ایک عظیم الشان جملہ کہا تھا جو تا قیامت ایک عظیم اصول بن کر افقِ انسانیت پر جگمگاتا رہے گا اور حق و باطل میں فرق کرواتا رہے گا۔۔

جب امامؑ نے دیکھا کہ ان کا لشکری نیزوں پر قرآن بلند ہوتے ہی انتشار کا شکار ہو رہے ہیں تو بلاغت کی نہج لسان اللہ نے حرکت کی اور فرمایا

كلمة حق يراد بها باطل

یعنی ان کا کلمہ و نعرہ تو حق ہے پر ان کا ارادہ باطل ہے!

تو ایسے امیر المومنینؑ نے تا قیامت اپنے چاہنے والوں کو یہ اصول دے دیا کہ فقط حق کے نعروں سے گمراہ نہ ہونا، ہمیشہ مخالف کے ارادے پر نظر رکھنا۔ اور اپنے امام یعنی ناطقِ قرآن کی اطاعت میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔

یہی سب آج بھی ہو رہا ہے۔۔ ولایتِ علیؑ کے نعرے کو استعمال کرتے ہوئے معصوم مومنین کو سازش کا نشانہ بنا کر حقیقی معارف سے دور کیا جا رہا ہے۔ بات کتنی اچھی ہے کہ نماز میں علیؑ کا نام لیا جائے لیکن اس کے پیچھے جو سازش ہے اس سے عام عوام ناواقف ہے۔

جیسا کہ میں نے اپنی اس سلسلے کی پہلی تحریر میں یہ لکھا تھا کہ نماز کے تشہد میں علیا ولی اللہ کہنا ایک فروعی مسئلہ ہے نا کہ اصولی کیونکہ اگر کسی بندے کا ولایت علیؑ پر عقیدہ نہیں اُس کی نماز تو کیا کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں یہاں تک کہ اس کی سانسیں بھی حرام ہیں۔ کیونکہ اوپر پیش کی گئی سرکارِ محمد مصطفیٰ (ص) کی واضح حدیث سے یہ بات ثابت

ہے کہ ہزار سال بھی کوئی شخص عبادت کرتا رہے، اگر امام علیؑ کی ولایت وامامت کا اقرار نہ کرے تو اللہ اس کی عبادات اس کے منہ پر دے مارے گا۔

تو ولایت علیؑ کا اقرار اور اُس پر عقیدہ رکھنا ایک الگ بات ہے اور اس عقیدے کی گواہی نماز میں دینا ایک الگ بات۔

مومنین یاد رکھیں کہ نماز ایک توقیفی عبادت ہے یعنی جیسے اللہ نے رسول اللہ کو تعلیم فرمائی اسی طرح سے نبی نے اپنی امت کو تعلیم کی اور ہر دور میں وارثِ نبی یعنی معصومینؑ علیہم السلام نے من و عن ویسے ہی پڑھی اور اپنے ماننے والوں کو تعلیم کی، جس کے واجبات میں نہ ہی اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کمی!

مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ میری تمہید طول پکڑ چکی ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ عوام الناس تک آسان الفاظ میں یہ سب مطالب بھی پیش کرنا انتہائی ناگزیر ہیں تاکہ سازش سے ہوشیار کرایا جاسکے۔

دیکھیے مومنین و مومنات میں یہاں اس بات کی تکرار ضرور کرتا چلوں کہ تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مجتہد کے فتوے کا پابند ہے یعنی اگر آپ کا مجتہد اجازت دے تو بالکل پڑھیں اور اگر نہ دے تو نہ پڑھیں اس کا تعلق عقیدہ ولایت علیؑ سے ہر گز نہیں کہ جو تشہد میں علیاولی اللہ نہیں کہتا وہ معاذ اللہ منکرِ ولایت علیؑ ہے یا استعماری پروپیگنڈے کے شکار افراد کی زبانی مقصر ہے۔ ویسے میں نے ایسے افراد سے جب بھی مقصر کی تعریف، کلام معصوم سے مانگی تو آج تک مجھے نہ پیش کر سکے بس وہی کچھ جاہل ذاکرین کے قیاسی جملے دہرا دیتے ہیں جو وہ ان سے سنتے ہیں جبکہ مقصر کی تعریف تک ان حضرات کو نہیں آتی اور صاحبانِ ولایت علیؑ پر مقصر کے فتوے تھوپ دیتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ان نام نہاد خود ساختہ ولایتی جو خود غلو کی حدوں کو چھو رہے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی اور مقصر نہیں!

میں ایسے افراد سے ہمیشہ ایک ہی سوال کرتا ہوں، یہ بتائیں کہ آپ جو آج ولایت علیؑ کے ٹھیکیدار بن کر یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جو نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی نہیں دیتا وہ مقصر ہے غیر حلالی ہے معاذ اللہ۔۔ کیا آپ معصومینؑ علیہم السلام سے زیادہ ولایت امیر المومنینؑ کے محافظ اور داعی ہیں؟؟؟ اور یہ سب بکواسیات کہاں تک جاتی ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟؟؟

جب کسی معصوم نے اس کو جزِ تشہد قرار نہیں دیا تو پھر آپ معصومینؑ سے زیادہ اس بارے میں محتاط و محافظ ہیں؟؟ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر مقاماتِ مقدسہ بالخصوص کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں کوئی بھی کام بنا امام حسینؑ، مولا عباسؑ یا امام علیؑ کی مرضی کے خلاف ہو سکتا ہے؟؟؟ کیا آپ اس نعرے پر لبیک نہیں کہتے "ہے ہماری درس گاہ۔۔ کربلا کربلا"؟؟؟

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں نماز جیسی عظیم عبادت کے تشہد نماز کو کوئی آپ کے بقول ادھورا پڑھے اور وہاں کے صاحبِ قبر معصوم اسے پڑھنے دیں؟؟ کیا یہ ممکن ہے؟؟ اگر کہیں گے کہ ممکن ہے تو پھر آپ تشیع سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ہر شیعہ کا عقیدہ ہے کہ معصومینؑ ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرماتے ہیں جب کہ ان کا فیض اور حکم و قدرت تا قیامت جاری رہتا ہے تبھی ہم شیعہ اپنے معصومینؑ سے براہ راست دعائیں مانگتے ہیں اور وہ اسے پورا فرماتے ہیں۔

تو اب تک جو نمازیں ایسے پاک مقامات پر اپنی معراج کو چھو رہی ہیں اس میں تو تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی تکرار نہیں ہوتی تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ معصومینؑ کے حکم کے مطابق یہی نماز کا تشہد ہے جو انہوں نے اپنے چاہنے والوں کو تعلیم فرمایا اور خود بھی پڑھتے رہے۔ تو آپ بھی اپنی فضول ضد چھوڑ کر حقیقی معنی میں اس نعرے کا جواب دیں "ہے ہماری درس گاہ۔۔ کربلا کربلا" تو جیسے کربلا میں نماز پڑھی جاتی ہے آپ بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

اور قرآن کی اس آیت پر عمل کریں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

"اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں۔

آیئے آپ کو کچھ روایات جو تشہد کے بارے میں ہیں پیش کر رہا ہوں اور سند کا خیال کرتے ہوئے تاکہ آپ کی ہمت ہی نہ رہے جھٹلانے کی۔ اور عام معصوم عوام کو بھی نظر آجائے کہ معصومینؑ نے ہمیں کون سا تشہد پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر بعد میں ان ضعیف اور منقطع روایات پر بھی بحث کروں جو کچھ عرصے سے آپ حضرات دکھانے لگ پڑے ہیں۔

پہلی حدیث شیعہ علم الرجال کے مطابق اصحابِ اجماع سے یعنی حماد بن عیسیٰ سے ملاحظہ فرمائیں جو مکمل ثقہ روایان کی سند سے امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمائی

عربی متن مع مکمل سند:

عن سعد ابن عبد الله عن العباس بن معروف عن علي بن مهزيار عن حماد بن عيسى عن حريز ابن عبد الله عن زرارة قال: قلت: لأبي جعفر (ع) ما يجزي من القول في التشهد في الركعتين الأولتين؟ قال: أن تقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، قلت فما يجزي من التشهد في الركعتين الأخيرتين؟ قال: الشهادتان۔

ترجمہ: سعید بن عبد اللہ نے عباس بن معروف سے علی بن مہزیار نے حماد بن عیسیٰ سے، حریز ابن عبد اللہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا پہلی دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو امام نے ارشاد فرمایا: تقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له پڑھے، میں نے کہا آخری دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو آپؑ نے فرمایا: دو شہادتیں!

حوالہ:

الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤١،

تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١

اب دوسری حدیث پیش خدمت ہے جو موثق کا درجہ رکھتی ہے:

عربی متن مع مکمل سند:

الحسين بن سعيد، عن صفوان، عن عبد الله بن بكير، عن عبد الملك بن عمر والأحول، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: التشهّد في الركعتين الأوّلتين: الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته

ترجمہ: حسین بن سعید نے صفوان سے کہ انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن بکیر نے ہمیں حدیث بیان کی عبد الملک بن عمرو الاحول سے کہ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا پہلی دو رکعت میں تشہد یہ ہے

الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته۔

حوالہ:

تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ٩٢

وسائل الشيعة (الإسلامية) - الحر العاملي - ج ٤ - الصفحة ٩٨٩

اب اس کتاب سے حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس کا یہ نام نہاد ولایتی ٹولہ بہت نام لیتا ہے یعنی "فقہ الرضا" سے۔۔

فاذ اتشهدت فی الثانية فقل: بسم الله و بالله والحمدلله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ه و رسوله ارسله بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک

ترجمہ: جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھیں تو یوں کہیں

بسم الله و بالله والحمدلله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ه و رسوله ارسله بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک

اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے۔

حواله : فقه الرضا ، باب الصلاة المفروضه ، ص8و ص108

جی بھائی اب کیا کہیں گے آپ؟؟؟ آپ ہی کی پیش کی گئی کتاب فقہ الرضا میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ دو رکعت نماز کا تشہد شہادتین پر مشتمل ہے اور خاص تاکید ہے کہ اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے تو اب بتائیں گے کہ دو رکعتی نمازوں میں نمازِ فجر، انسان کی قصر نمازیں وغیرہ سب شامل ہیں اور معصومینؑ کے حکم کے مطابق دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی کافی شمار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وعنه عن أحمد بن محمد بن أبي نصر قال: قلت: لأبي الحسن عليه السلام جعلت فداك التشهد الذي في الثانية يجزي ان أقوله في الرابعة؟ قال: نعم۔

ترجمہ: احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسنؑ سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو، اگر میں دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی پڑھ لوں تو کیا کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں

حواله: تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١، الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤٢، وسائل الشيعة (آل البيت) - الحر العاملي - ج ٦ - الصفحة ٣٩٧، الحدائق الناضرة - المحقق البحراني - ج ٨ - الصفحة ٤٤٢

تو فقہ الرضا کتاب کے مطابق بھی شہادتِ ثالثہ کی گواہی دینا قطعاً ثابت نہیں ہوتی کیونکہ دوسری رکعت کی گواہی چوتھی رکعت میں بھی کافی ہوتی ہے۔

اب تیسرا اور آخری حوالہ جسے آپ حضرات شیخ طوسیؒ کا نام لے لے کر غلط نقل کرتے ہیں پورے متن کے ساتھ نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں اسے تشہد کبیر بھی کہا جاتا ہے

حدیث موثق مع مکمل عربی متن:

الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن زرعة عن أبي بصير عن أبي عبد الله عليه السلام قال: إذا جلست في الركعة الثانية فقل (بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول اللهم صل على محمد وآل محمد وتقبل شفاعته في أمته وارفع درجته) ثم تحمد الله مرتين أو ثلاثا ثم تقوم فإذا جلست في الرابعة قلت: بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة اشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول التحيات لله والصلوات الطاهرات الطيبات الزاكيات الغاديات الرايحات السابغات الناعمات لله ما طاب وزكا وطهر وخلص وصفا فلله، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد أن ربي نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول واشهد أن الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا إن هدانا الله الحمد لله رب العالمين، اللهم صل على محمد وآل محمد، وبارك على محمد وآل محمد، وسلم على محمد وآل محمد، وترحم على محمد وعلى آل محمد كما صليت وباركت وترحمت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم صل على محمد وعلى آل محمد واغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم، اللهم صل على محمد وآل محمد وامنن علي بالجنة وعافني من النار، اللهم صل على محمد وآل محمد واغفر للمؤمنين والمؤمنات ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنات ولا تزد الظالمين إلا تبارا) ثم قل (السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام على أنبياء الله ورسله السلام على جبرئيل وميكائيل والملائكة المقربين السلام على محمد بن عبد الله خاتم النبيين لا نبي بعده والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين۔

حواله : تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ – الصفحة ٩٩- ١٠٠

یہی طویل تشہد اسی متن کے ساتھ ان کتب میں بھی درج ہے۔

شیخ ملا فیض کاشانی نے الوافی میں، شیخ طوسی نے الخلاف میں، محقق حلیؒ نے المعتبر شرح المختصر میں، شیخ ادریس حلیؒ نے کتاب السرائر میں، علامہ حلیؒ نے المنتھی اور تذکرۃ الفقہاء میں، شہید اول نے ذکری الشیعۃ فی احکام الشریعۃ میں شہید ثانی نے روض الجنان شرح ارشاد الاذھان میں، محدث بحرانی نے الحدائق الناضرۃ میں، السید عاملی نے مفاتیح الکرامہ شرح قواعد العلامہ میں اور علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ نے ریاض المسائل میں نقول فرمائے ہیں۔

ان عظیم علمائے تشیع کی معتبر کتابوں میں ابو بصیر سے روایت ہوا صحیح السند اور موثق تشہد درج ہے اب مجھے وہ تمام نادان دوست ذرا دکھائیں کہ اس تشہد کبیر میں کہاں پر شہادت ثالثہ بیان ہوئی ہے؟؟؟

فقط ایک کتاب جو فقہ المجلسی میں غیر معتبر روایت میں شہادت ثالثہ کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے علاوہ کسی بھی شیعہ منابع میں موجود نہیں تو اس فقط ایک غیر معتبر روایت کو لے اتنا شور کیوں مچار کھا ہے؟؟ جبکہ خود امام سے مر قوم اصول حدیث کی روشنی سے یہ ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں رہتی۔۔

چلیں آسان انداز میں وہ اصول بھی کلامِ معصومؑ سے پیش کیے دیتا ہوں۔

چھٹے تاجدار عصمت و طہارت حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

اصول کافی کی روایت ہے:

خذوا بالمجمع علیه فان المجمع علیه لاریب فیه

ترجمہ: جو حدیث بھی اجماع سے مورد اتفاق ہو وہ لے لو چونکہ کسی بھی متفق علیہ شے میں شک وشبہ نہیں رہتا۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ویترک الشاذ الذی لیس بمشهور عند اصحاب

یعنی اور قول شاذ جو فقہاء کے نزدیک مشہور نہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔

تو جی فقط ایک روایت اور وہ بھی غیر معتبر کو لے کر لاتعداد صحیح السند کتب میں موجود روایات کو چھوڑ دینا خود امام معصومؑ کے حکم کے خلاف ہے۔

یہاں پر فقط ایک نقطے پر توجہ دلا کر ان مجتہدین پر بھی مختصر بات کرتا ہوں جن کے فتوے دکھا کر یہ شہادت ثالثہ کو جھوٹ بول کر جز تشہد مشہور کرتے ہیں۔

مومنین ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اگر تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ اس کا جز نہیں تو یہ اذان و اقامت میں کیوں شامل ہے؟ اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ نماز کا اذان سے مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نماز واجب ہے جبکہ اذان فقط مستحب۔ اور اذان میں بھی شہادت ثالثہ جز نہیں لیکن بہت تاکیدی اور مستحسن ہے۔ نمازِ توقیفی عبادت ہے جبکہ اذان نہیں۔ یعنی اذان کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کے لیے وضو کیا جائے، قبلہ رخ ہوا جائے وغیرہ وغیرہ

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اذان میں شہادت ثالثہ مکتب اہل بیت کا نشان بن چکا ہے یعنی اذان میں شہادت ثالثہ شعائر تشیع میں شامل ہے اور یہ شیعہ مذہب کا کئی صدیوں سے روشن ترین شعار کے طور پر رائج ہے۔

اب رہی ان مجتہدین کی بات کہ جن کے فتوے کو غلط پیش کر کے یہ حضرات شہادت ثالثہ کو جز تشہد بتاتے ہیں ان میں سب مشہور نام صادق شیرازی کا ہے تو آیئے اب اسی پر مختصر بات ہو جائے کیونکہ تحریر واقعاً بہت طویل ہو گئی ہے۔

تو مومنین و مومنات قبلہ صادق شیرازی کی اگر توضیح المسائل دیکھ لی جائے تو ان استعماری ایجنٹوں کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

صادق شیرازی صاحب کی توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر 1109 جا کر ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ انہوں نے بھی دو شہادتوں والا تشہد نقل کیا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس تشہد میں مزید کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔

صادق شیرازی صاحب اپنی آفیشل ویب سائٹ پر ایک استفتاء کے جواب میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں

"آنچه از روایات شریفه وارده در کتاب «وسائل الشیعة: کتاب الصلاة، ابواب افعال الصلاة، وابواب التشهد، وابواب التسلیم: ج5 و6» استفاده می شود آن است که نمازی که شیعیان تا به امروز می خوانند در کیفیت، طبق نمازی است که رسول خدا و اهل بیت آن حضرت (که درود خدا بر آنان باد) می خواندند، حتی در شهادتین و صلوات در تشهد و سه سلام در تسلیم آن، و فقهاء جامع الشرائط شیعه آن را در رساله های توضیح المسائل بیان کرده اند"۔

ترجمہ:

وسائل الشیعہ: کتاب الصلاۃ، ابواب افعال الصلاۃ، وابواب التشھد، وابواب التسلیم: ج5 اور 6 میں جو کچھ روایات شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ وہ نماز جو شیعہ آج کے زمانے تک پڑھتے آئے ہیں کیفیت کے لحاظ سے وہی نماز ہے جو رسول اللہ (ص) اور ان کے اہل بیتؑ پڑھا کرتے تھے جیسے تشہد کی دو شہادتوں میں اور سلام نماز کی تین سلاموں میں، جن کو جامع الشرائط شیعہ فقہاء نے اپنی توضیح المسائل میں بیان کیا ہے"۔

حوالے کے طور پر صادق شیرازی صاحب کی آفیشل ویب سائٹ کا یہ لنک ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

http://persian.shirazi.ir/showestefta.php?Id=83

اب رہے وہ کچھ غیر معروف مجتہدین جنہوں نے شہادت ثالثہ کو پڑھنے کی اجازت دی بھی ہے تو فقط استحباب کی نیت سے نا کہ جز تشہد یعنی واجب کی نیت سے۔

یعنی یہ ثابت ہو چکا کہ معصومینؑ میں کسی نے بھی نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ نہ ہی خود پڑھی اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر پھر بھی کسی کا نماز میں ذکر علیؑ اور آل محمدؑ کا الگ سے ذکر کرنا چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی وہاں دعا کے طور پر پڑھ سکتا ہے جہاں معصومینؑ نے اجازت دی ہے نا کہ جز تشہد بنا کر۔۔

اب تحریر کو یہاں ہی روکتا ہوں کہ جو نماز میں دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو وہ ان الفاظ کے ساتھ حالتِ رکوع و سجود میں عربی زبان میں اور قنوت میں چاہے اردو میں پڑھ لے یا عربی میں اس طرح سے

اللَّهُمَّ إِنِّی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا الله وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ الله وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْن اَبِیْ طَالِب وَ الْآئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ الله وَ اَسْئَلُكَ بِشَفَاعَتِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ اَنْ تَقْضِی لِیْ حَاجَتِی

ترجمہ: خدایا میں تیری وحدانیت اور تیرے پاک رسولؐ کی نبوت اور علیؑ اور ان کی اولاد آئمہؑ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے واسطے اور شفاعت سے اپنی حاجات کو تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

ایسی صورت میں شہادت ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی گواہی دینا جیسے اوپر بیان ہوئی دعا سے ظاہر ہوتا ہے جائز ہے بلکہ مستحب اور باعث ثواب بھی ہے لیکن تشہد نماز میں اجازت نہیں۔

والسلام علیکم، یا علیؑ المدد

ابو عبداللہ

اہل سنت کا طریقہ وضو، قرآن و سنت کے مطابق نہیں!

کوئی مسلمان اس حدیث کی سند تک نہیں مانگے گا جو ہم سب بچپن سے سنتے آرہے ہیں یعنی "نماز دین کا ستون ہے" یعنی دین کی امارت نماز کے صحیح ہونے سے مشروط ہے اگر نماز غلط تو دین گیا۔۔۔ کیوں صحیح کہا نا میں نے۔۔

اب اگر ساتھ میں میں یہ کہوں کہ وضو نماز کا ستون ہے تو کیا یہ غلط ہو گا؟ یقیناً نہیں کیونکہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نماز کے لئے وضو واجب ہے۔ تو اب میرا مسلمانوں سے ایک اور سوال ہے، یہ بتائیں کہ اگر وضو غلط ہو جائے تو کیا نماز صحیح ہو سکتی ہے ؟؟

یعنی وضو غلط تو نماز غلط اور نماز غلط تو دین کا ستون گر گیا۔ تو دین کو بچانا ہے تو نماز کو صحیح انجام دینا اور اگر نماز کو بچانا ہے تو پھر وضو کو بطور اولیٰ بالکل صحیح بجالانا ہے یا ہمارے بھائیوں کی رائج جملے میں " صحیح وضو بنانا ہو گا" جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔

تو اب ایک مشہور زمانہ انجینئر محمد علی مرزا نامی محقق کو شیعہ وضو یعنی اصل وضو جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے اس پر جواب دے کر خود ان حضرت اور تمام مسلمانوں کو حق کی طرف دعوت دیتا ہوں۔۔

انجینئر محمد علی مرزا صاحب ایک صاحب فہم اور قدرے بہتر اہل سنت محقق ہیں اور اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ علی بھائی نے جس انداز سے بنو امیہ اور خاص طور پر صفین و جمل میں امام علیؑ کا دفاع کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین ہے جس پر ہر محب اہل بیتؑ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

مگر کچھ جگہوں پر برادر انجینئر صاحب شاید کسی مجبوری کی بناپر مزید کھل کر حق بیان کرنے سے قاصر ہیں اور لا محالہ حق کو چھپانا اور خود پر تشیع کا الزام لگنے کے ڈر سے عبادات جیسے مسائل میں بھی تقیہ کو نہ مانتے ہوئے بھی تقیہ سے کام لینا میرے حسن ظن کے مطابق شاید اُن کی مجبوری ہے جو کہ قطعاً ان جیسے ریسرچ اسکولر کو زیب نہیں دیتا۔

اسی اثنا میں ان کی وضو والی ویڈیو میری اس تمہید کا کھلا ثبوت ہے جس کا جواب میں انہیں اسی ویڈیو کے نیچے دے چکا تھا جس پر کافی لوگوں کے کمنٹس اور لائیکس بھی آئے پر انجینئر صاحب نے وہاں کوئی جواب نہیں دیا اور میرے لکھنے کے باوجود دوسری ویڈیو بنا کر نہ ہی میرا رَد پیش کیا اور نہ ہی رجوع کر کے درست طریقہ وضو پر عمل کیا۔

تمہید کافی طویل ہوتی جارہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا بھائی کو اس تحریر سے ایک بار پھر مفصل دعوتِ رجوع کا موقع دے رہا ہوں اور ساتھ میرے پڑھنے والوں کو یہ انتباہ بھی کہ یہ تحریر پوری کوشش کے باوجود بھی آسان نہ ہو گی کیونکہ اس میں علمِ قرآن اور عربی قواعد کی بحث مجھے کرنی ہے۔

تو سب سے پہلے انجینئر بھائی کی خدمت میں قرآن پاک کی وہی محکم آیت پیش خدمت ہے جس کی تشریح و تفسیر میں انہوں نے مغالطہ سے کام لیا اور اپنے کروڑوں فینز کو جان بوجھ کر غلط طریقہ وضو پر اسرار کیا۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں خدا طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

يا أَيهَا الَّذينَ آمَنُوا إِذا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَين (سورة المائده، آیت6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور سروں کے بعض حصہ کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

یہاں پر میں اس آیت میں بیان ہوئی کچھ قرآنی اصطلاحات کو آسان لفظوں میں بھی بیان کر دوں تا کہ عام قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔۔

آیت کے پہلے حصے میں جہاں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ

(اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو) اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوؤ۔

مذکورہ حصے میں لفظ "وجه" ہر چیز کے سامنے والے حصے کو کہتے ہیں۔ وجه کی جمع وجوه ہوتی ہے نیز چہرے کو بھی وجه کہا جاتا ہے۔

لفظ "يد" کندھے سے لے کر انگلیوں کے سروں تک ہاتھ کو کہتے ہیں۔

لفظ "مرافق" مرفق کی جمع ہے۔ جب کوئی شخص کُہنی کے سہارے بیٹھے تو عربی میں کہا جاتا ہے ارتفق الرجل۔

چونکہ اس سے سہارے کا کام لیا جاتا ہے اسی مناسبت سے کہنی کو مرفق کہا جاتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ میں جہاں سر اور پاؤں کا مسح کرنے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

ترجمہ: اور سروں کے بعض حصے کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

لفظ "راس" معروف جسمانی عضو کا نام ہے۔ یہ مذکر ہے اور اس کی جمع ارؤس و رءوس آتی ہے۔ یعنی جسم کے کسی حصے کا اٹھا ہوا ہونا راس کہلاتا ہے۔

لفظ "کعب" ک ع ب بلندی اور چیز کی اونچائی پر دلالت کرتی ہے، اسی سے کعب الرجل ہے اور یہ وہ پنڈلی کی دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں اور پنڈلی کے شروع ہونے کی جگہ پر ہوتی ہیں۔

لفظ "رجل" یعنی پاؤں اور اس کی جمع اَرجُل ہے۔ مطلب پاؤں سے لے کر قدم تک کے حصے کو رِجل کہتے ہیں۔

میں تمام پڑھنے والوں سے معذرت چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ آسان کر کے لکھنا میرے لئے محال ہے جبکہ آگے مزید مشکل الفاظ کا آپ سب کو سامنا کرنا پڑے گا۔

تو اب انجینئر صاحب نے جو یہ کہا کہ قرائت مشہور کی بنا پر عربیت شناس کے ہاں اگر بِرُءُ وْ سِكُمْ کی `ب` اِس طرح کے مواقع میں احاطے پر دلیل ہوتی ہے۔ اِسی طرح پاؤں کا حکم، اگرچہ بظاہر خیال ہوتا ہے کہ `وَامْسَحُوْا` کے تحت ہے، لیکن `اَرْجُلَكُمْ` منصوب ہے۔

قارئین کے لئے آسان کردوں کہ انجینئر صاحب کی لوجک سے کلمہ (أرجلَكم) منصوب اور (ايديكم) پر **عطف** ہے جس کے نتیجے میں **معطوف** اور **معطوف علیہ** کا حکم ایک ہوگا یعنی ہاتھوں اور پیروں کو دھونا چاہیئے۔

اگر حضرتِ انجینئر اسی کلام کو حجت مان کر وضو میں پاؤں دھونے پر بضد ہیں تو اب ان کی خدمت میں عربی قواعد کی روشنی میں ہی ان کا رَد پیش کر رہا ہوں جبکہ بعد میں اپنے پیش کئے گئے رَد پر خود اہل سنت علماء کے اقوال اور صحیح السند اہل سنت احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح ثابت کر کے مکتبِ اہل بیتؑ کا دفاع کروں گا۔

تو محترم محمد علی مرزا صاحب اگر اَرجُلَكُم کا بِرُؤوسِكُم کے محل پر **عطف** ہو تو اس صورت میں یہ اِمسَحُوا کا **مفعول** ہوگا۔ اس صورت میں پاؤں کا مسح کرنا ضروری ہوگا۔

رُؤوسِكم اگرچہ مجرور (کسرے کے ساتھ) ہے لیکن مجموعی طور پر حرف باء اور رُؤوسِكُم مل کر اِمسَحُوا کا **مفعول** ہے اور **مفعول** کی جگہ پر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لہٰذا کلمہ اَرجُلَكُم مفعول کے مقام پر عطف ہونے کی

وجہ سے سر کی مانند پاؤں کا بھی مسح کرنا واجب ہے۔ اَرجُلَکُم کا عطف وُجوھَکُم پر ہو اور یہ اغسِلوا کا **مفعول** ہونے کی وجہ سے **منصوب** ہو تو اس صورت میں پاؤں بھی منہ کی طرح دھونا واجب ہو گا۔

قواعد عربی کے لحاظ سے دوسرا احتمال قرآنی فصاحت کے ساتھ ساز گار نہیں ہے کیونکہ فاغسلوا کا جملہ مکمل ہو چکا ہے اور امسحوا کے ساتھ ایک نیا کلام شروع ہوا ہے۔

اب ارجلکم کا **عطف** نزدیک والے کو چھوڑ کر دور والی جگہ پر **عطف** کرنا غیر مانوس اور غیر فصیح ہے نیز سر کے کچھ حصے کا مسح کرنے کی وجہ سے رُؤوسِکم کے ساتھ "بَ" مذکور ہوئی ہے۔ تو اس لئے سر اور پاؤں کا مسح ہی کرنا چاہئے۔

اب یہاں پر میں اہل سنت عالم کا کلام اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر نذر کر رہا ہوں اور وہ بھی کوئی معمولی عالم نہیں بلکہ وہ عالم جن کے بارے میں خود علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر ان کی اصولِ فقہ پر کتابیں نہ ہوتیں تو ہمارے اہل سنت مسلک کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا یعنی امام ابن حزم اندلسی کی اصول فقہ اہل سنت پر لکھی ہوئی کتابیں۔۔

تو آیئے انجینئر صاحب اب میں آپ کو آپ کے ایسے بزرگ ترین عالم امام ابن حزم اندلسی سے اسی آیت کی تشریح و تفسیر پیش کر رہا ہوں اور وہ بھی عربی و اردو متن کے ساتھ۔

امام ابن حزم وضو والی آیت سے غلط مطلب سمجھنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

مَسْأَلَةٌ و أما قَوْلُنَا فِی الرِّجْلَيْنِ فإن الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْمَسْحِ

(وَ امْسَحُوا برؤوسكم ((برءوسكم)) وَأَرْجُلَكُمْ) وَ سَوَاءٌ قرىء (قرئ) بِخَفْضِ اللاَّمِ أو بِفَتْحِهَا هِيَ على كل حَالٍ عَطْفٌ على الرؤوس (الرءوس) إمَّا على اللَّفْظِ و إما على الْمَوْضِعِ لاَ يَجُوزُ غَيْرُ ذلك لأنه لاَ يَجُوزُ أَنْ يُحَالَ بين الْمَعْطُوفِ وَ الْمَعْطُوفِ عليه بِقَضِيَّةٍ مُبْتَدَأَةٍ وَ هَكَذَا جاء عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ يَعْنِی فِی الرِّجْلَيْنِ فِی الْوُضُوءِ۔

و قد قال بِالْمَسْحِ على الرِّجْلَيْنِ جَمَاعَةٌ من السَّلَفِ منهم عَلِيُّ بن أَبِي طَالِبٍ و ابن عَبَّاسٍ وَ الْحَسَنُ وَ عِكْرِمَةُ وَ الشَّعْبِيُّ وَ جَمَاعَةٌ و غيرهم (غيرهم) و هو قَوْلُ الطَّبَرِيِّ

ہمارا کلام پیروں کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن میں پیروں کا مسح کرنا نازل ہوا ہے، یعنی قرآن کے مطابق وضو میں پیروں کو مسح کرنا چاہیے۔

لفظ ارجلکم کی لام چاہے اس کے نیچے زیر ہو (ارجلِکم) اور چاہے اس پر زبر ہو (ارجلَکم)، ہر دو صورتوں میں اس کا عطف لفظ رؤوس پر ہوا ہے، اور یہ عطف یا خود ظاہری لفظ پر ہوا ہے یا لفظ کے محل و مقام پر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تیسرا فرض

درست نہیں ہو گا، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ایک نئی واضافی چیز کا فاصلہ ہونا جائز نہیں ہے۔ اور ابن عباس سے بھی نقل ہوا ہے کہ قرآن میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔

حوالہ : الظاهری، علی بن أحمد بن سعید بن حزم أبو محمد (متوفی456ھ)، المحلی، جلد 2، صفحه 56 – تحقیق: لجنة إحیاء التراث العربی

تو انجینئر صاحب ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جس زیر زبر میں آپ عوام کو الجھا کر وضو جیسی عظیم عبادت کو خراب کرا رہے ہیں اس پر آپ اہل سنت کے عظیم فقہہ کا کیا بیان ہے۔

اب یہاں کچھ صحیح السند احادیث بھی بیان کر کے اپنا اوپر کیا گیا وعدہ پورا کروں اور عوام اہل سنت جو عربیات و مشکل علوم قرآن کو نہیں سمجھ سکتی انہیں احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح واجب ہونے پر دلائل دوں تا کہ حق واضح ہو جائے اور وہ مان جائیں کہ اصل دین فقط اور فقط اہل تشیع کا ہے جو انہوں نے اہل بیتؑ سے حاصل کیا۔ نیز ساتھ میں میں ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند پر اہل سنت علماء رجال کے اقوال بھی پیش کروں گا۔

وضو کے متعلق صحیح السند احادیث اہل سنت۔۔

1-روایت امیر المؤمنین علیؑ: (سند صحیح)

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں علیؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا (ص) وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے

حدثنا عبد اللَّهِ حدثنی أَبِی ثنا وَكِيعٌ ثنا الأَعْمَشُ عن أبی إِسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ رضی الله عنه قال كنت أَرَى ان بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ من ظَاهِرِهِمَا حتى رأيت رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم يَمْسَحُ ظَاهِرَهُمَا۔

عبد خیر نے علیؑ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: میں خیال کرتا تھا کہ پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا یہ پیروں کے اوپر مسح کرنے سے زیادہ مناسب ہے، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ وضو میں ہر دو پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 95، تحقیق: شعیب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

کتاب مسند احمد کے محققین کا روایت کو صحیح قرار دینا:

کتاب مسند احمد کے محقق شعیب الارنؤط اور عادل مرشد نے کتاب کے حاشیے میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور انکی عبارت اسطرح ہے:

حديث صحيح بمجموع طرقه۔

یہ روایت اپنی تمام اسناد کے ساتھ صحیح ہے۔

کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اس طرح نقل ہوئی ہے کہ

حدثنا وَكِيعٌ عَنِ الأَعْمَش عن أبي إسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ قال لو كان الدِّينُ بِرَأْيٍ كان بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ على ظَاهِرِهِمَا وَ لَكِنْ رَأَيْت رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا۔

علیؑ نے فرمایا ہے کہ: اگر دین رائے اور مرضی کے ساتھ صحیح ہوتا تو پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا، یہ پیروں کے اوپر والے حصے پر مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا، لیکن میں نے خود رسول خدا کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے پیروں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔

ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد، مصنف ابن أبي شيبة، ج 1، ص 25، تحقيق : حمد بن عبد الله الجمعه، محمد ابراهيم الحيدان، مكتبة الرشد۔

2-روایت ابن عباس: (سند صحیح)

کتاب الفوائد کے مصنف نے ابن عباس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کو ایسے نقل کیا ہے کہ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: ثنا وَرْقَاءُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِوُضُوءِ النَّبِيِّ قَالَ: فَمَضْمَضَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ اسْتَنْشَقَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ غَسَلَ وَجْهَهُ مَرَّةً، وَ يَدَيْهِ مَرَّةً، وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ۔

عطاء بن یسار نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: کیا میں تمہارے لیے رسول خدا کے وضو کرنے کے طریقے کو بیان نہ کروں؟ ابن عباس نے کہا: رسول خدا دو مرتبہ پانی سے کلی کرتے تھے، دو مرتبہ پانی سے ناک کو دھوتے تھے، ایک مرتبہ چہرے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کو دھوتے تھے، پھر سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

الشافعي، محمد بن عبد الله بن إبراهيم (متوفى354هـ)، كتاب الفوائد (الغيلانيات)، ج 4 ، ص 364، تحقيق: حلمي كامل أسعد عبد الهادي، دار النشر: دار ابن الجوزي – السعودية، الرياض، الطبعة: الأولى 1417هـ – 1997م

محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

3-روایت رفاعہ بن رافع: (سند صحیح)

ابن ماجہ کی نقل کے مطابق، رفاعہ ابن رافع نے بھی رسول خدا (ص) کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے

حدثنا محمد بن يحيى ثنا حَجَّاجٌ ثنا هَمَّامٌ ثنا إسحاق بن عبد اللَّهِ بن أبي طَلْحَةَ حدثني عَلِيُّ بن يحيى بن خَلَّادٍ عن أبيه عن عَمِّهِ رِفَاعَةَ بن رَافِعٍ أَنَّهُ كان جَالِسًا عِنْدَ النبي صلى الله عليه و سلم فقال إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ حتى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كما أَمَرَهُ الله تَعَالَى يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ إلى الْمِرْفَقَيْنِ وَ يَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ إلى الْكَعْبَيْنِ۔

یحیی ابن خلاد نے اپنے چچا رفاعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی بندے کی بھی نماز اسوقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہے کہ جب تک خداوند کے حکم کے مطابق اعمال وضو کو انجام نہ دے، اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک دھوئے اور پھر اپنے سر اور پیروں کا اٹھی ہوئی جگہ تک مسح کرے۔

القزويني، محمد بن يزيد أبو عبدالله (الوفاة: 275ق) سنن ابن ماجه، ج 1، ص 291، تحقيق: شعيب الارنؤط، عادل مرشد، محمد كامل، مؤسسة الرساله۔

روایت کو صحیح قرار دینا

اس کتاب کے محقق شعیب الارنؤط نے حاشیے میں، اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسناده صحيح۔

البانی نے بھی کتاب سنن ابن ماجہ پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

ابو داود نے بھی اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور اسی کتاب کے محقق نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور البانی نے بھی کتاب سنن ابن داود پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

دارمی نے بھی اپنی کتاب میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور کتاب کے محقق نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

4-روایت عثمان: (باسند معتبر)

عثمان نے بھی رسول خدا ﷺ کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے اور اس نے بھی وضاحت کی ہے کہ وہ وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔ یہ روایت چند اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

سند اول

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل میں معتبر سند کے ساتھ، اسطرح آئی ہے کہ

حدثنا عبد اللَّهِ حدثني أبي ثنا بن الأشجعي ثنا أبي عن سُفْيَانَ عن سَالِمٍ أبي النَّضْرِ عن بُسْرِ بن سَعِيدٍ قال أتى عُثْمَانُ الْمَقَاعِدَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثاً وَ يَدَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ قال رأيت رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم هَكَذَا يَتَوَضَّأُ يا هَؤُلاَءِ أَكَذَاكَ قالوا نعم لِنَفَرٍ من أَصْحَابِ رسول اللَّهِ صلى الله عليه و سلم عِنْدَهُ۔

بسر بن سعید نے کہا ہے کہ: عثمان وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھا اور کہا کہ میرے لیے پانی لے کر آؤ تا کہ میں وضو کر سکوں۔ پھر اس نے کلی کی اور پھر ناک میں پانی ڈالا، اسکے بعد اس نے تین مرتبہ چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر اس نے اپنے سر اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا۔ اس کے بعد کہا: میں نے رسول خدا کو دیکھا تھا کہ وہ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔ اے لوگو، کیا رسول خدا کا وضو اسی طرح تھا؟ سب نے کہا: ہاں، عثمان نے اس بات کو رسول خدا کے ان صحابہ سے کہا تھا کہ جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 523، تحقيق: شعيب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

اس کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے: اسناده حسن۔

سند دوم

حمران بن ابان سے سند معتبر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ عثمان اپنے پیروں کا مسح کیا کرتا تھا اور خود بھی واضح طور پر کہتا تھا کہ رسول خدا ﷺ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے:

حدثنا محمد بن بِشْرٍ قال حدثنا سَعِيدُ بن أبي عَرُوبَةَ عن قَتَادَةَ عن مُسْلِمِ بن يَسَارٍ عن حُمْرَانَ قال دَعَا عُثْمَانَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ ضَحِكَ فقال ألا تَسْأَلُونِي مِمَّا أَضْحَكُ قالوا يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ما اضحكك قال رَأَيْت رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ كما تَوَضَّأْت فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا وَ يَدَيْهِ ثَلاَثًا وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ ظَهْرِ قَدَمَيْهِ۔

عثمان نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہ وہ بھی وضو کرتے وقت اپنے سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

مصنف ابن أبی شیبة، ج 1، ص 16

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل اور مسند بزار میں بھی نقل ہوئی ہے

الشيبانی، ابو عبد الله أحمد بن حنبل (متوفى241هـ)، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 58، ناشر: مؤسسة قرطبة – مصر۔

البزار، ابوبكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق (متوفى292 هـ)، البحر الزخار (مسند البزار) ج 2، ص 74، تحقيق: د۔ محفوظ الرحمن زين الله، ناشر: مؤسسة علوم القرآن، مكتبة العلوم و الحكم – بيروت، المدينة الطبعة: الأولى، 1409 هـ،

ہیثمی اہل سنت کا علم رجال کا عالم ہے، اس نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

رواه البزار و رجاله رجال الصحيح و هو فی الصحيح باختصار

اس روایت کو بزار نے نقل کیا ہے اور اسکی سند کے سارے راوی، صحیح ہیں۔

مجمع الزوائد، ج 1، ص 229

سیوطی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

حم، و البزار حل ، ع ، و صحَّح۔

اس روایت کو احمد ابن حنبل، بزار، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء اور ابویعلی نے نقل کیا ہے اور روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

السيوطی، جلال الدين أبو الفضل عبد الرحمن بن أبی بكر (متوفى911هـ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير و زوائده و الجامع الكبير)، ج 15، ص 197، الجامع الکبیر کی سی ڈی کے مطابق،

سند سوم

ابن خزیمہ نے بھی شقیق بن سلمہ سے عثمان کی روایت کو نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے پیروں کا مسح کیا اور کہا کہ رسول خدا (ص) بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے

أخبرنا أبو طاهر نا أبو بكر نا يعقوب بن إبراهيم الدورقی حدثنا خلف بن الوليد حدثنا إسرائيل عن عامر بن شقيق عن شقيق بن سلمة عن عثمان بن عفان أنه توضأ فغسل وجهه ثلاثا و استنشق ثلاثا و مضمض ثلاثا و مسح برأسه و أذنيه ظاهرهما و باطنهما و رجليه ثلاثا و خلل لحيته و أصابع الرجلين و قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يتوضأ۔

شقیق بن سلمہ نے نقل کیا ہے کہ عثمان بن عفان نے وضو کیا، اس نے تین مرتبہ کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنے چہرے کو پانی سے دھویا، پھر سر، ہر دو کان کے اندر و باہر سے اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو بھی اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

ابن خزيمة السلمي النيسابوري، أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة (متوفى311هـ) ، صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 78، تحقيق: د. محمد مصطفى الأعظمي ، ناشر : المكتب الإسلامي – بيروت – 1390هـ – 1970م

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور ابن خزیمہ کی کتاب صحیح میں بھی نقل ہوئی ہے۔

صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 3۔

یہاں تک بعض صحابہ کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ رسول خدا ﷺ وضو کرتے وقت اپنے پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں، لیکن میں فقط اتنی ہی روایات کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تا کہ تحریر جس قدر ممکن ہو مختصر رہ سکے۔

اب یہاں پر اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کر دوں جو امام اندلسی نے اپنے آخر کلام میں بیان کی جسے میں اوپر اپنی تحریر میں لا چکا ہوں

ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس نے پاؤں کے دھونے کا انکار کیا ہے اور مسح کرنے کو قرآن کے مطابق کہا ہے:

حدثنا بن عُلَيَّةَ عن رَوْحِ بن الْقَاسِمِ عن عبد اللهِ بن مُحَمَّدِ بن عَقِيلٍ عن الرُّبَيِّعِ ابْنَةِ مُعَوِّذِ بن عَفْرَاءَ قالت أَتَانِي بن عَبَّاسٍ فَسَأَلَنِي عن هذا الحديث تَعْنِي حَدِيثَهَا الذى ذَكَرَتْ أنها رَأَتْ النبى صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ وَ أَنَّهُ غَسَلَ رِجْلَيْهِ قالت فقال بن عَبَّاسٍ أَبَى الناس إِلاَّ الْغَسْلَ وَ لاَ أَجِدُ فى كِتَابِ اللهِ إِلاَّ الْمَسْحَ۔

معوذ بن عفرا کی بیٹی ربیع نے کہا ہے کہ: ابن عباس میرے پاس آیا اور اس روایت کے بارے میں مجھ سے سوال کیا۔ ربیع کا مقصد وہ روایت تھی کہ رسول خدا ﷺ کو اس نے مشاہدہ کیا کہ انھوں نے پاؤں کو وضو میں دھویا ہے۔ ربیع نے کہا کہ ابن عباس نے کہا کہ لوگ فقط پاؤں کو دھوتے ہیں، حالانکہ میں نے قرآن میں فقط مسح کرنے کو دیکھا ہے۔

إبن أبي شيبة الكوفي، ابوبكر عبد الله بن محمد (متوفى235 هـ)، الكتاب المصنف فى الأحاديث و الآثار، ج 1، ص 27، تحقيق: كمال يوسف الحوت، ناشر: مكتبة الرشد – الرياض، الطبعة: الأولى، 1409هـ۔

القزويني، ابو عبد الله محمد بن يزيد (متوفى275هـ)، سنن ابن ماجه، ج 1، ص 156، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار الفكر – بيروت۔

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔ احمد بن ابو بکر کنانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

هذا إسناد حسن رواه ابن أبي شيبة في مصنفه۔

اس روایت کی سند حسن ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں نقل کیا ہے۔

الكناني، أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل (متوفي840هـ)، مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، ج 1، ص 66، تحقيق: محمد المنتقى الكشناوي، دار النشر: دار العربية – بيروت، الطبعة: الثانية 1403

ابن عباس سے دوسری روایات بھی نقل ہوئی ہیں کہ وہ وضو میں مسح کرنے کے قائل تھے نہ کہ پاؤں کو دھونے کے۔

عبد الرزاق صنعانی نے ایک دوسری روایت کو ایسے نقل کیا ہے کہ

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَوْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " افْتَرَضَ اللَّهُ غَسْلَتَيْنِ وَ مَسْحَتَيْنِ، أَلا تَرَى أَنَّهُ ذَكَرَ التَّيَمُّمَ؟ فَجَعَلَ مَكَانَ الْغَسْلَتَيْنِ مَسْحَتَيْنِ، وَ تَرَكَ الْمَسْحَتَيْنِ "۔ قَالَ مَعْمَرٌ: وَ قَالَ رَجُلٌ لِمَطَرٍ الْوَرَّاقِ، مَنْ كَانَ يَقُولُ الْمَسْحُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ؟ قَالَ: فُقَهَاءُ كَثِيرٌ۔

جابر یا عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خداوند نے وضو میں دو دھونے اور دو مسح کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خداوند نے تیمم کو ذکر کیا ہے؟ یہ تیمم دو دھونے اور دو مسح کرنے کی جگہ قرار دیا گیا ہے اور دو مسح کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ معمر نے کہا ہے کہ: ایک شخص نے مطر وراق سے کہا کہ: کون پاؤں پر مسح کرنے کا قائل ہے؟ اس نے جواب دیا: بہت سے فقہاء اس مطلب کے قائل ہیں۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

ایک دوسری روایت میں ابن عباس نے کہا ہے کہ

عبد الرزاق عن بن جريج قال أخبرني عمرو بن دينار أنه سمع عكرمة يقول قال بن عباس الوضوء مسحتان و غسلتان۔

عکرمہ نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: وضو میں دو چیزوں کا مسح کیا جاتا ہے اور دو کو دھویا جاتا ہے۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

تو تحریر کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ کہ انجینئر محمد علی مرزا سمیت ہر مسلمان کا دینی اور شرعی فریضہ ہے کہ وہ شیعوں سے بغض ختم کرے قرآن اور رسول خدا (ص) کی سنت و سیرت پر عمل پیرا ہو کر اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

شانِ فاطمہ زہراؑ میں گستاخی پر مفتی آصف جلالی کو ابوعبداللہ کا جواب

خود کو مفتی اور کبھی ڈاکٹر ظاہر کرنے والا تحریک لبیک یارسول اللہ العالمی اور تحریک لبیک اسلام کا چیئرمین آصف اشرف جلالی (لعین) جو کہ خود کو بریلوی مسلک سے منسلک کرتا ہے اور بریلویوں کے عالم سے پہچانا جاتا ہے۔ اس شجرہ ملعونہ کے نجس تخم نے اپنی ایک تقریر میں اپنے نجس اجداد کا دفاع کرتے ہوئے مسئلہ فدک پر سیدۃ النساء العالمین، دختر پیغمبر اکرم (ص)، الصدیقہ (سچی)، المبارکہ (مبارک)، الطاھرہ (پاک)، الذکیہ (عفیفہ / گناہ سے پاک)، الرضیہ (اللہ کی رضا پر راضی)، البتول (عفت والی / پاک)، الزہراء (عالی شان / روشن)، سورہ کوثر، آیت تطہیر، آیت مودت، آیت اطعام اور پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیثِ بضعہ اور حدیث لولاک کا عنوان حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شانِ اقدس میں صریحاً گستاخی کرتے ہوئے ان کو عصمت کے اس مرتبہ سے نکالنے کی کوشش کی جس پر قرآن پاک اور لاتعداد اہل سنت روایات دلالت کرتی ہیں۔

تو ضروری تھا کہ اس خبیث کو ایسا جواب دیا جائے کہ جس سے اس کے مسلک کے علماء بھی اسے لعین سمجھیں اور جن کے دفاع میں اس نے یہ قبیح گستاخی کی ہے اس خلیفہ کا اصل چہرہ بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائے۔

حدیثِ بضعہ کے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر کو اپنا ٹکڑا کہا اس کی بنیاد پر اس ملعون کی یہ گستاخی، گستاخِ رسول کے زمرے میں آتی ہے اور دستورِ پاکستان کی شق 295 کے مطابق گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔

اس مفصل تمہید کے بعد میں کوشش کروں گا کہ تحریر جتنی مختصر ہو اتنی ہی جامع رہے تو اس تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس پر قرآن اور اہل سنت کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے اس کی گستاخی کا جواب دوں گا۔

پہلا حصے میں اُس خلیفہ کو بے نقاب کیا جائے گا جس کے دفاع میں اس نے یہ عظیم گستاخی کی اور دوسرے حصے میں کتب اہل سنت اور قرآن مجید سے عصمتِ سیدہ (س) کا دفاع کروں گا۔

نوٹ: اس تحریر میں پیش کیئے گئے تمام حوالوں کے ساتھ عربی اور اردو متن پیش کیا جائے گا تا کہ اس جاہل کو بھاگنے کا شبہ بھی قتل کر دیا جائے

حصہ اول: پہلے خلیفہ ابو بکر مبینہ صدیق کے جرائم کتب اہل سنت سے!

اس حصے کا آغاز میں ابو بکر کے اس بیان سے کرتا ہوں جس میں اس نے خود سیدہ فاطمہ زہرا (س) کے گھر پر حملے کا اقرار کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابن زنجویہ نے کتاب الأموال، ابن قتیبہ دینوری نے کتاب الإمامۃ والسیاسۃ، طبری نے اپنی تاریخ، ابن عبدربہ نے کتاب العقد الفرید، مسعودی نے کتاب مروج الذھب، طبرانی نے کتاب المعجم الکبیر، مقدسی نے کتاب الأحادیث المختارہ، شمس الدین ذہبی نے کتاب تاریخ الإسلام میں ان تمام معتبر علماء نے ابو بکر کے اعتراف کرنے والی روایت کو بہت تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

میں اس روایت کے اصل متن کو تیسری صدی کے اہل سنت عالم امام ابن زنجویہ کی کتاب الاموال سے نقل کر رہا ہوں:

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل علي أبي بكر الصديق رحمة الله عليه في مرضه الذي قبض فيه ... فقال [أبو بكر] : « أجل إني لا آسي من الدنيا إلا علي ثَلاثٍ فَعَلْتُهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُنَّ، وثلاث تركتهن وددت أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسول الله (ص)، أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أَكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أَغْلَقُوا علي الحرب...۔

عبد الرحمن ابن عوف، ابو بکر کی بیماری کے ایام میں اس کے پاس اس کی عیادت کرنے گیا اور اسے سلام کیا، باتوں باتوں میں ابو بکر نے اس سے ایسے کہا:

مجھے کسی شے پر کوئی افسوس نہیں ہے، مگر صرف تین چیزوں پر افسوس ہے کہ اے کاش میں تین چیزوں کو انجام نہ دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کو انجام دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کے بارے میں رسول خدا سے سوال پوچھ لیتا، اے کاش میں فاطمہ کے گھر کی حرمت شکنی نہ کرتا، اگرچہ اس گھر کا دروازہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی بند کیا گیا ہوتا۔

اس روایت کے اہل سنت کتابوں کے حوالے:

1 -الخرساني، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله المعروف بابن زنجويه (متوفي251هـ) الأموال، ج 1، ص 387؛

2 -الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفي276هـ)، الإمامة والسياسة، ج 1، ص 21، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م، با تحقيق شيري، ج1، ص36، و با تحقيق، زيني، ج1، ص24؛

3 – الطبري، محمد بن جرير (متوفى 310هـ)، تاريخ الطبري، ج 2، ص 353، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛

4 -الأندلسي، احمد بن محمد بن عبد ربه (متوفى: 328هـ)، العقد الفريد، ج 4، ص 254، ناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت / لبنان، الطبعة: الثالثة، 1420هـ – 1999م؛

5 -المسعودي، أبو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى346هـ) مروج الذهب، ج 1، ص 290؛

6 -الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم (متوفى360هـ)، المعجم الكبير، ج 1، ص 62، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، ناشر: مكتبة الزهراء – الموصل، الطبعة: الثانية، 1404هـ – 1983م؛

7 -العاصمي المكي، عبد الملك بن حسين بن عبد الملك الشافعي (متوفى1111هـ)، سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج 2، ص 465، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود- علي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1419هـ- 1998م۔

اب میں اس روایت کے رجال پر بھی مختصر حوالے دے رہاہوں کہ اس کی سند پر علماء اہل سنت کی کیارائے ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1 -سعید ابن منصور تیسری صدی کا علم حدیث کا بزرگ عالم ہے، اس نے اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیاہے اور کہاہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

2 -جلال الدین سیوطی نے کتاب جامع الأحادیث و کتاب مسند فاطمۃ اور متقی ہندی نے کتاب کنز العمّال میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہاہے کہ:

أَبو عبيد في كتاب الأَمْوَالِ، عق وخيثمة بن سليمان الطرابلسي في فضائل الصحابة، طب، كر، ص، وقال: إِنَّه حديث حسن۔

اس روایت کو ابوعبید نے کتاب الأموال، عقیلی، طرابلسی نے کتاب فضائل الصحابۃ، طبرانی نے کتاب معجم الکبیر، ابن عساکر نے کتاب تاریخ مدینۃ دمشق اور سعید ابن منصور نے اپنی کتاب سنن میں نقل کیاہے اور سعید ابن منصور نے کہاہے کہ: یہ حدیث حسن ہے

السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (متوفى911هـ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير)، ج 13، ص 101 و ج 17، ص 48؛

3 -مقدسی حنبلی ساتویں صدی کا علم حدیث اہل سنت کا بزرگ عالم ہے، اس نے بھی اس روایت کو، حسن، قرار دیتے ہوئے کہاہے کہ: قلت وهذا حديث حسن عن أبي بكر۔ ابو بکر سے یہ روایت حسن ہے۔

المقدسي الحنبلي، أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد (متوفى643هـ)، الأحاديث المختارة، ج 1، ص 90، تحقيق عبد الملك بن عبد الله بن دهيش، ناشر: مكتبة النهضة الحديثة – مكة المكرمة، الطبعة: الأولى، 1410هـ

نوٹ: تحریر کو مختصر رکھنے کی خاطر یہاں رجالی مزید حوالے دینے سے گریز کر رہا ہوں اگر کسی کو مزید معلومات درکار ہوں تو مجھ سے میسج پر رابطہ کریں

تو دیکھا آپ نے ابو بکر کے جسے یہ آصف جلالی مسئلہ فدک میں صدیقہ طاہرہ سیدہ فاطمہ (س) کے مقابلے میں صدیق ثابت کر رہا ہے اس نے خود اس پاک گھر پر حملے کا اقرار کیا کہ جس گھر پر رسول ﷺ کھڑے ہو کر سلام کرتے تھے، السلام علیک یا اہل بیت النبوۃؑ پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه : أنْ رَسُوْلَ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَة سِتَّة أشْهُرٍ إذَا خَرَجَ إلَيَ صَلَاة الْفَجْرِ، يَقُوْلُ : الصلاة! يَا أهْلَ الْبَيْتِ (إِنَّمَا يُرِيْدُ اُﷲ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِرَكُمْ تَطْهِيْرًا)۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے:)۔ اے اھلِ بیتؑ! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔" اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 3 : أخرجه الترمذي في السنن، كتاب : تفسير القرآن، باب : ومن سورة الأحزاب، 5 / 352، الرقم : 3206، و أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 259، 285، و في فضائل الصحابة، 2 / 761، الرقم : 1340، 1341، و ابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32272، و الشيباني في الآحادو المثاني، 5 / 360، الرقم : 2953، و عبد بن حميد في المسند : 367، الرقم : 12223، و الحاكم في المستدرک، 3 / 172، الرقم : 4748۔

خلیفہ کا دوسرا جرم کہ جس پر اس ملعون نے ابو بکر کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ فاطمہ زہرا (س) اپنی وراثت کا تقاضا کرنے گئیں تھیں جبکہ فدک وراثت نہیں بلکہ پہلے ہی رسول اکرم ﷺ نے آیت ذوی القربیٰ نازل ہوتے ہی فدک بی بی فاطمہؑ کو بخش دیا تھا اور وہ پہلے سے جنابِ زہراؑ کی ملکیت تھا جس کو ابو بکر نے غصب کیا۔۔

اس پر پورا مقالہ لکھا جاسکتا ہے پر ایک حدیث کا سہارا لے کر اس وراثت کی جھوٹی کہانی کو دفنا دیتا ہوں۔

امام سیوطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں بزاز، ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے نقل کیا کہ:

وہ کہتے ہیں حب یہ آیت {وآت ذي القربى حقه سورہ اسراء آیت 26} نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور انھیں فدک عطا کر دیا۔

عربی متن:وأخرج البزار وأبو يعلى وابن أبي حاتم وابن مردويه ، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : لما نزلت هذه الآية { وآت ذي القربى حقه } دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك ۔

یہ ہی روایت ابن عباس سے بھی نقل ہوئی ہے

وأخرج ابن مردويه ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لما نزلت { وآت ذي القربى حقه }أقطع رسول الله – صلى الله عليه وسلم -فاطمة فدك ۔

حواله: الدر المنثور، جلد 6 ، صفحه 262،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911ھ)

اب دوسری بات کہ اگر یہ وراثت کا معاملہ تھا تو پھر امام علیؑ عمر و ابو بکر کو خائن اور جھوٹا کیوں سمجھتے تھے اس پر بھی آپ کی صحیح مسلم سے روایت پیش کر دیتا ہوں۔

عمر بن خطاب خود اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر میں حدیث نمبر 3302

تو یہاں یہ ثابت ہوا کہ ابو بکر نے نا صرف فدک کو غصب کیا بلکہ اس نے جنابِ زہرا(س) کے گھر پر حملے کا اقرار کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا اور اہل سنت کے ہاں ہی صحیح حدیث موجود ہے کہ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اس نے رسول کو غصب ناک کیا۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَة : أَنَّ رَسُوْلَ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ : فَاطِمَة بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 7 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : المناقب، باب : مناقب قرابة رسول االله صلي الله عليه وآله وسلم، 3 / 1361، الرقم : 3510، و في كتاب : المناقب، باب : مناقب فاطمة، 3 / 1374، الرقم : 3556، و ابن أبي شيبة، المصنف، 6 / 388، الرقم : 32269، و أبو عوانة في المسند، 3 / 70، الرقم؛ 4233، و الشيباني في الآحاد والمثاني، 5 / 361، الرقم : 2954، و الطبراني في المعجم الكبير، 202 / 404، الرقم : 1012۔

اب کوئی یہ دعویٰ نہ کرے کہ بی بی فاطمہ ؑ نے ابو بکر کو معاف بھی کر دیا تھا۔۔

تو میں کچھ روایات ساتھ ساتھ نقل کر دوں۔۔

بخاری نے خمس کے ابواب میں لکھا ہے کہ:

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رسول اللَّهِ صلي الله عليه و سلم فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فلم تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حتي تُوُفِّيَتْ۔

رسول خدا ﷺ کی بیٹی فاطمہ ؑ، ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور اس سے بات کرنا تک چھوڑ دیا تھا اور اس سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 3، ص 1126، ح2926، باب فَرْضِ الْخُمُسِ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

کتاب المغازي کے باب غزوۃ خیبر کی حدیث نمبر 3998 میں بخاری نے کہا ہے کہ:

فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ علي أبي بَكْرٍ في ذلك فَهَجَرَتْهُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي تُوُفِّيَتْ،

فاطمہ ؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 4، ص 1549، ح3998، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

بخاری نے کتاب الفرائض کے بَاب قَوْلِ النبي (ص) لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ **کی حدیث نمبر 6346 میں لکھا ہے کہ:**

فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي مَاتَتْ۔

پس فاطمہ ؑ نے اپنا تعلق ابو بکر سے ختم کر دیا اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 6، ص 2474، ح6346، كتاب الفرائض، بَاب قَوْلِ النبي (ص) لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

اب ایک حدیث اور پیش کر دوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں سے دختر رسول ناصرف ناراض دنیا سے گئیں بلکہ اپنی حیات میں ان پر لعنت بھی کرتی رہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب ابو بکر اور عمر عیادت کے لیے گھر آئے تو حضرت زہراؑ نے انکو گھر میں آنے کی اجازت نہ دی، تو انھوں نے ناچار ہو کر علیؑ سے بات کی جب اجازت ملی تو بی بیؑ نے فرمایا:

نشدتكما الله ألم تسمعا رسول الله يقول: رضا فاطمة من رضاي و سخط فاطمة من سخطي فمن أحب فاطمة ابنتي فقد أحبني و من أ رضي فاطمة فقد أرضاني و من أسخط فاطمة فقد أسخطني،

میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ کیا تم دونوں نے رسول خدا سے نہیں سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ: فاطمہ کا راضی ہونا، میرا راضی ہونا ہے اور اسکا ناراض ہونا، میرا ناراض ہونا ہے۔ جو بھی میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرے اور اسکا احترام کرے، تو اس نے مجھ سے محبت کی ہے اور میرا احترام کیا ہے اور جو فاطمہ کو راضی کرے تو اس نے مجھے راضی کیا ہے اور جو فاطمہؑ کو ناراض کرے تو اس نے مجھے ناراض کیا ہے، ؟؟؟

ابو بکر اور عمر دونوں نے اعتراف کیا کہ: ہاں ہم نے اس بات کو رسول خدا ﷺ سے سنا ہے،

نعم سمعناه من رسول الله صلي الله عليه و سلم۔

یہ اعتراف لے کر صدیقہ طاہرہؑ نے فرمایا کہ: فإني أشهد الله و ملائكته أنكما أسخطتماني و ما أرضيتماني و لئن لقيت النبي لأشكونكما إليه۔

پس میں خداوند اور اسکے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے اذیت کی اور ناراض کیا ہے اور میں اپنے والد رسول خدا ﷺ سے ملاقات میں تم دونوں کی شکایت کروں گی۔

اور مزید فرمایا کہ:

و الله لأدعون الله عليك في كل صلاة أصليها۔

خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تم دونوں پر نفرین کرتی ہوں۔

الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفاي276هـ)، الإمامة و السياسة، ج 1، ص 17، باب كيف كانت بيعة علي رضي الله عنه، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م۔

فی الحال یہی پر ابو بکر کے جرائم کو روکتا ہوں تا کہ اب عصمتِ فاطمہ زہراؑ کو کتب اہل سنت سے ثابت کر سکوں۔

تو عصمتِ فاطمہ زہرا(س) پر سب سے پہلے میں تم لوگوں کی امی عائشہ کا بیان نقل کروں گا کہ جو خلیفہِ اوّل ابو بکر کی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ کی زوجہ بھی ہیں۔ اور اہلِ سنت اس بات کو اُن کی بہت بڑی فضیلت بھی مانتے ہیں۔

کتاب سُنن و صحاح میں عائشہ سے بہت زیادہ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ صرف بخاری نے اپنی صحیح میں اُن سے نو سو (۹۰۰) سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد میں روایات کسی بھی صحابیہ یا زوجِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ سے درج نہیں کی گئی ہے۔

اہل سنت عائشہ کو ایک عظیم فقیہہ بھی مانتے ہیں ان کی ہر روایت کو نہایت گرانقدر اور بطورِ دلیل استعمال کیا جاتا ہے۔

تو دیکھیے اماں عائشہ کیا فرما رہیں ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ : قَالَتْ عَائِشَة رضي االله عنها : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَصْدَقُ مِنْ فَاطِمَة غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ أَبُونُعَيْمٍ۔

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کائنات میں کوئی نہیں دیکھا۔" اس حدیث کو امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 60 : أخرجه أبونعيم في حلية الأولياء، 2 / 41، 42۔

تو دیکھا اے ملعون آصف جلالی تو جس کی عصمت پر انگلی اٹھا رہا ہے دیکھ اس کے بارے میں تیری اماں عائشہ رسول خدا کے بعد سب سے سچا ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

دوسری جگہ پر عائشہ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَة رضي االله عنها قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَة رضي االله عنها غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل اُن کے بابا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص نہیں پایا۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 58 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 137 الرقم : 2721، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 201، و الشوكاني في درالسحابة، 1 / 277، الرقم : 24۔

تو اب کیا بولے گا تو ملعون؟؟ کہ عائشہ یہاں بھی اقرار کر رہی ہیں کہ بعدِ رسول جنابِ زہرا(س) سب سے افضل ہیں؟؟

اب آگے بڑھتاہوں۔۔ابن مسعود روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ فَاطِمَة حَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا االلّٰہ وَ ذُرِّيَتَهَا عَلَي النَّارِ۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہؑ نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کی اولاد کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 56 : أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 22 / 407، الرقم : 1018، و البزار في المسند، 5 / 223، الرقم : 1829، و الحاكم في المستدرک، 3 / 165، الرقم : 4726، و أبو نعيم في حلية الأولياء، 4 / 188، و السخاوي في اِستجلاب اِرتقاء الغرف، 1 / 115، 116۔

یہ تھے عصمت زہرا(س) پر اہل سنت حوالے اب قرآن کا سہارا لیتا ہوں

سورہ مائدہ آیت ۷۵ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

ماالمسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صديقه

مسیح ابن مریم کچھ نہیں ہیں سوائے رسول کے کہ ان سے پہلے بھی رسول آئے اور چلے گئے اور ان کی مادر گرامی صدیقہ ہیں۔

تو دیکھ اے دشمنِ زہراؑ خدا قرآن میں جنابِ مریمؑ کو صدیقہ کہہ کر پکار رہا ہے۔

اب تجھے تیری کتابوں سے ثابت کرتاہوں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جنابِ مریمؑ سے بھی افضل ہیں

عَنْ عَائِشَة رضي االله عنها : أَنَّ النَّبِيَّ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ وَ هُوَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ : يَا فَاطِمَة، أَلَاَ تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَة نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَ سِيِّدَة نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّة وَ سَيِّدَة نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس اُمت کی تمام عورتوں کی اور مؤمنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو!'' اسے امام نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 27 : أخرجه النسائي في السنن الكبري، 4 / 251، الرقم : 7078، 5 / 146، الرقم : 8517، والحاكم في المستدرک، 3 / 170، الرقم : 4740، وابن سعد في الطبقات الكبري، 2 / 247، 248، 8 / 26، 27، و ابن الأثير في أسد الغابة، 7 / 218۔

اب دوسری روایت:

عَنْ حُذَيْفَة رضي االله عنه، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اِﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ هَذَا مَلَکٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ الَّليْلَة اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَ يُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَة سَيِّدَة نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّة، وَ أَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّة۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اِس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا، اُس نے اپنے پروردگار سے اِجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ اھلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 25 : أخرجه الترمذي في السنن، 5 / 660، الرقم : 3871، و النسائي في السنن الكبري، 5 / 80، 95، الرقم : 8298، 8365، و النسائي في فضائل الصحابة : 58، 76، الرقم : 193، 260، وأحمد بن حنبل في المسند، 5 / 391، وفي فضائل الصحابة، 2 / 788، الرقم : 1406، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32271، و الحاكم في المستدرک، 3 / 164، الرقم : 4721، 4722۔

ابن عباس پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اربع نسوة سيدات عالمهن۔ مريم بنت عمران، و آسيه بنت مزاحم، و خديجه بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد و افضلهن علما فاطمة؛

چار خواتین اپنے زمانے کی دنیا کی سردار ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون)، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (ص) اور ان کے درمیان سب سے زیادہ عالم حضرت فاطمہ (صلوٰۃ اللہ علیہا) ہیں۔

الدر المنثور، جلد 2، صفحہ 194

امام شوکانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ (س) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"لا ترضين نكونى سيد نساء العالمين"

کیا آپؑ خوشنود نہیں ہیں آپ عالمین کی خواتین کی سردار ہیں؟ سیدہؑ نے عرض کیا: مریم کا کیا ہو گا؟

فرمایا: تلک سیدۃ نسا عالمها

وہ اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں۔

محمد شوکانی، فتح القدیر، بیروت: دار المعرفه، 1996م، ج1، ص439

سلیمان قندوزی ایک طولانی حدیث کے ضمن میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

چوتھی مرتبہ خدا نے نظر ڈالی اور فاطمہؑ کو پورے عالم کی خواتین پر پسندیدہ اور افضل قرار دیا۔

سلیمان قندوزی، ینابیع المودة، ص247، باب56

تو ثابت ہوا۔ حضرت مریمؑ کو اللہ نے صدیقہ کہا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جنابِ مریمؑ سے بھی افضل اور برتر ہیں۔ تو جنابِ فاطمہؑ صدیقہ الکبریٰ قرار پائیں

اب آتے ہیں آیت تطہیر پر۔۔۔

حدیث 01۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اﷲُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رَسُوْلِ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فاَطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد مبارکہ۔ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456، و في المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375، و ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384، والخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278، و الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

حدیث نمبر 02

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اﷲُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رَسُوْلِ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فاَطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد مبارکہ۔ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456، و في المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375، و ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384، والخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278، و الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

اب آخر میں ابن ابی الحدید کا اعتراف نقل کر کے آصف جلالی کی تابوتِ خباثت میں آخری کیل ٹھونک رہا ہوں جو فاطمہ زہراؑ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے،

لکھتا ہے:

قوله عليه السلام: فاطمة بضعة منى، من آذاها فقد آذانى، و من آذانى فقد آذى اللَّه عز و جل يدل على عصمتها، لانها، لوكانت ممن تقارف الذنوب لم يكن من يوذيها موذيا له على كل حال...

فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: جس نے اسے (فاطمہ علیہا السلام) کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی، یہ فاطمہ علیہا السلام کی عصمت پر دلیل ہے، کیوں کہ اگر فاطمہ علیہا السلام معصوم نہ ہوتی تو فاطمہ علیہا السلام کا دکھ ہر حال میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا دکھ حساب نہ ہوتا۔

شرح نهج البلاغة، ج 16، ص 273۔

غلامِ سیدہؑ، ابوعبداللہ

امام علیؑ خلفاء کے بارے میں کیارائے رکھتے تھے؟ عمر بن خطاب کی زبانی جواب

وہ "یعنی "ان" کا ایک عالم کہنے لگا کہ آپ شیعوں نے فدک کو لے کر بلاوجہ خلفائے اسلام کے خلاف 1400 سو سال" سے محاذ کھولا ہوا ہے جبکہ چوتھے خلیفہ حضرت علی خود صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے راضی تھے اور ان کے متعلق کبھی بھی کوئی غلط بات نہیں کی، جیسے آپ لوگ خلفاء کے بارے میں تبرا کرتے ہیں۔

جب وہ اپنے نجس اجداد کا دفاع کر کے تھما تو میں نے کہا

آپ جیسے ناقص امتیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو اندھی عقیدت نے نہ صرف اندھا و گونگا کرر کھا ہے بلکہ ساتھ میں عقل و فہم اور علم سے بھی اتنا ہی دور کرر کھا ہے جتنا اللہ نے اہل بیتؑ سے رجس کو دور رکھا ہے

میرا یہ جملہ ان پر بجلی بن کر گرا۔۔ چہرے کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا۔۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھوں کو بند کر کے اپنے قلب سے یا زہراء کی صدا بلند کی اور بھرپور چڑھائی کر دی۔۔

اول تو تم لوگ جن کو صدیق اور وہ بھی اکبر اور ساتھ میں فاروق اور وہ بھی اعظم کے لقب سے پکارتے ہو نا... تو یاد رکھو وہ نہ تو صدیق تھے اور نہ ہی دوسرے فاروق بلکہ تمہاری اپنی کتابوں میں یہ القابات امام علی علیہ السلام کے لیے آئے ہیں جنہیں فدک کی طرح تم لوگوں نے غضب کر کے اپنے اجداد کی وراثت میں شامل کرنے کی گھناؤنی سازش کی ہے۔

اب رہی بات کہ امام علی علیہ السلام تمہارے خلفاء سے راضی تھے اور کبھی بھی ان کے خلاف بات نہیں کی تو تمہارا یہ دعویٰ تمہاری ہی صحیح ترین کتاب صحیح مسلم کے خلاف ہے

اس کی آنکھیں چڑھیں، رنگ ایک بار پھر بدلنے لگا... کہتا ہے ابوعبداللہ تم خدا کا خوف کرو اتنی بڑی تہمت ہماری کتابوں پر مت لگاؤ جس کا ثبوت پیش نہ کر سکو... کیونکہ ایسا کچھ ہے ہی نہیں مسلم شریف میں۔۔

نجانے کیوں مجھے اس وقت بالکل ویسے ہی مسرت محسوس ہوئی جیسے تیر اپنی کمان سے نکل کر نشانے کے بیچو بیچ میں جا لگتا ہے

خیر۔۔ میں نے ہلکی مسکان سجا کر کہا۔۔

آپ حضرات کو تو ہم شیعہ ہی آپ کی اپنی کتابوں کی تعلیم دیتے آئے ہیں کیونکہ آپ کے اندھے پن کا علاج ہمارے ہی پاس ہے۔۔

تو جائیں اور جا کر اپنی صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجہاد والسیر میں حدیث نمبر 3302 ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں خود عمر بن خطاب کی زبان سے امام علی علیہ السلام کے لیے یہ جملے ایک بار نہیں بلکہ متن حدیث میں متعدد بار اقراری طور پر موجود ہیں

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

صحیح مسلم ، باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر ، حدیث نمبر 3302

تو محترم آپ کا دعویٰ کہ امام علیؑ دونوں خلفاء سے راضی تھے اور انہیں حق پر سمجھتے تھے تو یہ آپ کی صحیح ترین کتاب میں آپ ہی کے صحیح ترین قائد عمر بن خطاب کی زبانی میں نے دکھا دیا ہے۔ کہ عمر خود بتا رہے ہیں کہ امام علیؑ ان حضرات کو کیا سمجھتے تھے۔

اب میری ہنسی کا وقت ہو چکا تھا کیونکہ اس دشمن زہرا کا کلیجہ بنا ہندہ بن ابوسفیان لعینہ کے چبائے منہ کو آ چکا تھا۔

کہتا ہے اگر واقعی ایسا ہی لکھا ہے جیسا تم نے بیان کیا ہے اور انہی الفاظ کے ساتھ ہے تو تم نے مجھے خاموش کرا دیا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس تہمت پر خدا تمہیں رسوا کرے گا

میں زور سے ہنسا اور کہا... میں علی کا ماننے والا ہوں، نہ ہی آپ کے پیروں کی طرح جھوٹا ہوں نہ ہی خائن۔۔ تو جا کر دیکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں... خدا حافظ، جانے یا علیؑ۔۔

مناظرہ از، ابوعبداللہ

رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور قاتلانِ رسول بے نقاب

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دھوم دھام سے جشن منانے والے یقیناً لائقِ تحسین ہیں لیکن یہ رسول سے مکمل عشق نہیں کہ فقط معشوق کی خوشی میں خوش ہو جاؤ اور اسی معشوق کے غم میں خود کو غمگین نہ کرو اور جن افراد نے معشوق کو تکلیف دی اور اسے زہر سے مسموم کر کے شہید کیا ان سے اعلانیہ برات کا اظہار نہ کرو۔۔

بلکہ ایسا ادھورا عمل مسلکِ عشق میں عشق و معشوق کی صریحاً توہین شمار ہوتی ہے۔۔۔

اگر یہاں میں فلسفہ عشق مابینِ عاشق و معشوق پر لکھنے بیٹھ گیا تو یقین مانیں یہ تحریر پوری کتاب کی شکل اختیار کر جائے گی کیونکہ میں بھی اسی مسلک کا پیروکار ہوں اور اسی جذبہ عشق کو میں نے خاندانِ عصمت وطہارت سے بہت دقیق انداز میں کسب کیا ہے۔

خیر مختصر کرتے ہوئے میں یہاں فقط ان تاریخی حقائق سے پردہ اٹھا کر عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا نعرہ بلند کرنے والے تمام امتیوں کو دعوتِ فکر دوں گا کہ وہ اپنے عشق کو تکمیل کے درجے پر فائز کریں اور ولادتِ رسول کے جشن جیسی عظیم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے رسول ﷺ کی شہادت بھی بھرپور انداز سے منائیں اور شہید کرنے والوں پر لعنت کریں۔

اب میں براہ راست رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور جنہوں نے کائنات کا یہ غلیظ ترین مجرمانہ کام انجام دیا ان کے حوالے پیش کر رہا ہوں۔۔ لبیک یا رسول اللہ۔۔

اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت کو عبد اللہ بن مسعود سے اس طرح نقل کیا ہے

حدثنا عبد اللَّهِ حدثني أبي ثنا عبد الرَّزَّاقِ ثنا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عن عبد اللَّهِ بن مُرَّةَ عن أبي الأَحْوَصِ عن عبد اللَّهِ قال لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعاً ان رَسُولَ اللَّهِ صلي الله عليه و سلم قُتِلَ قَتْلاً أَحَبُّ الي من أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً انه لم يُقْتَلْ وَ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ نَبِيًّا وَ اتَّخَذَهُ شَهِيداً۔

عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل ہوئی ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ:

اگر میں 9 بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو شہید کیا گیا تو یہ بات میرے لیے زیادہ پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو قتل نہیں کیا گیا، کیونکہ خداوند نے ان کو پیغمبر اور شہید کہا ہے۔

امام ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی صحت پر کہتے ہیں:

رواہ أحمد و رجاله رجال الصحيح۔

احمد نے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے راوی، کتاب صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

حواله : الهيثمي، ابوالحسن علي بن أبي بكر (متوفى 807 هـ)، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج9، ص34، ناشر: دار الريان للتراث/ دار الكتاب العربي – القاهرة، بيروت

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين و لم يخرجاه۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط صحت کے مطابق صحیح ہے، لیکن ان دونوں نے اس روایت کو نقل نہیں کیا

حواله : الحاكم النيسابوري، ابو عبدالله محمد بن عبدالله (متوفى 405 هـ)، المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص60، ح4394، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

اہل سنت کے معروف عالم امام حاکم نیشاپوری دوسری جگہ ایک اور جگہ صحیح سند کے ساتھ اپنی معتبر کتاب المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ:

ثنا داود بن يزيد الأودي قال سمعت الشعبي يقول و الله لقد سم رسول الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب صبرا و قتل عثمان بن عفان صبرا و قتل علي بن أبي طالب صبرا و سم الحسن بن علي و قتل الحسين بن علي صبرا رضي الله عنهم فما نرجو بعدهم۔

داود بن یزید کہتا ہے کہ میں نے شعبی سے سنا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا تھا اور عمر، عثمان اور علی بن ابی طالبؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا، جبکہ حسنؑ بن علیؑ کو بھی زہر سے اور حسینؑ بن علیؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا۔

حواله: المستدرك علي الصحيحين، جلد 3، صفحه 61، حديث 4395، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

تیسری روایت میں امام حاکم نقل کرتا ہے:

ثنا السري بن إسماعيل عن الشعبي أنه قال ماذا يتوقع من هذه الدنيا الدنية و قد سم رسول الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب حتف أنفه و كذلك قتل عثمان و علي و سم الحسن و قتل الحسين حتف أنفه۔

سری بن اسماعیل نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: اس پست دنیا سے کیا امید لگائی ہے کیونکہ رسول خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا، عمر، عثمان اور علی بن ابیطالب کو قتل کیا گیا، جبکہ حسن بن علی کو بھی زہر دیا گیا اور حسین بن علی کو اچانک قتل کیا گیا۔

حوالہ : المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص67، ح4412، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

رہی یہ بات کہ کس نے اور کب رسول خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو زہر دیا، یہ بات بھی تاریخ کی بہت سی باتوں کی طرح خائن ہاتھوں اور ناپاک قلموں نے تحریف کرنے کی کوشش کی لیکن حق کو جتنا چھپایا جائے اتنا ہی واضح ہوتا ہے۔ اب میں مسلمانوں کی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب کے حوالے پیش کر رہا ہوں، فیصلہ انہی مسلمانوں پر چھوڑ کر جو اس کتاب کو بعد از کتابِ باری، صحیح بخاری کہتے ہیں۔

امام بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے لکھا ہے کہ:

قالت عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فلما أَفَاقَ قال أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فقال لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إلا لُدَّ و أنا أَنْظُرُ إلا الْعَبَّاسَ فإنه لم يَشْهَدْكُمْ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بیماری کے دوران زبردستی ان کے منہ میں دوائی ڈالی، انھوں نے اشارے سے کہا کہ مجھے دوائی نہ دو، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ مریض کا دوائی کھانے کو دل نہیں کرتا اور جب رسول خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تندرست ہو گئے تو فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوائی نہ دو؟ پھر انھوں نے فرمایا کہ اس گھر میں جس نے بھی مجھے دوائی تھی تو اب ان سب کو میرے سامنے وہی دوائی پلاؤ غیر از عباس کہ اس نے تم لوگوں والا کام مجھ سے انجام نہیں دیا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1 -صحيح البخاري، ج4، ص1618، ح4189، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي (ص) وَوَفَاتِهِ؛

2 -صحيح بخاری ج5، ص2159، ح5382، كِتَاب الطِّبِّ، بَاب اللَّدُودِ؛

3 -صحيح بخاری ج6، ص2524، ح6492،كِتَاب الدِّيَاتِ، بَاب الْقِصَاصِ بين الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ في الْجِرَاحَاتِ؛

4 -صحيح بخاری ج6، ص2527، ح6501، بَاب إذا أَصَابَ قَوْمٌ من رَجُلٍ هل يُعَاقِبُ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،النيسابوري القشيري، ابو الحسين مسلم بن الحجاج (متوفى261هـ)،

5 -صحيح مسلم، ج4، ص1733، ح2213، كِتَاب السَّلَامِ، بَاب كَرَاهَةِ التَّدَاوِي بِاللَّدُودِ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو کتاب دیات، باب قصاص میں ذکر اور نقل کیا ہے۔

یعنی جس نے بھی رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو جان بوجھ کر خلافت کی خاطر زہر دیا تھا، 14 سو سال سے ابھی تک اس پر قتل کا دیہ اور قصاص باقی ہے!!!

وہ دیہ اور قصاص انشاء اللہ اسی رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بیٹے اور جانشین یعنی حضرت مہدی امام زمان (عج) پردہ غیبت سے ظاہر ہو کر لیں گے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ:

(قوله لددناه) أي جعلنا في جانب فمه دواه بغير اختياره و هذا هو اللدود۔

یہ کہ کہا گیا ہے کہ: «لددنا» یعنی ہم نے زبردستی رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے منع کرنے کے باوجود دوائی کو ان کے منہ میں ڈالا۔

یہاں ایک روایت وہ بھی نپٹاتا چلوں جو شہادتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو چھپانے اور ان لوگوں کو چھپانے کے لئے گھڑی گئی جنہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو زہر دیا پھر اس کے بعد کچھ سوالات پیش کر کے تحریر کو ختم کروں گا۔ چلیں پھر اس گھڑی ہوئی حدیث کا پوسٹ مارٹم ہو جائے۔۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں لکھا ہے:

قالت عَائِشَةُ رضي الله عنها كان النبي صلي الله عليه و سلم يقول في مَرَضِهِ الذي مَاتَ فيه يا عَائِشَةُ ما أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الذي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي من ذلك السُّمِّ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اپنے اس مرض میں کہ جس کے ذریعے وہ دنیا سے گئے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا میں نے خیبر میں کھایا تھا، ابھی تک اس کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہوں اور ابھی میں نے یوں محسوس کیا ہے کہ اسی کی وجہ سے میرے دل کی رگیں پھٹ گئی ہیں۔

حواله : البخاري الجعفي، ابو عبد الله محمد بن إسماعيل (متوفى256هـ)، صحيح البخاري، ج4، ص1611، ح4165، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي (ص) وَ وَفَاتِهِ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،

شاید بعض لوگ کہیں کہ یہ بہت بعید ہے کہ ایک زہر 4 سال کے بعد اپنا اثر کرے، اس کے علاوہ رسول خدا ﷺ جنگ خیبر میں اس زہر کو کھانے سے پہلے بھیڑ کے زہر آلود گوشت کے بارے میں آگاہ ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے آپ نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

اسی وجہ سے محقق علماء نے کہا ہے کہ کتاب صحیح بخاری کی یہ روایت جعلی اور جھوٹی ہے اور اسکے علاوہ خیبر میں رسول خدا ﷺ کے زہر کھانے والے افسانے کو اس لیے گھڑا گیا تھا کہ لوگ زہر دینے والے اصل مجرم کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکیں۔ ورنہ اسی کتاب صحیح بخاری میں اسی موضوع کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جنہیں اوپر بیان کیا گیا کہ اسلام اور رسول خدا ﷺ سے سچی محبت رکھنے والا عقل مند مسلمان جان لیتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کو انکی بیویوں میں سے کس نے جان بوجھ کر زہر دیا تھا!

جس طرح کہ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے کہ:

و في صحيح البخاري «عن ابن مسعود قال: لقد كنا نسمع تسبيح الطعام و هو يؤكل» يعني بين يدي النبي و كلمه ذراع الشاة المسمومة و أعلمه بما فيه من السم۔صحيح

بخاری میں ابن مسعود سے نقل ہوا ہے کہ: وہ کہتا تھا کہ: ہم رسول خدا کے کھانا کھاتے وقت، کھانے کے تسبیح پڑھنے کی آواز کو سنا کرتے تھے، یعنی رسول خدا ﷺ کے سامنے پڑا ہوا زہر آلود گوشت، رسول خدا ﷺ سے باتیں کرتا تھا اور خود گوشت نے رسول خدا ﷺ کو بتایا کہ مجھے نہ کھانا کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔

حواله: ابن كثير الدمشقي،ابوالفداء إسماعيل بن عمر القرشي(متوفى774 ھ)، البداية و النهاية،ج 6،ص286، ناشر: مكتبة المعارف – بيروت۔

تو کیسے ممکن ہے کہ ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے معصوم نبی جان بوجھ کر زہر کھا لے؟

اب مسلمانوں سے کچھ سوالات اور انتہائی آسان انداز میں۔۔

1- کیوں حضرت عائشہ اور وہ لوگ کہ جو وہاں پر موجود تھے انہوں نے رسول خدا ﷺ کی بات پر عمل نہیں کیا، اور ان کے منع کرنے کے باوجود زبردستی ان کے منہ میں دوا ڈالی؟

کیا خداوند نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ: وَ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو حکم بھی رسول خدا ﷺ تم کو دیں، اسکی اطاعت کرو اور جس گناہ سے بھی تم کو منع کریں، اس کو چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ (سورہ حشر آیت 72)

2 - کیوں حضرت عائشہ رسول خدا ﷺ کو دوسرے عام مریضوں کی طرح سمجھ رہی تھی؟

کیا خداوند نے خود نہیں فرمایا کہ:

وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الهْوَي - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَي -

وہ ہر گز ہوا و ہوس کی وجہ سے بات نہیں کرتا بلکہ وہ جو بھی کہتا ہے فقط وحی کی وجہ سے کہتا ہے (سورہ نجم آیت 3)

3 - کیوں حضرت عائشہ نے سوچا کہ ہر مریض حتی رسول خدا ﷺ دوائی کھانے کو پسند نہیں کرتے؟

4 - کیا رسول خدا ﷺ کی عقل ان بندوں سے بھی کم تھی کہ جو اس وقت رسول خدا ﷺ کے کمرے میں موجود تھے، اور رسول خدا ﷺ کو اتنا بھی نہیں پتا تھا کہ کونسی چیز ان کے لیے مفید ہے اور کونسی مفید نہیں ہے؟

5 - کیا ان لوگوں کا بھی مقصد ان لوگوں کی باتوں کو تکرار کرنا تھا کہ جہنوں نے رسول خدا ﷺ کے قلم اور دوات مانگنے پر ہذیان کی نسبت ان کی طرف دی تھی؟ البتہ انھوں نے اپنی زبان سے ہذیان کا نہیں کہا بلکہ اپنے ہاتھوں سے منع کرنے کے باوجود دوائی پلادی۔

وہ دوائی تھی یا کوئی اور چیز تھی، اس کو فقط خداوند ہی جانتا ہے!!! اور سب سے عجیب یہ ہے کہ نقل ہوا ہے کہ:

جب رسول خدا ﷺ ہوش میں آئے تو انھوں نے حکم دیا کہ جہنوں نے زبردستی مجھے دوائی پلائی ہے، اسی دوائی کو ان سب کو بھی میرے سامنے پلائی جائے، غیر از ان کے چچا عباس کو کہ وہاں پر اس وقت موجود نہیں تھے!!! کیوں رسول خدا ﷺ ان کے ساتھ بھی وہ کام کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

انہی خائن اور منافق مسلمانوں کے لیے خداوند نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے (سورہ احزاب آیت 57)

آہ یا مظلوم رسول ﷺ۔۔ خدا کی لعنت ہو آپ کو شہید کرنے والوں پر

شریکِ غم، ابوعبداللہ

عصمتِ انبیاء (حضرتِ آدمؑ) پر جواد نقوی کو ابوعبداللہ کا علمی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ویڈیو کہ جس میں علامہ جواد نقوی صاحب جنگ احد پر عمران خان کے ایک بیان پر ان کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علماء اہل سنت نے غلط اجتہاد کیا ہے کہ اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی نہیں کی ہے جبکہ اللہ فرما رہا ہے کہ نافرمانی کی ہے۔۔

قبلہ یہاں تک بالکل درست فرما رہے ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس تقریر میں شیعہ علماء کو وہ بیچ میں کیوں لائے اور مذہب اہل بیت کا بنیادی عقیدہ، عصمت انبیاء کرام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی کہ تمام علماء امامیہ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے بیان پر معاذاللہ قرآن کے خلاف اجتہاد کیا۔

یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ قبلہ جواد نقوی کہ من و عن الفاظ کو نقل کروں تا کہ عوام تک حق پہنچانے میں آسانی ہو۔ جواد نقوی صاحب اپنی ویڈیو میں یوں فرماتے ہیں:

<u>یہ عجیب بات ہے، اللہ کے مقابلے میں آجاتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ عصی ادمُ رَبہُ ، آدمؑ نے رب کی نافرمانی کی ہے، آپ تمام علماء، خصوصاً علماء امامیہ زیادہ اس مسئلے پہ، علماء اہل سنت کے لیے یہ اتنا اہم نہیں ہے لیکن علماء امامیہ نے، تمام علماء نے اس مسئلے میں، سب نے متفقاً کہا ہے کہ نہیں کی ہے؛ قرآن کہہ رہا ہے کی ہے، عصی ادمُ ربہُ، آدم نے رب کی نافرمانی کی ہے وہ شجرہ کھا کر، یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، یہاں سوچنا چاہیے کہ ہم کس کے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ نبی بھی اللہ کے تھے وہ مخلوق بھی اللہ کی ہے، وہ نائب بھی اللہ کا ہے، خلیفہ بھی اللہ کا ہے، آپ نے تو آدم نہیں بنایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عزیز ہو گیا ہے آدم آپ کو، اللہ نے آدم بنایا ہے۔ اللہ نے خلیفہ بنایا ہے، اللہ نے اُس کو سجدہ کروایا ہے، اللہ نے آدم کو یہ سارا کچھ عطا کیا ہے اور وہی اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ نافرمانی بھی کی ہے اس نے۔ اس باغ میں جنت میں نافرمانی بھی کی ہے۔ خوب۔۔ یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، عصی کو اب ادھر ادھر کر کے کسی طرح۔۔ یہ اجتہاد نہیں ہونا چاہیے، قرآن کے مقابلے میں تسلیم ہونا چاہیے، قرآن فرما رہا ہے ٹھیک ہے قبول ہمیں۔ سمجھ میں نہیں آتی کہ اب علماء نے جو مسئلہ اٹھایا کہ ایک طرف سے ہم کہیں کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں، نبی معصوم ہوتا ہے اور ادھر سے قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ انہوں نے نافرمانی بھی کی ہے تو عصمت اور ان دو کو جمع کیسے کریں اکٹھا کیسے کریں۔ خوب نہیں سمجھ میں آتی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب یہ نہ سمجھ آئے باتیں تو اسے اللہ و رسول کی طرف پلٹا دیا کرو۔ خود نہ اس میں اجتہاد کیا کرو، رک جاؤ۔ بہت ساری چیزیں نہیں سمجھ میں آتیں انسان کو۔ کہہ دیتا ہے نہیں سمجھ میں آتی۔۔</u>

تو میرے محترم مومنین و مومنات یہ تھے وہ من و عن جملے آغا جواد نقوی کی تقریر کے جو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمائے۔

میری تحریر یقیناً آج تھوڑی طویل ہو جائے گی کیونکہ کہ مجھے جواب سیر حاصل دینا مقصود ہے۔ ایک بات اور قارئین کی نذر کرتا چلوں کہ عقائد پر تحریر کو آسان لفظوں میں لکھنا انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ بہت سے الفاظ ویسے ہی لکھنے ہوتے ہیں جیسا کہ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی مکمّل کوشش کروں گا کہ آسان الفاظ میں جواب پیش کروں۔

تو شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے میں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں ایک سوال کا جواب،

آخر کیا وجہ تھی کہ آغا جواد نقوی نے اہل سنت کے ساتھ مکتبِ تشیع کے علماء حق کا تقابل کیا؟

اس کا جواب آپ خود اپنی بصیرت سے حاصل کریں۔

جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کے شجرہء ممنوعہ کھانے کا مسئلہ ہے جس کو جواد نقوی صاحب نے پُرزور انداز میں یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ علماء تشیع نے قرآن میں موجود اس واقعہ پر ذاتی اجتہاد کیا اور قرآن پر اپنی رائے کو مقدم کیا ہے۔۔

یہ سراسر زیادتی و الزام ہے مکتبِ تشیع کے عظیم علماء پر۔

یہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علماء حق نے قرآن کے بارے میں خیانت کی اور عوام کو گمراہ کیا ہے؟ اگر آپ کو کسی بات کا علم نہ ہو تو پہلے اس کے ایکسپرٹ سے رجوع کر کے اس کا جواب طلب کریں، پھر عوام الناس کے سامنے بیان کریں اور اگر علم نہیں تو ایسی قبیح تہمت سے پرہیز کرتے ہوئے اس عنوان کو اپنی تقریر کا حصہ ہی نہ بنائیں۔

جواد نقوی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ واضح انداز میں فرما رہا ہے لفظ عصیٰ استعمال کرتے ہوئے کہ حضرت آدم نے اللہ کی نافرمانی کی جس پر علماء تشیع قرآن کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے اور اللہ کے فرمان کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ نہیں نافرمانی نہیں کی جبکہ اللہ کہہ رہا ہے کہ نافرمانی کی۔

میں جواد نقوی صاحب سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر اسی اصول پر آپ عمل کریں گے تو پھر ان آیات کا کیا ترجمہ کریں گے کہ جس میں اللہ فرما رہا ہے؛ اللہ کا ہاتھ، اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔۔ یا دوسرے مقام پر؛ تم جس طرف بھی اپنا رُخ کرو گے، وہیں اللہ کا چہرہ ہے؟

کیا آپ اس کا یہی ترجمہ قبول کر لیں گے کہ معاذاللہ کہ اللہ کا واقعی کوئی ہاتھ اور چہرہ ہے؟؟ یا اس کی تویل کریں گے؟؟ جواب دیجیے۔۔ کیا نعوذباللہ اللہ مجسم ہے؟؟

قبلہ جواد نقوی صاحب ان آیات کا ظاہری ترجمہ عقل اور نقل (آیات) کے مابین اعتراض پیدا کر رہا ہے تو ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں کہ عقل پر عمل کریں اور نقل میں تاویل کریں۔

یعنی ان آیات کے معانی کو عقل کے مطابق مراد لیں وہ اس لیے کہ اگر یہ صورت اختیار نہیں کریں گے تو عقل و نقل دونوں پر عمل کیا جائے گا یا دونوں کو ترک کر دیا جائے گا اور یا پھر نقل پر عمل کریں گے اور عقل کو چھوڑ دیں گے تو قبلہ نقوی صاحب یہ تمام صورتیں باطل ہیں کیونکہ پہلی صورت میں **اجتماع نقیضین** لازم آتا ہے اور دوسری صورت **میں ارتفاع نقیضین**۔۔ اور یہ دونوں صورتیں ہی محال ہیں۔

جہاں تک تیسری صورت یعنی نقل پر عمل کرنا اور عقل کو چھوڑ دینا ہے، اس صورت میں بھی نقل کو چھوڑنا لازم آئے گا اور وہ اس لیے کہ نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ عقل ہے اور عقل کو چھوڑ دیا گیا تو محترم نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہ رہے گا جس کی وجہ سے نقل بھی چھوٹ جائے گی۔

تو۔۔ اب عقل کے مطابق ان آیات میں یَد سے مراد قوت و طاقت ہے نا کہ جسمانی ہاتھ اور وجہ اللہ کی وجہ سے مراد وہ ہستیاں ہیں جو اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہیں یعنی وہ شے جس سے اُس شے کی معرفت ہو۔

اس طریقے سے اُن آیات کی بھی تویل ضروری ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معاذاللہ گناہ صادر ہوا تھا کیونکہ دلیلِ عقلی سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

جبھی علماء کرام کہ جن پر آپ تہمت لگا رہے ہیں، انہوں نے ان آیات کو یک جا کر کے اُن کے معانی عقل کے مطابق بیان کیے ہیں۔

آپ جو حضرت آدم علیہ السلام پر عصی لفظ سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ معاذاللہ ان سے نافرمانی ہوئی تو پہلے اس لفظ پر علمی تحقیق کر لیں اور دیکھ لیں کہ لغت میں عصیان کے کیا معنی ہیں۔

عصیان کے وہ معانی قطعاً نہیں جو آپ نے مراد لیے ہیں یعنی گناہ و نافرمانی معنی نہیں بلکہ عصیان کے معنی خلاف الطاعة ہے یعنی اطاعت کی ضد کو عصیان کہتے ہیں۔

میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اطاعت کی بھی چار اقسام ہیں؛

امر واجب میں اطاعت

امر مستحب میں اطاعت

ترکِ حرام میں اطاعت

ترکِ مکروہ میں اطاعت

اور محترم جواد نقوی صاحب جیسے اطاعت کی چار اقسام ہیں ویسے ہی عصیان کی بھی چار قسمیں ہیں۔

امرِ واجب کے ترک میں عصیان

امرِ مستحب کے ترک میں عصیان

ارتکابِ فعلِ حرام میں عصیان

ارتکابِ فعلِ مکروہ میں عصیان

اب آپ پر واضح ہو چکا ہو گا کہ لفظ عصیان کا کوئی مستقل مفہوم نہیں بلکہ جس قسم کا امر یا نہی ہو گا اُسی حیثیت کا عصیان ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر امرِ واجب کو ترک کیا ہے تو امرِ واجب میں عصیان ہو گا جو کہ بے شک گناہ ہے اور اگر امرِ مستحب کو ترک کیا ہے تو امرِ مستحب میں عصیان ہو گا جو قطعاً گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح فعلِ حرام میں عصیان، گناہ ہو گا اور اگر مکروہ عمل بجالایا گیا ہے تو امرِ مکروہ میں عصیان شمار ہو گا جو کہ گناہ نہیں ہے۔

تو اب حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان دیکھتے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے لَاَ تَقرَبَا هذِهِ الشجَرَةَ یعنی اے آدمؑ و حواؑ، تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا۔

اوپر پیش کی گئی آیت میں لا تقربا حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے یعنی آدم و حوا کا درخت کے پاس جانا حرام نہ تھا بلکہ کراہت تھا کیونکہ لا تقربا فعلِ نہی ہے اور فعلِ نہی کا استعمال حرام اور کراہت دونوں میں ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ فعلِ حرام میں نبی اور اس کی اُمت دونوں برابر ہیں۔

فعل حرام پر جس طرح نبی قابلِ سزا ہے اسی طرح سے ایک امتی بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ تو درخت کے قریب جانے کے لیے آدم و حوا دونوں کو منع فرمایا گیا تھا اور لا تقربا، تثنیہ کا صیغہ ہے مطلب درخت کے قریب جانے، اسے کھانے میں دونوں شریک تھے۔ اور اس کے نتیجے میں آثار کے ظاہر ہونے میں بھی دونوں ہی شریک تھے۔

لیکن جب اس فعل پر مواخذے کا وقت آیا تو جناب حوا کو نظر انداز کر دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام قابلِ مواخذہ قرار پائے۔ جیسا کہ قرآن فرمارہا ہے؛ آدم نے اپنے رب کا عصیان کیا۔ عصیان کو آدم کے ساتھ مخصوص کرنے اور حوا کو نظر انداز کر دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ فعل جنابِ حوا کے لیے ایسا عصیان نہیں تھا جو قابلِ مواخذہ ہوتا۔

تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو کراہت رکھتا تھا یا مستحب تھا جسے ترکِ اولیٰ یعنی بہترین میں سے بہتر کا انتخاب تھا۔ یا مستحب تھا نہیں بلکہ مستحب کا ترک تھا پھر مکروہ بھی نہیں تھا ترک اولیٰ ہی تھا انکی شان سے بعید تھا۔

بار بار عصیان کے لفظ سے گناہ ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے، بہت سے اسم اپنے مسمی پر جا کر معنی دیتے ہیں اس وقت لفظوں سے نکاح نہیں کیا جاتا۔

جیسے متکبر ایک عام شخص کے لئے برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی متکبر ہے یہاں اسکے معنی معاذ اللہ مغرور کے نہیں بلکہ صاحب عظمت کے ہیں۔

رقیب اردو میں برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی رقیب ہے (رقیب عتید)، یہاں رقیب نگہبان کے معنی میں ہے، لہٰذا یہاں فعصی، آدم نے عصیان کیا، گناہ کے معنی میں نہیں ہے!

ایک آخری مثال؛ کسی کو ٹی وی پروگرام میں چھینک آجائے تو وہ سوری کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو کیا اس نے گناہ کیا تھا؟ نہیں۔

اسی طرح انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی توبہ گناہوں پر نہیں ہوتی، اللہ کی عظمت کے آگے خاشع ہونے کی بنا پر ہوتی ہے کہ حقِ بندگی جو اسکا حق تھا کہاں ادا کر سکے۔

تو اب محترم جواد نقوی صاحب اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ جو الزام اور تہمت وہ علماء حق پر لگا رہے ہیں دراصل وہ خود اُن کی کم علمی کا نتیجہ ہے جس کا وہ ایک اور ویڈیو کے ذریعے اظہار کریں۔

میں قارئین سے معذرت چاہتا ہوں کہ یہ تحریر طوالت کی وجہ سے ایک مکمل مقالے کی صورت اختیار کر گئی کیونکہ میں مجبور تھا کہ جواد صاحب کو مکمّل علمی جواب دیا جائے۔۔ دعا گو ہوں کہ اللہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مومنین و مومنات کے عقائدِ حقہ کا نگہبان رہے۔

والسلام علیکم، احقر ابوعبداللہ

امام علیؑ نے اپنی ظاہری خلافت میں فدک واپس کیوں نہ لیا؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر فدک جو کہ مالِ فے تھا اور آپ کے نزدیک حضرت زہراؑ کا حق تھا تو پھر حضرت علیؑ نے اپنی خلافت میں اُسے واپس کیوں نہ لیا؟؟

میں نے کہا یہ کوئی نیا سوال نہیں کیونکہ آپ کے پاس بس یہی ایک سوال ہے اپنے فدک کے چوروں کے دفاع کیلئے۔۔ مجھے صرف اتنا بتائیں کہ عقلی دلیل دوں یا آپ کی ہی صحیح کتابوں سے آپ کو لاجواب کروں؟؟

جھٹ سے بولے؛ ہماری کتابوں سے ؟؟؟ پھر ہنسے اور کہا۔۔ ناممکن ابوعبداللہ۔

میں مسکرایا اور بولا کہ اپنی ہنسی کو فی الحال سنبھال کر رکھیں کہ بعد میں آپ کو اپنی کھسیانی ہنسی میں مدد ملے گی۔۔

تھوڑا سا طیور بدلا ان کا، کہتے ہیں اچھا چلیں ہماری ہی کتب سے دکھادیں۔۔

میں نے کہا اگر دکھادوں تو پھر لعنت کریں گے ؟؟ اس جملے پر خاموش ہو گئے اور غصے سے کہنے لگے۔۔ ارے دکھاؤ تم۔۔!

میں مسکرایا اور کہا کہ کیا آپ کی کتاب سنن ابی داوٗد، ان چھ کتابوں میں سے ہے جو آپ کے نزدیک قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں؟؟

فوراً بول پڑے۔۔ بالکل بالکل۔۔ میں نے کہا ٹھیک تو اب لیں دلیل مجھ سے۔

سنن ابی داوٗد: کتاب السنۃ کے باب: خوارج کے قتل کے بیان میں حدیث نمبر: 4759 ملاحظہ کریں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارا کیا حال ہو گا جب میرے بعد حکمراں اس مال فے کو اپنے لیے مخصوص کر لیں گے" میں نے عرض کیا: تب تو اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا، پھر اس سے ان کے ساتھ لڑوں گا یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں یا آملوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو"۔

حدیث پیش کرنا تھی کہ انہیں پسینہ آنے لگا۔۔

میں نے کہا اب کہیں کہ امام علی علیہ السلام نے رسول اللہ کے حکم پر صبر کرتے ہوئے صحیح کیا یا غلط؟؟؟

کچھ نہ بولے... اور پھر وہی ہوا۔۔ چلتے بنے!

نوٹ: اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ رسول اللہ نے تینوں خلفاء کو حکمران کہہ کر مخاطب کیا نہ کہ خلیفہ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ جانتے تھے کہ کچھ منافقین آپ کے پردہ فرماجانے کہ بعد آپ کی دی گئی میراث کو غصب کرلیں گے۔

والسلام، ابوعبداللہ

کیاسیدانی کاغیر سید مومن سے نکاح جائز ہے؟ ابوعبداللہ کا علمی مکالمہ

جب میں نے سیدانی کے غیر سید مومن سے نکاح کے حوالے سے اپنا اسٹیٹس اپڈیٹ کیا تو کچھ نادان مومنین و مومنات شدید تنقید و مذمت کے نشتر لے کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے جبکہ میں نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا و کہا بلکہ اسی شریعت کا حکم پیش کیا کہ جس کو بچانے کی خاطر آقا حسین علیہ السلام نے اپنی اور اپنے پاک خاندان کی قربانی پیش کی تھی۔۔

یہاں میں ایک بات اور واضح کر دوں کہ لطفِ پروردگار سے میں بھی نجیب الطرفین سید زادہ ہوں اور مجھے ان مومنین و مومنات سے کوئی شکوہ بھی نہیں کیونکہ یہ سب یقیناً ان کی جانب سے سادات کی محبت اور ان کے احترام کی بناپر ہے جسے کچھ جاہل ذاکرین نے اپنی مکروہ مفادات کے لیے استعمال کیا تاکہ کسی طرح سے سادات کا عام شیعوں سے بائیکاٹ کرایا جا سکے۔۔ جس کے نتیجے میں ایسی مذمت سامنے آئی۔۔

خیر۔۔

اب میں یہاں اپنا ایک مکالمہ پیش کر رہا ہوں جو کہ ایک نادان مگر تھوڑے پڑھے لکھے مومن بھائی سے ہوا تھا۔۔ اور امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ اس مکالمے کو پڑھ کر بہت سے مومنین و مومنات کو سیدانی کا غیر سید مومن سے نکاح نا صرف جائز بلکہ جو اس کے مخالفین ہیں ان کے چہرے بھی بے نقاب ہو جائیں گے۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

شیعہ دوست: ابوعبداللہ آپ کا شادی کے مسئلے میں سیدزادی کا غیر سید سے نکاح پر کیا نظریہ ہے؟

ابوعبداللہ: میرے دوست۔۔ میرے ذاتی نظریات کی کیا اہمیت و حیثیت ہے شرعی احکام کے آگے۔۔؟؟ بلکہ جو شریعت کا حکم ہو گا اُسی کے مطابق مجھے اپنا نظریہ رکھنا ہے کیونکہ میں ولایت کا اقرار کر چکا ہوں یعنی اپنی مرضی کو معصومین علیہم السلام کی اطاعت پر وار چکا ہوں۔۔ پھر میری کیا مجال کہ اپنے ناقص نظریات کو شریعت کے مقابلے میں پیش کروں۔

شیعہ دوست: درست کہا پر مجھے میرا جواب نہیں ملا۔۔

ابوعبداللہ: سیدھا سیدھا سا جواب ہے بھائی کہ مکتب اہل بیّت میں ایک سیدانی کا غیر سید مومن سے نکاح بالکل ویسے ہی جائز ہے جیسے سیدانی کا سید سے۔۔ یعنی شادی کے معاملے میں ایسی کوئی شرعی پابندی نہیں۔

شیعہ دوست: لیکن آپ تو خود سید ہیں پھر یہ کیسی فضول اور احترام سادات کے خلاف بات کر رہے ہیں۔۔ یہ تو سادات کی توہین ہے کہ سیدانی کا نکاح کسی عام امتی غیر سید سے ہو۔۔ اور آپ اسے جائز کہہ رہے ہیں؟

ابوعبداللہ: محترم میں نہیں کہہ رہا بلکہ شریعت محمدی کہہ رہی ہے۔۔

شیعہ دوست: تو آپ ثابت کریں کہ یہ کیسے جائز ہے؟؟

ابوعبداللہ: میرے بھائی دنیا میں کوئی عمل اور شے تب تک حلال و جائز ہوتی ہے جب تک اس پر حرام کا حکم نہیں آجاتا۔۔ مثال کے طور پر شریعت میں کہیں نہیں آیا کہ موبائل استعمال کرنا، اے سی میں بیٹھنا، ہوائی جہاز میں سفر کرنا وغیرہ جائز ہے تبھی ہم آج یہ سب کر رہے ہیں بلکہ اگر ان سب پر حرام کا حکم آتا تو پھر یہ حرام ہوتے تو جو کسی عمل کو حرام قرار دے تو دلیل اسے پیش کرنا ہوگی کہ اس حکمِ معصوم کی بنا پر یہ حرام ہے۔ تو دلیل آپ پیش کریں۔

شیعہ دوست: (تھوڑا سا گھبرا گیا) اچھا تو کیا آپ نے قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی چھٹی آیت نہیں پڑھی کہ نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔۔ ماں کی بیٹیاں اس حکم سے مومنین کی بہنیں قرار پاتی ہیں یعنی سید زادیاں اور بہنوں سے نکاح شریعت میں حرام ہے۔

ابوعبداللہ: ارے بھائی کیا کر رہے ہیں آپ... کس کا کس پر اطلاق کر رہے ہیں اپنی طرف سے؟؟؟ تھوڑا تو عقل سے کام لیں۔۔ اگر آپ کی یہی منطق مان لی جائے تو پھر تمام سادات میں مرد و عورت ایک دوسرے کے بھائی بہن قرار پاتے ہیں کیونکہ کہ قرآن کا حکم مومنین سے منسوب ہے اور مومنین میں سادات بھی شامل ہیں۔

جبکہ یہ حکم فقط اور فقط ازواجِ رسول کے بارے میں ہے نا کہ خود رسول بھی اس میں شامل نہیں ورنہ جب ان کی ازواج مومنین کی مائیں ہونگی تو لازمی طور پر رسول اللہ ﷺ مومنین کے باپ قرار پائیں گے اور باپ پر بیٹیاں حرام ہیں تبھی اللہ نے رسول ﷺ کے فرمایا، **محمد کسی کے باپ نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں**۔ یہ استثنیٰ اسی لیے دیا گیا رسول ﷺ کو تا کہ شادیاں کر سکیں۔ یہ کس طرح کی جہالت کو قرآن کی آیت سے منسوب کر رہے ہیں آپ؟؟؟

شیعہ دوست: (اب واقعی تھوڑا سا چکرا گیا کہ اب کیا کہے) فرمانے لگے۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن رسول ﷺ سے لے کر کسی بھی امام تک کسی نے بھی اپنی بیٹیاں غیر سادات میں نہیں دیں کیونکہ جب حضرت جعفر طیار شہید ہوئے تو رسول اللہ دل جوئی کے لیئے مولا علیؑ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے تھے اور فرمایا تھا پریشان نہ ہوں ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لئے اور علیؑ ہاں تمہاری شادیاں ہوں گی۔۔ تو پھر اب آپ خود بتائیں کہ یہاں رسول ﷺ نے واضح کر دیا کہ ہماری بیٹیا ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں۔۔

ابوعبداللہ: اب میں مسکرا دیا۔۔ اور کہا قبلہ یہ سیدانی پر غیر سید سے نکاح نہ ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے خود کہا کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لئے اور ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے۔۔

تو مولا حسنؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ باشمول امام علیؑ سوائے امام زین العابدینؑ کے علاوہ سب کی ازواج غیر سادات تھیں جبکہ امام سجاد کی زوجہ فاطمہ بنت امام حسنؑ ہیں جو امام باقرؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل بیت علیہم السلام رسول اللہ کا ایک حکم مانیں اور دوسرا نہ مانیں یعنی اپنی بیٹیاں تو غیر سادات میں نہ دیں لیکن رسول کے حکم کے برخلاف خود غیر سیدانی سے شادیاں کریں؟؟ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟؟

شیعہ دوست: عجیب جھنجھلا کر بولا اسے چھوڑیں کہ دیگر اہل بیتؑ کے مردوں نے اپنی شادیاں غیر سادات میں کی۔۔ یہ دکھائیں کہ کیا کسی سیدانی کا نکاح انہوں نے غیر سید سے کیا؟؟

ابوعبداللہ: میں نے ہنستے ہوئے کہا۔۔ واہ واہ۔۔ کیسے چھوڑیں جبکہ آپ ہی نے پوری حدیث بیان کی تو کیسے میں ایک حصہ قبول کر لوں اور ایک حصے کو چھوڑ دوں؟؟

خیر۔۔۔ جانتا ہوں آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔۔ بے فکر رہیں میرے پاس ہے کیونکہ میں نے دین قرآن و حدیث اور سیرتِ معصومینؑ سے لیا ہے نا کہ کسی جاہل اور فاسق ذاکر سے کہ جس کے پاس لفاظی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔۔

شیعہ دوست: تو جواب دیں۔۔ دکھائیں کس سیدزادی کا نکاح غیر سید میں ہوا؟؟

ابوعبداللہ: تو سب سے پہلے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کے دور سے پیش کر دیتا ہوں اور وہ بھی ایسا نکاح جسے خود قرآن نے نقل کیا ہے۔

قرآنی دلیل—سورہ احزاب کی آیت 36 اور 37 پڑھیں کہ پورے قرآن میں واحد ایک صحابی کا نام اللہ نے اپنی کتاب میں لیا ہے اور وہ بھی اسی نکاح کے بیان میں۔۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے

آپ اس سے ڈریں (بہر حال) جب زید نے اس عورت (زینب) سے اپنی حاجت پوری کر لی (اسے طلاق دے دی) تو ہم نے اس خاتون کی شادی آپ سے کر دی تا کہ اہلِ ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کرنے) کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہ جائے۔

تو دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش جو کہ آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھی اور سیدہ تھیں اور زید ایک آزاد ہونے والا غلام تھا جو جنابِ خدیجہؑ نے رسول کو بخشا تھا اس سے شادی کرائی تھی جس کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔

اب دوسرا حوالہ:

ہماری اہل تشیع کی کتب اربعہ میں سے ایک کتاب اصول کافی ہے اس میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ:

عن أبي عبدالله (عليه السلام) قال : إن رسول الله (صلى الله عليه وآله) زوج المقداد بن الاسود ضباعة ابنة الزبير بن عبد المطلب ، وانما زوّجه لتتّضع المناكح ، وليتأسّوا برسول الله (صلى الله عليه وآله) ، وليعلموا أن أكرمهم عند الله أتقاهم ۔

ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: رسول (ص) نے مقداد بن اسود کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب سے کروایا، اور یہ نکاح اس لیئے کروایا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ تم میں سے افضل وہ ہے جو متقی ہے۔ (نہ کہ قریشی یا ھاشمی)

حوالہ جات: اصول کافی جلد 5 صفحہ 344، یہی روایت وسائل الشیعہ کی حدیث نمبر 25057 بھی موجود ہے

اب اسی کا تیسرا حوالہ:

جو کہ علامہ مجلسی نے بحارالانوار کی جلد 22 صفحہ 265 پر نقل کیا ہے کہ

حضرت مقداد کا ضباعہ سے نکاح کے وقت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے چچا کی بیٹی ضباعہ کی شادی مقداد سے صرف اس لئے کی تا کہ لوگ حسب و نسب کا لحاظ کئے بغیر ہر مومن کو بیٹی دیں!

میرے بھائی ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ پیغمبر اسلام کی 6 پھوپھیاں، جو کہ حضرت عبد المطلبؑ کی اولاد تھیں سب کی غیر سادات میں شادی ہوئی جن کے نام یہ ہیں، جنابِ امیمہ، جناب ام حکیم، جناب برہ، جناب عاتکہ، جناب صفیہ اور جناب اروہ۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؑ کی بیٹی امیمہ کی شادی غیر ہاشمی اور غیر سید مرد سلیمہ سے ہوئی تھی اور حضرتِ ابو طالبؑ کی اپنی بیٹی ام ہانی کہ جن کے گھر سے رسول نے سفر معراج شروع کیا تھا ان کا نکاح بھی حبیرہ بن عمرو سے ہوا تھا جو کہ غیر سید تھے۔

تو بھائی میرے خیال سے اب کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا کہ آپ اس غلط عقیدے کہ جس کی وجہ سے آج سیدانیاں اپنے گھروں میں ضعیف ہو رہی ہیں چھوڑ کر حقیقی تعلیماتِ محمد و آل محمدؑ کو اپنائیں اور جاہل ذاکرین کی باتوں میں آنا چھوڑ دیں۔

شیعہ دوست: لیکن ابوعبداللہ میں نے تو آپ کو سیدانی کا کہا تھا جبکہ آپ نے ایک بھی حوالہ کسی سیدانی کا نہیں دیا؟؟

ابوعبداللہ: میں نے حیران ہو کر پوچھا، ارے دوست میں نے جتنے حوالے قرآن وحدیث سے پیش کئے ہیں وہ تمام کی تمام خواتین ہاشمی سید زادیاں ہی ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ سیدانی کا حوالہ نہیں دیا، عجیب؟

شیعہ دوست: ابوعبداللہ، سادات وہ ہوتے ہیں جن کی نسل مولا علیؑ اور جنابِ فاطمہؑ سے چلی ہے ان کے حوالے دیں

ابوعبداللہ: میں نے افسوس کے ساتھ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔ یا خدا۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟؟

کیا آپ رسولِ خدا، خود مولا علیؑ اور بابِ الحوائج مولا عباسؑ کو سادات میں شمار نہیں کرتے؟؟ کس قسم کی بیہودہ بات ہے یہ

اگر آپ انہی کو صرف سادات میں شمار کریں گے تو پھر بھی پھنس جائیں گے کیونکہ مولا امیر المومنینؑ نے حضرتِ زینبؑ کی شادی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ سے کی تھی جو کہ آپ کے مطابق معاذاللہ سید شمار نہیں ہوتے۔۔ اب کیا کہیں گے مسئلہ تو آپ نے خود ہی حل کر دیا۔۔

شیعہ دوست: ایک دم گھبرا کر بھکھلا کے کہنے لگا۔۔ اچھا اچھا مان لیا کہ تمام بنی ہاشم اہل سادات ہیں۔۔ تو کوئی حوالہ دیں کہ کس امام زادی کا نکاح غیر سادات میں ہوا؟؟

ابوعبداللہ: میں نے مسکرا کر کہا۔۔ پہلے جس پر ڈٹے رہتے ہیں، میرے جواب پر ایک دم پلٹ کیوں جاتے ہیں؟؟ خیر۔۔ چلیں دو اور روایت پیش کر دیتا ہوں تا کہ مکمل حجت تمام ہو جائے آپ پر۔۔

پہلی روایت:

عمده الطالب في انساب ابي الطالب اور كتاب المجدى في الأنساب میں موجود ہے کہ

امام حسنؑ نے خود اپنی بیٹی رقیہ بنت الحسن کی شادی عمرو بن المنذر سے کی تھی جو کہ ہاشمی بھی نہیں تھے۔

حواله : على بن محمد علوى، المجدى في الأنساب صفحه ٢٠

دوسری روایت:

دائود بن علی نے امام صادقؑ سے کہا کہ آپؑ نے فلاں اموی کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تو امامؑ نے جواب دیا ہاں، میں نے ایسا کیا کیونکہ رسول اللہ نے بھی عثمان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تھا (کیونکہ وہ بھی اموی تھے) اور میرے لئے رسول اللہ کی سیرت میں اسوہ موجود ہے۔

حواله: رجال الكشى ص 241، بحار الأنوار – العلامة المجلسي – ج ١٠٠ – الصفحة ٣٧٩

نوٹ: اب جیسے ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں

شیعہ دوست: یا خدا۔۔ ارے ابوعبداللہ یہ کون سی احادیث پیش کر رہے جو آج تک کبھی سنی ہی نہیں۔

ابوعبداللہ: کسی بھی چیز یا بات سے آپ کا لاعلم ہونا اس پر دلیل نہیں ہوتی کہ وہ موجود نہیں ہے البتہ جاہل ذاکرین کو اتنا علم نہیں یا اگر ہے بھی تو کبھی بھی پیش نہیں کریں گے ورنہ لوگوں کے جذبات سے کھیل کر اپنا کاروبار کیسے چلائیں گے۔۔ سب حوالے دیئے ہیں جا کر خود دیکھیں اور پڑھیں۔

شیعہ دوست: اچھا یاد آیا۔۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی جو اٹھارہ بیٹیاں تھیں ان کی بھی تو شادی نہیں ہو سکی تھی کیونکہ امام نے وصیت فرمائی تھی کہ تم شادیاں نہ کرنا کہ تمہارا کوئی سید کفو موجود نہیں۔ اب بتائیں اب کیا کہیں گے آپ؟؟

ابوعبداللہ: (مسکرا کر) میں شروع سے یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے اب تک امام کاظمؑ کی بیٹیوں کو اپنی دلیل کیوں نہیں بنایا جبکہ کچھ جاہل ذاکرین سب سے زیادہ اسی سے عام عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔۔ لیکن خیر آخر میں سوال کر ہی ڈالا آپ نے۔

تو جواب یہ ہے کہ۔۔ بھائی جان یہ جو کچھ جاہل ذاکرین امام کاظمؑ والی روایت پیش کرتے ہیں یہ کسی شیعہ کتاب میں موجود نہیں بلکہ یہ ایک اہل سنت تاریخ دان یعقوبی کی تاریخ یعقوبی میں درج ہے اور یہ اہل سنت عالم ہے، اور جانتے ہیں یہ کون تھا۔۔ یہ بنوعباس کا آفیشل کاتب تھا۔۔

تو کیا آپ کے لئے یہ اہل سنت بلکہ دشمنان اور قاتلانِ امام بنوعباس کا درباری کاتب اتنا معتبر ہو گیا کہ یہ جاہل ذاکرین اپنے فرسودہ عقائد کو اس کی پیش کی گئی روایت سے دلیل قرار دیں گے؟؟؟ جواب دیں

شیعہ دوست: (اب میرے دوست کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ قائل ہو رہا ہے)۔۔

کہنے لگا۔ ٹھیک ہے ابوعبداللہ لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ان 18 بیٹوں کی شادی نہیں ہوئی تھی تو یہ بتائیں کہ کیوں نہ ہو سکیں، میں نے مان لیا کہ اس کی وجہ سید و غیر سید نہیں لیکن سوال تو ہے نا کہ شادیاں نہیں ہوئیں؟

ابوعبداللہ: میرے بھائی تاریخ کا مطالعہ کریں اور شیعہ علماء کی کتابیں پڑھیں تو حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس وقت شدید ترین مصائب کا دور تھا، حکومتی کارندے ہر وقت امام کاظمؑ کے گھر پر نظر رکھا کرتے تھے اور کسی کا امام سے ملنا اس کی موت کا پروانہ بن جاتا تھا۔۔

ایک بار تو خود مامون نے امام سے پوچھا تھا کہ آپ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیوں نہیں کیں تو امام نے اسے جواب دیا تھا کہ۔۔ شدید مفلسی و غربت کی وجہ سے۔۔

شیعہ دوست: جزاک اللہ ابوعبداللہ۔۔ بہت شکریہ آپ نے میری بہت بڑی الجھن دور کر دی اور آپ نے درست کہا تھا کہ یہ سب سادات کے خلاف ایک سازش ہے۔

آخر میں بس ایک سوال کا اور جواب دے دیں جو اکثر پوچھا جاتا ہے کہ اگر سیدانی کی غیر سید سے شادی ہو جائے تو اس کے بچوں کا کیا حکم ہو گا کیونکہ سیدانی پر صدقہ حرام ہے، اگر اس کا شوہر اگر صدقہ کی رقم اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرے گا تو یہ کیسے جائز ہو جائے گا؟

ابوعبداللہ: ارے میرے عزیز دوست، آپ میرے نہیں بلکہ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری باتوں کو قبول کر لیا سلامت رہیں

اور جو سوال آپ نے ابھی کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک سادات پر صدقہ حرام ہے اور غیر سید پر جائز ہے۔۔ اب اگر کبھی ایسی صورتحال ہو جائے کہ اتنی غربت کا سامنا کرنا پڑے کہ سیدانی کا شوہر زکات اور صدقہ لے کر گھر آئے تو اس میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے، پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ صدقات میں سے فقط زکات اور فطرہ لینا سادات پر حرام ہے نا کہ مستحب صدقات۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب غیر سید نے زکات و صدقات لے لیے تو یہ اب اس مال کا مالک بن گیا کیونکہ صدقہ و زکات اس وقت تک صدقہ ہوتے ہیں جب تک وہ صاحب حق کے پاس نہ پہنچ جائیں اور جیسے ہی وہ محتاج کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ صدقے سے بدل کر اس شخص کا اپنا مال بن جاتے ہیں جسے وہ کسی پر بھی خرچ کر سکتا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر سید کی سیدانی بیوی اگر ضرورت مند ہو تو وہ سہم سادات خمس سے لے سکتی ہے جبکہ اس کا شوہر اور بچے نہیں۔اب اگر وہ لے لے تو یہ اس کا مال ہو گیا۔۔ اب وہ اسے اپنے شوہر یا بچوں پر خرچ کر سکتی ہے۔

امید ہے۔۔ آپ اب حق جان چکے ہونگے۔۔ مجھ حقیر کو دعاؤں میں یاد رکھیں

والسلام، ابوعبداللہ

بنتِ رسول سیدہ فاطمہ زہرا کا قاتل کون؟

انجینئر محمد علی مرزا کو دندان شکن جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

يا فاطمة الزهراء يا بنت محمد يا قرة عين الرسول يا سيدتنا يا مولاتنا انا توجهنا واستشفعنا وتوسلناک بک الیٰ الله وقدمناک بين يديه حاجاتنا يا وجيهة عند الله اشفعی لنا عند الله

اللهم العن الشقيّ الأعظم والملحد المشرك المجتذم، رئيس اهل الظلم، عدوَّ الله وعدوَّ الوليّ، الملعون بالنّص الجليّ، غاصب حقّ فاطمة الزهراء يا بنت محمد۔

تحریر کا آغاز اس جملے سے يا مولاتی يا فاطمةً اغيثينی ۔۔

تو قارئین کرام۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ دو قدرے بہتر محققِ اہل سنت یعنی ڈاکٹر طاہر القادری اور انجینئر محمد علی مرزا جنہوں نے کافی متعصب اہل سنت اذہان کو محبت اہل بیت علیہم السلام سے منور کیا اور کھل کر بنو امیہ کا اصل چہرہ عوام کے سامنے پیش کیا، ان کی یہ خدمت واقعی لائق تحسین ہے۔

پر نجانے کیوں کچھ امور میں یہ دونوں حضرات بھی اپنے لوگوں سے تقیہ کرتے ہوئے کبھی مسئلہ خلافت پر خاموشی اختیار کرتے ہیں تو کبھی فدک کے عنوان پر اپنے لوگوں میں اصل حقائق سے منہ پھیر کر خدا کو غضب ناک کرتے ہیں تا کہ اپنے چاہنے والوں کو خوش کر سکیں حد تو یہ کہ بنتِ رسول سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ پر ڈھائے گئے ایسے مظالم جو اگر دنوں پر پڑتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔۔ ان کا بھی کھل کر انکار کرتے ہوئے کچھ مبینہ نام نہاد اصحاب کو بچانے کی کوشش کر کے انسانیت تک کے احاطے سے باہر نکل آئے ہیں۔

کیونکہ کوئی بھی عام سا غیر مسلم انسان بھی اگر کسی یتیم بچی کے یہ مصائب سنے کہ اس کی موجودگی میں اس کے باپ کو زہر دیا گیا، باپ کی شہادت کے بعد اس کی میراث کو غصب کر لیا گیا، اس کے گھر کو آگ لگائی گئی، جلتا ہوا دروازہ اس کے پہلو پر گرا کر اس کے شکم میں موجود بچے کو دروازے کی انی سے رحم میں ہی قتل کر کے اس مظلومہ کی نازک پسلیوں کو توڑ ڈالا گیا تو کبھی اس کے پر نور چہرے پر طمانچے مارے گئے تو کبھی اس کے ننھے بچوں کے سامنے اس کے ہاتھوں پر تازیانے برسائے گئے اور وہ بھی فقط 18 سال کی کم عمری میں۔۔۔ اللہ اکبر۔۔

قسم باخدا اگر یہ مصائب کوئی غیر مسلم صاحبِ دل انسان بھی سنے تو اس کا کلیجہ غم سے چھلنی ہو کر بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر جاری ہو جائے گا۔۔ پر تف ہے ان مسلمانوں پر جن کے سامنے یہ مصائب اس شخصیت کے عنوان سے بیان کیے جاتے ہیں جس کے بابا کا کلمہ پڑھ کر یہ مسلمان ہیں یعنی فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ۔۔ تو یہ نا مر اد امتی نا صرف ان مصائب کا انکار کرتے ہیں بلکہ بیان کرنے والے پر کفر کے فتوے بھی ٹھوک دیتے ہیں المختصر چودہ سو سال سے یہی وہ اجرِ رسالت ادا کیا جارہا ہے جس کا تقاضا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے کیا تھا۔۔

تف ہے واللہ تف ہے!

تمہید کافی طویل ہو گئی تو اب براہ راست ان نکات پر مظلومیتِ بنت رسول کا دفاع شروع کروں جس کا انکار وہ اہل سنت علماء بھی کرتے ہیں جن کو اس بات کا گمان ہے کہ

وہ عاشقِ رسول اور محبِ اہل بیتؑ ہیں جبکہ اُن کا یہ گمان، خوش فہمی میں لپٹی شدید ترین غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جو نبی کی بیٹی کا نہیں وہ نبی اللہ کا بھی نہیں ہو سکتا!

تو قارئین کرام سب سے پہلا اعتراض جو ان نامر اد امتیوں کی جانب سے سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ایسا کچھ تاریخ میں واقع ہوا ہی نہیں بلکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جو ایک کتاب بنام کتاب سُلیم بن قیس میں موجود ہے، جس کی سند خود اہل تشیع کے ہاں بھی ثابت نہیں کیونکہ یہ کتاب ابان ابن ابی عیاش نامی راوی سے روایت ہے جو معاذاللہ کاذب اور خائن تھا تو کبھی کہتے ہیں کہ اس وقت تو دروازے ہی نہیں ہوا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔۔

اول تو ان جاہل اہل سنت کا یہ الزام ہی بکواس ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کو دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کی جانب سے آگ لگانے، ان پر جلتا ہوا دروازہ گرانے، شکمِ سیدہؑ میں جناب محسنؑ کی شھادت اور تازیانہ مارنے کی تمام روایات خود صحیح سند سے اہل سنت کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہیں جس کا انکار ان تمام احادیث کا بھی انکار شمار ہو گا جو ان کتابوں میں درج ہیں۔ انشاءاللہ آگے چل کر وہ تمام روایات پیش کروں گا اور ان کے راویوں پر بحث کروں گا تاکہ ظالمین کے بچ نکلنے کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں!!!

تو جناب پہلا اعتراض کہ کتاب سلیم بن قیس اور ابان بن ابی عیاش خود اہل تشیع میں غیر ثقہ ہے اس پر میں نے کچھ ہی دن پہلے ایک تحریر لکھی تھی اور ثابت کیا تھا کہ کتاب سلیم بن قیس جمہور فقہائے تشیع میں قابل قبول ہے اور سب نے اس کتاب کے سچ اور حق ہونے پر لکھا ہے آج بس مختصراً ابان بن ابی عیاش پر بات کروں گا اور اس کے متعلق شیعہ فقہاء کا

نظر یہ انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کر کے اہل سنت کتابوں سے عمر بن خطاب پر جے آئی ٹی رپورٹ لکھ کر غیرت مند مسلمان کے سامنے پیش کروں گا۔۔

اب مختصر بات ہو جائے جنابِ ابان بن ابی عیاش پر۔۔

تو محترم قارئین، اہل سنت علماء کی مجبوری ہے کہ ایسے راوی کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جس نے وہ تمام روایات نقل کی ہیں جس میں مولا علیؑ کی ولایت و خلافت کو ابو بکر و عمر کا غصب کرنا، جنابِ سیدہؑ کے گھر پر عمر کا حملہ، جنابِ محسن کی شہادت، ابو بکر کا فدک چھین لینا، ان اصحاب کا نام لے کر مذمتی روایات نقل کرنا جنہوں نے اہل بیتؑ پر ظلم کیا۔۔ وغیرہ۔۔ اگر اہل سنت ایسے راوی کو مان لیں گے تو پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟؟؟ تو آسان ترین حل یہی نکلا کہ اسے جھٹلا دیا جائے تا کہ ان سب سے جان چھوٹ جائے۔

آپ تب حیران ہوتے ہیں جب اس روای پر جرح کو پڑھتے ہیں کہ آخر یہ غیر ثقہ کیسے ہے۔۔ جتنے بھی علماء اہل سنت ہیں سب نے جو اسباب لکھے وہ یہ ہیں کہ اس کا حافظہ کمزور تھا، یہ رافضی شیعہ تھا، متروک الحدیث تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے کردار کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک نیک انسان تھا۔۔ جیسا کہ امام ابو حاتم رازی جو کہ مشہور اہل سنت عالم ہے جسے حافظ الحدیث کا خطاب بھی دیا گیا اور یہ امام بخاری و مسلم کے زمانے میں تھا۔ جس کی تصنیفات میں طبقات التابعین، کتاب الزینۃ، تفسیر القرآن العظیم، أعلام النبوۃ اور الجامع فی الفقہ جیسی معتبر کتب شامل ہیں۔

تو یہی اہل سنت عالم ابو حاتم رازی اپنی رجالی کتاب الجرح والتعدیل میں اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ابان بن ابی عیاش نیک آدمی تھا مگر اس کا حافظہ ضعیف تھا۔

جبکہ خود بڑے بڑے علماء اہل سنت نے اس راوی سے اپنی کتابوں میں احادیث نقل کی ہیں جیسے امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں۔۔ وغیرہ وغیرہ

من أصبح والدنيا أكبر همه فليس من الله في شيء ، ومن لم يتق الله فليس من الله في شيء

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

المستدرك على الصحيحين، جلد 4، ص 317 ، حديث رقم 8002

والخطيب في تاريخه جلد 9 ، ص 373

تو محترم قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج بھی جو شخص ولایت علیؑ کا اقرار کرے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیتؑ کو افضل جانے، مصائب اہل بیت بیان کرے اور اس پر آنسو بہائے اسے آج بھی یہ حضرات کائنات کا غلیظ ترین کافر، شیعہ کافر کہتے نہیں تھکتے تو ابان بن ابی عیاش کو کیونکر قبول کریں گے۔۔

اب رہی یہ بات کہ ابان کو مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید خوئی نے ضعیف شمار کیا ہے تو بھائی وہاں پر آغا خوئی نے جرح مفصل نہیں کی بلکہ صرف ضعیف لکھا ہے؛

عبارت ملاحظہ فرمائیں

إنّ راوي كتاب سليم بن قيس، هو أبان بن أبي عيّاش وهو ضعيف

حواله : معجم رجال الحديث : جلد ٨ صفحه ٢٢٥ رقم٥٣٩۔

جبکہ تمام شیعہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصحابِ اجماع سے جو احادیث نقل ہوئی ہیں وہ سب صحیح السند ہیں کیونکہ اصحاب اجماع خود بھی ثقہ ہیں اور جس سے حدیث نقل کرتے ہیں وہ بھی ثقہ ہوتا ہے جن میں حماد بن عیسیٰ، عثمان بن عیسیٰ، عمر بن اذنیہ و ابراہیم بن عمر الیمانی وغیرہ اصحابِ اجماع میں شامل ہیں اور ان اصحاب اجماع نے ابان بن ابی عیاش سے روایات نقل کی ہیں تو ان حضرات کا ابان سے نقل کرنا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

تو محترم قارئین اَصحابِ اِجْماع، علم رجال میں شیعوں کی ایک اصطلاح ہے جس سے مراد راویوں کا ایک ایسا گروہ ہے جن پر علم رجال کے ماہرین کو نہایت وثوق اور بھروسہ ہو۔ مشہور کے مطابق ان کی تعداد اٹھارہ ہے۔ جن میں امام محمد باقر(ع) سے لے کر امام رضا(ع) تک کے اصحاب شامل ہیں۔ علم رجال کے تمام علماء انہیں قابل بھروسہ سمجھتے ہوئے ان پر اعتماد کرتے ہیں اور انہی میں سے حماد بن عیسیٰ جہنی و عثمان بن عیسیٰ شامل ہیں جنہوں نے 1500 سے زائد احادیث نقل کی ہیں جن میں اکثر احکام سے متعلق ہیں اور یہی معتبر ترین روای عقائدی احادیث بھی نقل کرتے ہیں جو آج تک شیعہ حوزہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مثال کر طور پر کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد جو کہ علامہ حلی کی تالیف ہے اس میں عقائدی حدیث بھی ابان بن ابی عیاش سے مروی ہے۔

اس پر اگر کھل کر لکھوں تو پوری ایک کتاب تشکیل دینا پڑھ جائے گی تو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ابان بن ابی عیاش کو جیسے علماء اہل سنت نے جھوٹا اور خائن لکھا ہے ویسے ہی حماد بن عیسیٰ کو بھی یہ حضرات کذاب لکھتے ہیں تو کچھ ہمارے شیعہ جو سطحی مطالعہ سے اخذ کر بیٹھے ہیں کہ ابان بن ابی عیاش ثقہ نہیں تو ان کے لیے یہ سب تھوڑی تفصیل سے ذکر کیا کہ فوری کسی نتیجے پر نہ پہنچ جایا کریں اور شیعہ مخالفین کے جھانسے میں نہ آجایا کریں جبکہ مرزا حسین نوری اور آیت اللہ العظمیٰ مامقانی جیسے بزرگ علماء کے نزدیک ابان ایک ثقہ و صدوق راوی ہے۔

توجوکچھ بکواس انجینئر محمد علی مرزانے بات کو گھومانے کی خاطر ابان بن ابی عیاش کی جانب موڑی تھی اسے اب میں اپنی جگہ پر لا چکا ہوں اور آگے بڑھتے ہوئے فقط اہل سنت کتابوں سے دفاع مظلومیتِ زہرا(س) شروع کرتا ہوں تا کہ تمام اہل سنت علماء و عوام کے لیے قابل قبول ہو سکے۔

سب سے پہلے وہ حدیث پیش خدمت ہے جس میں بعدِ رسول ﷺ، بازبان رسول ﷺ جناب زہراؑ کے مصائب بیان ہوئے ہیں تا کہ جن کا یہ فاسد عقیدہ ہے کہ جنابِ زہراؑ پر کوئی ظلم نہیں ہوا اور نہ ہی ان کو شہید کیا گیا۔ انہیں پچکی مل جائے!!

اہل سنت کے بزرگ ترین عالم جن کا نام عبد الملک الجُوَینی النیشاپوری ہے جو عموماً امام الحرمین کے خطاب سے مشہور و معروف ہیں۔ جنہوں نے فقہ، اصول فقہ، علم کلام وغیرہ پر کتابیں لکھیں اور جن کے شاگرد امام ذہبی بھی ہیں۔ ان ہی کی کتاب سے ایک حدیث نقل کرتا ہوں اور نقل سے پہلے امام ذہبی کا اپنے استاد یعنی امام جوینی کے متعلق بیان بھی پیش کر دوں تا کہ رجال کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہ سکے۔۔

اہل سنت عالم امام ذہبی اپنے استاد امام الحرمین جوینی کے متعلق لکھتے ہیں:

وسمعت من الامام المحدث الاوحد الاكمل فخر الاسلام صدر الدين ابراهيم بن محمد بن المؤيد بن حمويه الخراساني الجويني ... وكان شديد الاعتناء بالرواية وتحصيل الاجزاء حسن القراءة مليح الشكل مهيبا دينا صالحا

ترجمہ: اور میں نے بے نظیر امام، محدث کامل، فخر اسلام صدر الدین ابراہیم ابن محمد ابن المؤید ابن حمویہ الخراسانی الجوینی سے روایت کو سنا تھا۔ وہ روایات اور احادیث کی کتب کو بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے، وہ خوبصورت چہرے اور اچھی آواز کے مالک تھے کہ جو باہیبت، دین دار اور ایک صالح انسان تھے۔

حوالہ: تذكرة الحفاظ جلد 4 ، ص 1505- 1506 ، رقم 24-

تو لیجئے اب امام جوینی جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ پیش خدمت ہے۔۔

ایک دن رسول خدا ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ حسنؑ ابن علیؑ انکے پاس آئے، رسول خدا ﷺ کی نگاہ جو نہی اپنے نواسے حسنؑ پر پڑی، آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، پھر حسینؑ ابن علیؑ رسول خدا ﷺ کے پاس آئے، رسول خدا ﷺ نے دوبارہ گریہ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جناب فاطمہؑ اور حضرت امیرؑ بھی وہاں آئے تو رسول خدا ﷺ نے ان دونوں کو بھی دیکھتے ہی اشک بہانا شروع کر دیا۔ جب رسول خدا ﷺ سے حضرت فاطمہ پر گریہ کرنے کے سبب کو پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

وَ أَنِّي لَمَّا رَأَيْتُهَا ذَكَرْتُ مَا يُصْنَعُ بِهَا بَعْدِي كَأَنِّي بِهَا وَ قَدْ دَخَلَ الذُّلُّ فِي بَيْتِهَا وَ انْتُهِكَتْ حُرْمَتُهَا وَ غُصِبَتْ حَقَّهَا وَ مُنِعَتْ إِرْثَهَا وَ كُسِرَ جَنْبُهَا [وَ كُسِرَتْ جَنْبَتُهَا] وَ أَسْقَطَتْ جَنِينَهَا وَ هِيَ تُنَادِي يَا مُحَمَّدَاهْ فَلَا تُجَابُ وَ تَسْتَغِيثُ فَلَا تُغَاثُ ... فَتَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَلْحَقُنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَتَقْدَمُ عَلَيَّ مَحْزُونَةً مَكْرُوبَةً مَغْمُومَةً مَغْصُوبَةً مَقْتُولَة،

فَأَقُولُ عِنْدَ ذَلِكَ اللَّهُمَّ الْعَنْ مَنْ ظَلَمَهَا وَ عَاقِبْ مَنْ غَصَبَهَا وَ ذَلِّلْ مَنْ أَذَلَّهَا وَ خَلِّدْ فِي نَارِكَ مَنْ ضَرَبَ جَنْبَهَا حَتَّى أَلْقَتْ وَلَدَهَا فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذَلِكَ آمِين ۔

ترجمہ: جب میں نے فاطمہؑ کو دیکھا تو مجھے ایک دم سے وہ تمام مظالم یاد آ گئے کہ جو میرے بعد اس پر ڈھائے جائیں گے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ذلت اسکے گھر میں داخل ہوئی ہے، اسکی حرمت کو پامال کیا گیا ہے، اسکے حق کو غصب کیا گیا ہے، اسکی میراث کو اس سے دور کیا گیا ہے، اسکے پہلو کو زخمی اور اسکے بچے کو سقط کیا گیا ہے، جبکہ وہ بار بار ندا اور فریاد کر رہی ہو گی: وا محمداہ ! لیکن کوئی بھی اسکی فریاد سننے والا نہیں ہو گا، وہ مدد کے لیے پکار رہی ہو گی، لیکن کوئی بھی اسکی مدد نہیں کرے گا۔

وہ میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی، اس حال میں میرے پاس آئے گی کہ وہ بہت محزون، غمگین اور شہید کی گئی ہو گی۔

یہ دیکھ کر میں کہوں گا کہ: خداوندا جس نے بھی اس پر ظلم کیا ہے، اس پر لعنت فرما، عذاب کر اس کو کہ جس نے اسکے حق کو غصب کیا ہے، ذلیل و خوار کر اسکو کہ جس نے اسے ذلیل کیا ہے اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رکھ، جس نے اسکے پہلو کو زخمی کر کے اسکے بچے کو سقط کیا ہے۔ رسول خدا ﷺ کی اس لعنت و نفرین کو سن کر ملائکہ آمین کہیں گے۔

حوالہ: فرائد السمطین ،جلد2 ، صفحہ 34 و 35

تو آج کا جو نامراد امتی اپنے نبی کی چہیتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی مظلومیت کا انکار کرتا ہے وہ امام جوینی کا نقل کیا ہوا مرثیہ جو زبانِ رسالت سے ادا ہوا ملاحظہ فرما لیا ہو گا۔۔

جس میں واضح طور پر سرکارِ ختمی مرتبت نے حضرت زہراؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کیا اور آخر میں انہی مظالم کے نتیجے میں بی بیؑ کی شھادت کی خبر بھی دی۔

آئیں اب دیکھتے ہیں وہ کون خبیث الصفت افراد تھے جنہوں نے بعدِ رسول ﷺ، جناب زہراؑ پر مصائب ڈھائے۔۔

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ ستہ میں سے بعض کے استاد۔ امام ابن ابی شیبہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ جن کے متعلق صالح بن محمد کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر حافظِ حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں: ابو بکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیثیں لکھیں، ان کی جمع و تدوین میں حصہ لیا اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف کیں۔ آپ اقوال تابعین کے سب سے بڑے حافظ تھے۔

اپنی مشہور ترین کتاب، المصنف لابی بکر بن ابی شیبہ کی جلد 5 کے صفحہ 572 پر لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشير نا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم،أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله (ص) كان علي والزبير يدخلان علي فاطمة بنت رسول الله (ص) فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم ، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتي دخل علي فاطمة فقال : يا بنت رسول الله (ص) ! والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك ، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك ، وأيم الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك ، إن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت ، قال : فلما خرج عمر جاؤوها فقالت : تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وأيم الله ليمضين لما حلف عليه... ۔

ترجمہ: جب مدینہ کے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی، علیؑ اور زبیر کے فاطمہ کے گھر میں اسی بارے میں گفتگو اور مشورہ کرنے کے بارے میں جب عمر ابن خطاب کو پتا چلا تو وہ فاطمہ کے گھر آیا اور کہا: اے بنت رسول اللہ! ہمارے لیے محبوب ترین انسان تمہارے والد ہیں اور انکے بعد خود تم!!! لیکن خدا کی قسم یہ محبت مجھے اس کام سے منع نہیں کرے گی کہ تمہارے گھر میں جمع ہونے والوں کی وجہ سے، میں حکم دوں کہ اس گھر کو آگ لگا دیں۔ یعنی میں آپکے رسول خدا کی بیٹی ہونے کے باوجود بھی، اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔

عمر یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ جب علی، زبیر کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے تو بنت رسول خدا نے علی اور زبیر کو بتایا کہ: عمر میرے پاس آیا تھا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر آپ لوگ دوبارہ اس گھر میں اکٹھے ہوئے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا، (حضرت زہراؑ نے کہا) خدا کی قسم! وہ اپنی قسم پر عمل کر کے ہی رہے گا!

حوالہ: المصنف ، ج8 ، ص 572

تمام غیر حلالی ناصبین ذرا غور سے دیکھیں کہ ناصرف عمر بن خطاب نے دختر رسول کو دھمکی دی بلکہ خدا کی قسم کھا کر دھمکایا یعنی ایسا ضرور کرے گا جس پر رسول ﷺ کی بیٹی جناب زہرا (س) خود قسم کھاتے ہوئے اس کی قسم پر دلیل بن رہی ہیں۔

تو مجھے وہ تمام جاہل ناصبی بتائیں اگر وہ رسول ﷺ کی بیٹی کو صدیقہ، طاہرہ، سیدۃ النساء العالمین مانتے ہیں تو اگر سیدہؑ قسم کھا کر کوئی بات کہیں وہ سچ ہو گی یا معاذ اللہ جھوٹی؟؟

جواب ہے یا نہیں؟؟ جواب تو یقیناً ہو گا پر تم لوگوں سے دیا نہیں جائے گا۔۔ اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں اور اس سوال سے بچنے کے لیے تمہارے ذہن میں یہ بھی ضرور چل رہا ہو گا کہ آخر اس سوال سے بچا کیسے جائے تو آخر میں تم وہی کرو گے جو ہمیشہ سے کرتے آئے ہو یعنی رجال کا سہارا لے کر حدیث کو ہی ضعیف کہہ کر جھٹلا دو۔۔ نا بیٹا نہ۔۔ میں بھی آل فاطمہؑ میں سے فاطمہ زہراؑ کا ہی ایک غلام ہوں۔۔ تمہیں بھاگنے کا راستہ نہیں دوں گا۔۔ آؤ اس حدیث کے راویوں کی بھی توثیق ہو جائے اور پھر تمہارے پیر یعنی عمر بن خطاب پر بنائے جانے والی جے آئی ٹی رپورٹ کا پہلا حصہ مکمل ہو جائے

1۔ اس حدیث کا پہلا راوی: محمد ابن بشیر

تو جی اہل سنت کے بڑے رجالی عالم امام کلبی المزی اپنی کتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال کی جلد 24 کے صفحہ 533 پر محمد بن بشیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال عثمان بن سعيد الدارمي ، عن يحيي بن معين : ثقة ـ و قال أبو عبيد الآجري : سألت أبا داود عن سماع محمد بن بشر من سعيد بن أبي عروبة فقال : هو أحفظ من كان بالكوفة،

ابوعبید کہتا ہے کہ: میں نے داود سے محمد ابن بشیر عن سعید ابن ابی عروبہ کی نقل کردہ روایت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: وہ قوت حافظہ کے لحاظ سے تمام اہل کوفہ سے برتر ہے۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج24 ، ص533

امام ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تھذیب التھذیب کی جلد 9 کے صفحہ 74 پر محمد ابن بشیر کے متعلق لکھتے ہیں

و كان ثقة ، كثير الحديث ـ و قال النسائي ، و ابن قانع : ثقة ـ و قال ابن شاهين في " الثقات " : قال عثمان بن أبي شيبة : محمد بن بشر ثقة ثبت ـ

حواله: تهذيب التهذيب ، ج9 ، ص 74

2۔ اس حدیث کا دوسرا راوی: عبید اللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن الخطاب

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال کی جلد 19 کے صفحہ 127 میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

و قال أبو حاتم : سألت أحمد بن حنبل عن مالك ، و عبيد الله بن عمر ، و أيوب أيهم أثبت في نافع ؟ فقال : عبيد الله أثبتهم وأحفظهم وأكثرهم رواية ۔

و قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : قال يحيي بن معين : عبيد الله بن عمر من الثقات ۔

و قال أبو زرعة ، و أبو حاتم : ثقة ۔

و قال النسائي : ثقة ثبت ۔

و قال أبو بكر بن منجويه : كان من سادات أهل المدينة و أشراف قريش فضلا و علما و عبادة و شرفا و حفظا و إتقانا ۔

یعنی، عبید اللہ ابن عمر، امام ابوحاتم، امام احمد بن حنبل، امام ابوزرعہ، امام نسائی اور امام منجویہ کے نزدیک عالم، فاضل، عبادت گزار اور ثقہ ہے۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج19 ، ص127

امام ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال ابن منجويه : كان من سادات أهل المدينة و أشراف قريش : فضلا و علما و عبادة و شرفا و حفظا و إتقانا ۔

و قال أحمد بن صالح : ثقة ثبت مأمون ، ليس أحد أثبت في حديث نافع منه ۔

حواله : تهذيب التهذيب ، ج7 ، ص 40

3۔ – اس حدیث کا تیسرا راوی: زید ابن اسلم القرشی العدوی

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور اہل سنت کی دوسری کتب صحاح ستہ کے راویوں میں سے ایک راوی ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص کے ثقہ ہونے میں کسی قسم کا شک و تردید نہیں ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

و قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه ، و أبو زرعة ، و أبو حاتم ، و محمد بن سعد ، و النسائي ، و ابن خراش : ثقة ۔

و قال يعقوب بن شيبة : ثقة من أهل الفقه والعلم ، و كان عالما بتفسير القرآن ، له كتاب فيه تفسير القرآن ۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج10 ، ص17

4۔ اس حدیث کا چوتھا راوی: اسلم القرشی العدوی، ابو خالد ویقال ابو زید، المدنی، مولی عمر ابن الخطاب

یہ بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم اور اہل سنت کی دوسری کتب صحاح ستہ کے راویوں میں سے ایک راوی اور صحابی بھی ہے، اور کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، اسی وجہ سے اس راوی کے ثقہ ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

أدرك زمان النبي صلي الله عليه وسلم ۔ و قال العجلي : مديني ثقة من كبار التابعين ۔ و قال أبو زرعة : ثقة ۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج2 ، ص530

لو جی ہو گئی فاتحہ تمام نام نہاد ناصبی انجینئرز اور ڈاکٹرز کی۔۔

یعنی ابن ابی شیبہ کی حدیث مکمل طور پر صحیح السند ہے جس کو جھٹلانا ممکن ہی نہیں!

رکو رکو ابھی کہاں چل دیے ابھی تو شروعات کی ہیں اے ہندہ کی نسل حرام۔۔ لو دوسری روایت لو اور اسے بھی یہ کہہ کر جھٹلاؤ کہ ایسا تاریخ میں کچھ نہیں ہوا۔۔

ایک اور عظیم الشان محدث امام بلاذری اپنی کتاب اَنساب الاَشراف کی جلد 1 کے صفحہ 586 پر رقم طراز ہیں۔۔

المدائني، عن مسلمة بن محارب، عن سليمان التيمي وعن ابن عون: أن أبابكرآرسل إلي علي يريد البيعة ، فلم يبايع ، فجاء عمر و معه فتيلة ۔ فتلقته فاطمة علي الباب فقالت فاطمة : يابن الخطاب ! أتراك محرّقا عليّ بابي ؟! قال : نعم ، و ذلك أقوي فيما جاء به أبوك

ترجمہ: ابو بکر نے کچھ لوگوں کو علی سے بیعت لینے کے لیے بھیجا، جب علی نے ابو بکر کی بیعت نہ کی تو اس نے عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور علی کو میرے پاس لے کر آؤ۔ عمر ہاتھ میں آگ جلتی مشعل لے کر فاطمہ کے گھر کی طرف گیا۔ فاطمہ گھر کے دروازے کے پیچھے آئی اور کہا: اے خطّاب کے بیٹے! کیا تو میرے گھر کے دروازے کو آگ لگانا چاہتا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں! میرا یہ کام جو کچھ (شریعت) تمہارے والد لے کر آئے تھے، اسکو محکم تر کرے گا۔

حواله : انساب الاشراف، بلاذري، ج1، ص586

اب بتاؤ ڈاکٹر طاہر القادری، انجینئر مرزا اور دوسرے قطع نسب جاہل امتی کہ یہ کونسی شریعت اور خلافت تھی کہ جو اس گھر کو آگ لگانے سے محکم اور استوار ہوتی ہے جس پر کھڑے ہو کر رسول ﷺ آیت تطہیر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور ابو بکر کی زبانی وہ گھر تمام انبیاء کے گھروں سے بھی افضل تھا؟ ہے کوئی جواب۔۔؟؟

ارے پھر سے سند میں جھانکنے لگے کہ کہیں سے تو فرار کا راستہ ملے۔۔ نہیں بالکل نہیں۔۔ یہاں تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں، آؤ پھر ذرا اس حدیث کی سند پر بھی قفل لگا دیا جائے۔۔

1۔ بلاذری کی حدیث کا پہلا راوی: مدائنی

امام ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

المدائني * العلامة الحافظ الصادق أبو الحسن علي بن محمد بن عبد الله بن أبي سيف المدائني الاخباري ـ نزل بغداد ، وصنف التصانيف ، وكان عجبا في معرفة السير والمغازي والأنساب وأيام العرب ، مصدقا فيما ينقله ، عالي الاسناد ـ

ذہبی نے یحییٰ ابن معین سے نقل کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ:

ال يحيي : ثقة ثقة ثقة ـ(قال احمد بن أبي خثيمة) سألت أبي : من هذا ؟ قال : هذا المدائني ـ

یحیی ابن مَعین نے اسکے بارے میں تین بار کہا ہے: وہ ثقہ ہے، وہ ثقہ ہے، وہ ثقہ ہے، یعنی اسکی نقل کردہ روایات قابل اعتماد ہیں۔

احمد ابن ابی خثیمہ نے کہا ہے کہ: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا نام ہے کہ جسکے بارے میں یحیی ابن معین نے اس مطلب کو ذکر کیا ہے، میرے والد نے کہا: اسکا نام مدائنی ہے۔

اور اس نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

وكان عالما بالفتوح والمغازي والشعر ، صدوقا في ذلك ـ

ابو الحسن مدائنی عالم اہل سنت کہ جو تاریخ، جنگوں، غزوات اور اشعار کے بارے میں علم رکھنے والا انسان تھا۔ لہذا ان تمام امور میں وہ اپنے زمانے کا صادق اور عالم شمار ہوتا تھا۔

حوالہ : سیر أعلام النبلاء ، جلد 10 ، صفحہ 401

اور ابن حجر نے بھی اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال أبو قلابة: حدثت أبا عاصم النبيل بحديث فقال عمن هذا قلت: ليس له إسناد ولكن حدثنيه أبو الحسن المدائني قال لي سبحان الله أبو الحسن أستاذ

ابو قلابہ کہتا ہے کہ: میں نے اس حدیث کو ابا عاصم النبیل کے لیے پڑھا تو اس نے کہا کہ تم نے اس حدیث کو کس سے سنا ہے؟ ابو قلابہ نے کہا کہ اس حدیث کی سند تو میرے پاس نہیں ہے، لیکن اس حدیث کو میرے لیے ابو الحسن مدائنی نے نقل کیا ہے اور میں نے اس سے سنا ہے، اباعاصم نے کہا: اس خدا کی ذات پاک ہے، ابو الحسن مدائنی علم حدیث کے استاد ہیں۔

حوالہ : لسان الميزان، جلد 5 ، صفحه 82 حديث 5945

2 ۔ بلاذری کی حدیث کا دوسرا راوی: مسلمہ ابن محارب

امام ابن حبان نے اسکو اپنی کتاب الثقات میں ثقہ قرار دیا ہے۔

حواله : الثقات ، جلد7، صفحه 490

3۔ بلاذری کی حدیث کا تیسرا راوی: سلیمان تیمی

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ:

قال الربيع بن يحيي عن شعبة ما رأيت أحدا أصدق من سليمان التيمي كان إذا حدث عن النبي صلي الله عليه وسلم تغير لونه۔

ترجمہ: ربیع ابن یحیی نے شعبۃ ابن حجاج سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ: میں نے کسی کو سلیمان التیمی سے زیادہ سچا نہیں دیکھا، وہ جب بھی رسول خدا سے حدیث کو نقل کرتا تھا تو اسکے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔

حواله : تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531و الجرح والتعديل: ج4 ، ص 124 ترجمة سليمان التيمي ، رقم 539

ابو بحر البکراوی نے سلیمان کے بارے میں کہا ہے کہ:

قال أبو بحر البكراوي عن شعبة شك ابن عون وسليمان التيمي يقين۔

ابو بحر البکراوی نے شعبۃ ابن حجاج سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ ابن عون، شک ہے اور سلیمان التیمی، یقین ہے۔

حواله: تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341 ؛ تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ: سلیمان التیمی ایک ثقہ اور قابل اعتماد انسان ہے۔

حواله : تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341

یحیی ابن معین اور نَسائی نے سلیمان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال ابن معين والنسائي ثقة۔

یحیی ابن معین اور نَسائی نے بھی اسے ثقہ اور مورد اطمینان قرار دیا ہے۔

حواله : تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341؛ تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

عجلی نے بھی سلیمان کے بارے میں کہا ہے کہ:

قال العجلي تابعي ثقة فكان من خيار أهل البصرة۔

حواله : معرفة الثقات ج 1، ص 430، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 670 ؛ تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341؛ تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں کہا ہے کہ:

كان من عباد أهل البصرة وصالحيهم ثقة واتقانا وحفظا وسنة۔

ترجمہ: سلیمان التیمی اہل بصرہ کے عبادت گذار اور صالحان میں سے تھا، وہ ایک مورد اعتماد، اہل دقت، حافظان حدیث میں سے اور سنت کو بہت زیادہ اہمیت دینے والا تھا۔

حواله : الثقات ج4، ص 300، ترجمه سليمان بن طرخان و تهذيب التهذيب ج 4، ص 177، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341

4 ۔ بلاذری کی حدیث کا چوتھا راوی: ابن عون

ابن حبان الثقات میں لکھتا ہے۔

من سادات أهل زمانه عبادة وفضلا وورعا ونسكا وصلابة في السنة، وشدة علي أهل البدع ، (ابن عون) اپنے زمانے میں موجود لوگوں کی نسبت عبادت، فضیلت، شبہات سے دوری، اخلاق، سنت نبوی پر عمل کرنے اور بدعت گزاروں کا مقابلہ کرنے کے لحاظ سے، بزرگان میں سے تھا۔

الثقات: جلد7 ، صفحه3

یہاں میں جان بوجھ کر ابن قتیبہ دینوری کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کر رہا کیونکہ بعض اہل سنت نے ان کی حق گوئی کی وجہ انہیں شیعہ کا ٹائٹل دے دیا ہے۔ ایک تو بھائی جو بھی سچ اور حق بیان کر دے وہ شیعہ کیوں ہو جاتا ہے؟

خیر ان کا تذکرہ پھر کبھی کروں گا ابھی ایک اور جلیل القدر سنی عالم بنام امام طبری کی کتاب سے حوالہ ہو جائے۔۔

اہل سنت عالم امام ابن جریر طبری جو اہل سنت میں کسی تعریف کے محتاج نہیں بس یہاں ان کے بارے میں علماء کی رائے پیش کر کے متن حدیث کی طرف آتا ہوں۔

صاحب وفیات الاعیان امام ابن خلکان طبری کے بارے لکھتے ہیں:

ابو جعفر محمد بن جرير بن خالد الطبري ، وقيل يزيد بن كثير ابن غالب؛ صاحب التفسير الكبير والتاريخ الشهير ، كان اماما في الفنون كثيرة منها التفسير والحديث والفقة والتاريخ وغير ذالک، وله مصنفات مليحة في الفنون عديدة تدل على سعة علمه وغزارته۔

ابو جعفر محمد بن جریر خالد الطبری، جنہیں یزید بن کثیر بن غالب بھی کہا جاتا ہے، بڑے مفسر اور مشہور مورخ ہوئے ہیں۔ نیز فقہ، تاریخ وغیرہ مختلف فنون کے بھی امام تھے۔ مختلف فنون پر ان کی بہت سی تصانیف ہیں، جو ان کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ مجتھد امام تھے کسی کی تقلید نہیں کی۔

ان کے علاوہ بہت سے اکابرین علمانے ان کی مدح کی ہے جن میں ابن کثیر نے "البدایہ والنھایہ" میں، خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں، امام سیوطی نے "طبقات المفسرین" میں اور امام سبکی نے "طبقات الشافیہ" میں، ان کے علاوہ ابن حجر عسقلانی نے "لسان المیزان" میں، امام ذہبی نے "سیر الاعلام النبلاء" اور "میزان الاعتدال" میں، امام ابن جوزی نے "المنتظم" میں اور بہت سے اکابرین نے آپ کی سوانح اور مدح بیان کیے ہیں۔

خیر جی یہ تھا مختصر تعارف اہل سنت کے امام طبری کا اب ان کی رقم کی گئی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔۔

حدثنا ابن حميد ، قال : حدثنا جرير ،عن مغيرة ، عن زياد بن كليب قال: أتي عمر بن الخطاب منزل عليّ وفيه طلحة والزبير ورجال من المهاجرين فقال: واللّه لأحرقنّ عليكم أو لتخرجنّ إلي البيعة»، فخرج عليه الزبير مصلتاً بالسيف فعثر فسقط السيف من يده فوثبوا عليه فأخذوه۔

ترجمہ: عمر ابن خطاب علیؑ کے گھر کی طرف آیا کہ جہاں پر طلحہ، زبیر اور مہاجرین کا ایک گروہ جمع تھا۔ عمر نے ان سے کہا: خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے بیعت نہ کی تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ زبیر ہاتھ میں شمشیر لیے گھر سے باہر آیا، اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور شمشیر اسکے ہاتھ سے گر گئی، اسی وقت کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے شمشیر اسکے ہاتھ سے چھین لی۔

حواله : تاريخ الطبري ، جلد2 ، صفحه 443

اب جلدی سے یہاں بھی ناصبی حضرات کے بھاگنے کا راستہ بلاک کر دیا جائے۔۔

1۔ اس روایت کا پہلا راوی: حمید ابن محمد

ابو قریش کہتا ہے کہ میں نے محمد ابن یحیی ذہلی سے کہا کہ تمہاری ابن حمید کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے؟

قال : و كنت في مجلس أبي بكر الصاغاني محمد بن إسحاق ، فقال : حدثنا محمد بن حميد ـ فقلت : تحدث عن ابن حميد ؟ فقال : و ما لي لا أحدث عنه و قد حدث عنه أحمد بن حنبل و يحيي بن معين ـ

میں ابو بکر صاغانی محمد ابن اسحاق کی محفل میں تھا، پس اس نے کہا: محمد ابن حمید نے ہمارے لیے روایت نقل کی کہ، میں نے اس سے کہا: کیا تم ابن حمید سے روایت کو نقل کرتے ہو؟ اس نے کہا: جب احمد ابن حنبل اور یحیی ابن معین نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے تو میں کیوں نہ کروں؟

و قال أبو بكر بن أبي خيثمة : سئل يحيي بن معين عن محمد بن حميد الرازي فقال : ثقة ـ ليس به بأس ، رازي كيس ـ

یحیی ابن معین سے اسکے بارے میں سوال ہوا تو اس نے جواب میں کہا کہ: وہ مورد اطمینان ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، وہ بہت ذہین اور اہل ری ہے۔

و قال أبو العباس بن سعيد : سمعت جعفر بن أبي عثمان الطيالسي يقول : ابن حميد ثقة ، كتب عنه يحيي و روي عنه من يقول فيه هو أكبر منهم ـ

میں نے جعفر ابن عثمان طیالسی کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ: ابن حمید ثقہ ہے، یحیی نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے اور مشہور راویوں نے بھی اس سے روایت کو نقل کیا ہے۔ ان راویوں میں وہ (احمد ابن حنبل) سب سے بڑا ہے۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج25 ، ص100

2۔ دوسرا راوی: جریر ابن عبد الحمید ابن قرط الضبی

یہ بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

عن أبي بكر بن عياش : ما رأيت أحدا أفقه من مغيرة ، فلزمته ـو قال أحمد بن سعد بن أبي مريم ، عن يحيي بن معين : ثقة ، مأمون ـ قال عبد الرحمن بن أبي حاتم : سألت أبي ، فقلت : مغيرة عن الشعبي أحب إليك أم ابن شبرمة عن الشعبي ؟ فقال : جميعا ثقتان ـو قال النسائي : مغيرة ثقة ـ

ابو بکر عیاش: میں نے کسی کو مغیرہ سے داناتر نہیں دیکھا کہ جسکے ساتھ ہونے کو میں پسند کرتا۔ یحیی ابن معین: وہ قابل اطمینان اور امانت دار ہے۔

ابن ابی حاتم: میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ کیا آپکے لیے مغیرہ کا شعبی سے روایت نقل زیادہ محبوب ہے یا شبرمہ کا شعبی سے روایت نقل کرنا؟ جواب دیا کہ: ہر دو قابل اطمینان ہیں۔ نسائی: مغیرہ مورد اطمینان ہے۔

حوالہ : تهذيب الكمال ، ج28 ، ص400

3۔ تیسرا راوی: زیاد ابن کلیب

یہ بھی صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ کے راویوں میں سے ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال أحمد بن عبد الله العجلي : كان ثقة في الحديث ، قديم الموت ـ و قال النسائي : ثقة ـ و قال ابن حبان : كان من الحفاظ المتقنين ، مات سنة تسع عشرة و مئة ـ

عجلی: وہ روایت نقل کرنے میں قابل اطمینان تھا لیکن وہ جلدی دنیا سے چلا گیا تھا۔ نسائی: وہ قابل اعتماد ہے۔ ابن حبان: وہ ثابت قدم حفاظ میں سے تھا کہ جو سن 109 ہجری میں وفات پا گیا تھا۔

حوالہ : تهذيب الكمال ، ج9 ، ص5

روایات اور بھی ہیں اور سب کی سند بھی معتبر ہے لیکن اختصار ملحوظ ہے تو اسی پر اکتفیٰ کرتے ہوئے یہ ثابت ہو چکا کہ رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد پیش آنے والے واقعات جو مصائبِ فاطمہ زہراؑ کی صورت میں ظاہر ہونے تھے بیان

فرما دیئے تھے اور صاف الفاظ میں بشارت بھی دی کہ میری بیٹی شہید کی جائے گی۔ اللہ کے فضل سے اس تحریر میں یہ بات ہم نے کتب اہل سنت سے ثابت بھی کی اور متعدد صحیح السند روایات کی روشنی میں یہ بھی واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب نے اس گھر کو جلانے کی دھمکی دی جو تمام انبیاء کے گھروں سے افضل تھا اور دی بھی اس عظیم الشان کنیز خدا کو جو جنت کی عورتوں کی سرادار اور رسول کا ٹکڑا تھیں۔ یعنی جناب فاطمہ زہراؑ۔

قاتلِ سیدہ فاطمہ زہراؑ، عمر بن خطاب!

کئی صاحبان ایمان کی جانب سے یہ گزارش کی گئی ہے کہ یہ بھی بتائیں کہ کیا عمر بن خطاب کا سیدہ کے گھر آنا اور دھمکانا اس کا ذاتی عمل تھا یا وہ کسی کے کہنے پر اس عظیم گستاخی کا مرتکب ہوا؟

تو سب سے پہلے اس کا جواب کتب اہل سنت سے پیش کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

بزرگ اہل سنت عالم جو امام اندلسی سے معروف کہ جن کا اصلی نام ابن عبد ربہ الأندلسي ہے وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب العقد الفرید کی جلد 3 کے صفحہ 63 پر یہ راز آشکار کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے کس کے کہنے پر بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنت رسول حضرت فاطمہ زہراؑ کو دھمکی دی جو بعد میں پوری بھی کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

الذين تخلّفوا عن بيعة أبي بكر: عليّ والعباس، والزبير، وسعد بن عبادة، فأمّا علي والعباس والزبير فقعدوا في بيت فاطمة حتّي بعث اليهم أبو بكر عمر بن الخطاب ليخرجوا من بيت فاطمة وقال له: إن أبوا فقاتلهم ـ فأقبل عمر بقبس من نار علي أن يضرم عليهم الدار فلقيته فاطمه فقالت: يابن الخطاب ! أجئت لتحرق دارنا ؟ قال : نعم أو تدخلوا فيما دخلت فيه الأمة فخرج علي حتي دخل علي أبي بكر

ترجمہ: ابو بکر نے عمر ابن خطاب کو بھیجا تا کہ جائے اور ان لوگوں کو فاطمہ کے گھر سے باہر نکال دے اور اسے کہا کہ: اگر وہ تمہاری بات ماننے سے انکار کریں اور گھر سے باہر نہ آئیں تو انکے ساتھ جنگ کرے۔ عمر ایک جلتی ہوئی مشعل ہاتھ میں لیے فاطمہ کے گھر کو آگ لگانے کی نیت سے، ان لوگوں کی طرف گیا۔ فاطمہ نے کہا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو آگ لگانے کے لیے آیا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں، مگر یہ کہ تم بھی وہی کام (ابو بکر کی بیعت) کرو جو اس امت نے انجام دیا ہے۔

حواله : العقد الفريد، ابن عبدربه، ج3، ص 63 طبع مصر

ایک اور جگہ پر اہل سنت مورخ ابو الفداء اسماعیل بن علي بن محمود بھی قاضی جمال الدین اور امام ابن عبد ربہ سے روایت کرتا ہوا لکھتا ہے

ثم إن أبا بكر بعث عمر بن الخطاب إلي علي ومن معه ليخرجهم من بيت فاطمة رضي الله عنها وقال إن أبوا فقاتلهم فأقبل عمر بشئ من نار علي أن يضرم الدار فلقيته فاطمة رضي الله عنها وقالت إلي أين يا بن الخطاب أجئت لتحرق دارنا قال نعم أو تدخلوا فيما دخل فيه الأمة فخرج حتي أتي أبا بكر فبايعه ۔

وكذا نقله القاضي جمال الدين بن واصل وأسنده إلي ابن عبد ربّه المغربي

ترجمہ: ابو بکر نے عمر ابن خطاب کو بھیجا تا کہ جائے اور ان لوگوں کو فاطمہؑ کے گھر سے باہر نکال دے اور اسے کہا کہ: اگر وہ تمہاری بات ماننے سے انکار کریں اور گھر سے باہر نہ آئیں تو انکے ساتھ جنگ کرے۔ عمر ایک جلتی ہوئی مشعل ہاتھ میں لیے فاطمہؑ کے گھر کو آگ لگانے کی نیت سے، ان لوگوں کی طرف گیا۔ فاطمہ نے کہا:

اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو آگ لگانے کے لیے آیا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں، مگر یہ کہ تم بھی وہی کام کرو کہ جو لوگوں نے انجام دیا ہے۔

حوالہ : تاریخ ابوالفداء، ج1، ص156 طبع مصر

تو یہاں اب یہ بھی ثابت ہو چکا کہ جنابِ فاطمہ زہرا (س) کے گھر کو جلانے اور بنتِ رسول کی عظمت کو پامال کرنے میں مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابو بکر مبینہ صدیق اکبر اور مسلمانوں کے بنائے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب مبینہ فاروقِ اعظم قطعی مجرم ہیں۔

ممکن ہے کہ کسی کو یہ گمان لاحق ہو جائے کہ بیت فاطمہ پر حملہ کرنے میں شاید جنابِ عائشہ کے ابا جان ابو بکر مبینہ صدیق کا ہاتھ نہیں بلکہ یہ عمل تو خود عمر بن خطاب نے انجام دیا تھا اور ابو بکر نے تو بس بیعت لینے کے لیے عمر کو بھیجا تھا نا کہ گھر کو آگ لگانے کے لیے۔

تو میں اب یہاں لگے ہاتھ یہ بھی ثابت کیے دیتا ہوں کہ عمر بن خطاب کے ساتھ اس جرم میں ابو بکر بھی شریک تھا اور وہ بھی خود اس کی اپنی زبانی۔۔۔

میں بھی پکا علیؑ والا ہوں۔۔ گھر تک چھوڑ کر آؤں گا کیونکہ سیدہ پر کسی قسم کا No Compromise ۔۔۔

تو ملاحظہ فرمائیں ابو بکر کا اقرار کتب اہل سنت سے!

اہل سنت کے بزرگ عالم ابن زنجویہ کہ جن کو امام نسائی نے ثقہ کہا، امام ابن حبان نے فقیہ اور جید عالم لکھا اور یہاں تک کہ امام ذھبی نے بھی سیر اعلام النبلاء میں ان کو امام الحافظ الکبیر کا خطاب دیا، اسی اہل سنت کے عالم کی کتاب الأموال سے حدیث پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل علي أبي بكر الصديق رحمة الله عليه في مرضه الذي قبض فيه ... فقال [أبو بكر] : « أجل إني لا آسي من الدنيا إلا علي ثَلاثٍ فَعَلْتُهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُنَّ، وثلاث تركتهن وددت أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسول الله (ص)، أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أَكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أَغْلَقُوا علي الحرب

ترجمہ: عبد الرحمن ابن عوف، ابو بکر کی بیماری کے ایام میں اسکے پاس اسکی عیادت کرنے گیا اور اسے سلام کیا، باتوں باتوں میں ابو بکر نے اس سے ایسے کہا: مجھے کسی شے پر کوئی افسوس نہیں ہے، مگر صرف تین چیزوں پر افسوس ہے کہ اے کاش میں تین چیزوں کو انجام نہ دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کو انجام دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھ لیتا، اے کاش میں فاطمہؑ کے گھر کی حرمت شکنی نہ کرتا، اگرچہ اس گھر کا دروازہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی بند کیا گیا ہوتا۔

حواله : الخرساني، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله المعروف بابن زنجويه (متوفي251هـ) الأموال، ج 1، ص 387

ہو سکتا ہے کہ کوئی ناصبی بغض اہل بیتؑ میں اپنے اس عالم کو بھی نہ مانے تو اس خبیث کے لئے ابو بکر کے اسی جرم کے اقرار پر کچھ مزید حوالے پیش کر کے مکمل راستے بلاک کر دیتا ہوں، حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1 -الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفي276هـ)، الإمامة والسياسة، ج 1، ص 21، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م، با تحقيق شيري، ج1، ص36، و با تحقيق، زيني، ج1، ص24؛

2 -الطبري، محمد بن جرير (متوفي 310هـ)، تاريخ الطبري، ج 2، ص 353، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛

3 -الأندلسي، احمد بن محمد بن عبد ربه (متوفي: 328هـ)، العقد الفريد، ج 4، ص 254، ناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت / لبنان، الطبعة: الثالثة، 1420هـ – 1999م؛

4 -المسعودي، أبو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفي346هـ) مروج الذهب، ج 1، ص 290؛

5 -الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم (متوفي360هـ)، المعجم الكبير، ج 1، ص 62، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، ناشر: مكتبة الزهراء – الموصل، الطبعة: الثانية، 1404هـ – 1983م؛

6 -العاصمي المكي، عبد الملك بن حسين بن عبد الملك الشافعي (متوفي1111هـ)، سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج 2، ص 465، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود- علي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1419هـ- 1998م۔

ہاں جی۔۔اب جھٹلا کر دکھاؤ کس کس کو جھٹلاؤ گے۔۔اپنے امام دینوری کو؟ امام طبری کو؟ امام اندلسی کو؟ امام طبرانی، مسعودی وعاصمی المکی کو جھٹلا سکتے ہو؟؟؟ تمہارے اچھے بھی جھٹلا نہیں سکتے!

یہاں جان بوجھ کر ابو بکر کی اس اقراری روایت کے راویوں کی ثقاہت ثابت نہیں کر رہا تا کہ تم لوگ آؤ اور مجھ سے پوچھو پھر میں مزے لے لے کر ایک ایک راوی کا چٹھہ پٹھہ تمہیں پیش کروں کیونکہ ایسے تو تم لوگ آؤ گے نہیں کیونکہ ہر وہ دیوار گرا دی گئی ہے جس کے پیچھے چھپ کر تم اپنا دفاع کر سکو تو میں نے سوچا خود ہی ایک گوشے سے علمی محاصرہ کمزور کر دوں ۔۔تو آؤ ذرا۔۔ میں بے قراری سے منتظر ہوں!

چلیں جی اب آگے بڑھتے ہیں اور ان خبیث امتیوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی اس بیٹی کو بے دردی سے شہید کیا جس احترام میں رسول کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور جس کالی کملی کی تم آج جھوم جھوم کر نعتیں پڑھتے ہو اسے زمین پر بچھا دیا کرتے تا کہ فاطمہ زہرا (س) اس تشریف رکھ سکیں۔

پہلے ایک اور روایت پیش کر دوں جس میں اسی دروازے کو جلانے کا بیان ہو جس کے متعلق آج کا مولوی کہتا ہے کہ اس وقت تو دروازے ہی نہیں ہوتے تھے تو پہلے یہ ملاحظہ فرمائیں۔

<u>اہل سنت عالم امام ابن عطیہ اپنی کتاب الامامۃ والخلافۃ کے صفحہ 160 سے 161 تک عمر کا بیت زہرا کو جلانے کا واقعہ لکھتے ہیں جس میں سے یہ اقتباس نذر کر رہا ہوں:</u>

ان ابابکر بعد ما اخذ البيعة لنفسه من الناس بالارحاب و السيف و القوة ارسل عمر، و قنفذاً و جماعة الي دار علي و فاطمه(عليهما السلام) و جمع عمر الحطب علي دار فاطمة(عليها السلام) و احرق باب الدار

<u>ترجمہ: ابو بکر نے جب لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور تلوار کی نوک پر ان سے بیعت لے لی تو، اس نے عمر کو قنفذ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ، علیؑ و فاطمہ ؑ کے گھر بھیجا اور عمر نے بھی ایندھن جمع کر کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی۔</u>

حواله : الامامة و الخلافة،ا بن عطيه ، ص160 و 161 كه با مقدّمه اي از دكتر حامد داود استاد دانشگاه عين الشمس قاهره به چاپ رسيده، چاپ بيروت، مؤسّسة البلاغ ـ

تو اب قاتل بنت رسول حضرت فاطمہ زہراؑ کو کتب اہل سنت سے بے نقاب کرتا ہوں

اہل سنت عالم امام مسعوی شافعی کہ ان کی حق گوئی کی بنا پر آج کا ناصبی انہیں بھی شیعہ کہہ کر جھٹلا دیتا ہے پہلے اس کا شافعی مذہب ہونا ثابت کر دوں پھر ان کی کتاب سے قاتلِ زہراؑ پیش کرتا ہوں۔

امام مسعودی شافعی کے بارے میں اہل سنت عالم تقی الدین سبکی اپنی کتاب الطبقات الشافعیۃ میں جہاں شافعی مذہب علماء کے نام لکھتا ہے وہیں اس نے امام مسعودی شافعی کا نام بھی لکھا ہوا ہے، حوالہ پیش خدمت ہے جس کے بعد یہ اعتراض بھی ختم ہو جائے گا کہ مسعودی شیعہ تھا۔

حواله : الطبقات الشافعية ج3 ، ص 456 و 457 ، رقم 225، چاپ دار احياء الكتب العربية

چلیں جی اب اہل سنت عالم امام مسعودی شافعی اپنی کتاب اثبات الوصیۃ کے صفحہ نمبر 143 پر کیا لکھتے ہیں پیش خدمت ہے

فهجموا عليه وأحرقوا بابه ، واستخرجوه منه كرهاً ، وضغطوا سيّدة النساء بالباب حتّي أسقطت محسناً

انھوں نے اس پر حملہ کیا اور اسکے گھر کے دروازے کو آگ لگائی اور انھوں نے اسے زبردستی اسکو گھر سے باہر نکالا اور عورتوں کی سردار (فاطمہ زہراؑ) پر دروازے کو اتنا دبایا کہ انکا بچہ محسن سقط ہو گیا۔

حواله : اثبات الوصية ، ص143

امام صفدی بھی لکھتے ہیں:

انّ عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتّي ألقت المحسن من بطنها

عمر نے بیعت والے دن فاطمہؑ کے شکم پر ضربت لگائی کہ جسکی وجہ سے اسکے شکم میں محسن سقط ہو گیا۔

حواله : الوافي بالوفيات ، جلد 5 ، صفحه 347

امام ابن حجر عسقلانی نے کتاب لسان المیزان اور ذہبی نے کتاب میزان الإعتدال میں لکھا:

إنّ عمر رفس فاطمة حتّي أسقطت بمحسن۔

عمر نے فاطمہؑ کے سینے پر لات ماری کہ جسکی وجہ سے محسن سقط ہو گیا۔

حواله : لسان الميزان ، جلد 1 ، صفحه 268

امام ابن شحنہ حنفی نے لکھا:

ثم إن عمر جاء إلي بيت علي ليحرقه علي من فيه فلقيته فاطمة فقال : ادخلوا فيما دخلت فيه الأمة ۔

عمر علیؑ کے گھر کی طرف آیا تا کہ گھر کو گھر والوں کے سمیت آگ لگادے، فاطمہؑ نے اسے دیکھا تو عمر نے اس سے کہا: جو کام امت نے انجام دیا ہے، آپ لوگ بھی اسکو انجام دیں، (بیعت ابو بکر)

حواله : روضة المناظر في أخبار الأوائل والأواخر (هامش الكامل لابن الأثير) ، ج11 ، ص 113 (ط الحلبي ، الأفندي سنة 1301)

امام عبد الفتاح نے لکھا:

ثم ضربه واقتحمه ... وبدا له عليّ ... ۔ ورنّ حينذاك صوت الزهراء عند مدخل الدار ... فإن هي إلاّ رنة استغاثة أطلقتها : يا أبت رسول الله...

زہرا کے رونے کی آواز گھر کے دروازے کے نزدیک سے بلند ہوئی، وہ آواز ایک فریاد تھی کہ جو بنت رسول خدا کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی: اے بابا اے رسول خدا۔۔

حواله : عبد الفتاح عبد المقصود ، ج4 ، ص274-277 و ج1 ، ص192-193

تو یہ تھیں وہ روایات جس میں قاتلِ فاطمہ زہرا (س) یعنی عمر بن خطاب کہ جس کو ابو بکر کی حمایت حاصل تھی بالکل بے نقاب ہو چکا۔۔ خدا کی لعنت ہو دختر رسول جناب فاطمہ زہرا (س) کو اذیت دے کر شہید کرنے والوں پر، ان کے گھر کو نذر آتش کرنے والوں پر، ان کے شکم مطہر پر لات مارنے والوں پر اور حضرت محسن (ع) کو شکم زہرا میں ہی شہید کرنے والوں پر۔ لعنت بے شمار لگاتار۔۔

آخر میں کچھ سوالات ان حلالی امتیوں کے لئے جن کے دل میں ذرا سی بھی رسول کی محبت باقی ہے اور تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

1- ایسا کیا ہوا کہ رسول کی بیٹی، اپنے بابا کے بعد اتنی جلدی دنیا سے رخصت ہو گئیں؟ جواب؟؟

2- کیا رسول ﷺ کی بیٹی طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئی تھیں یا انہیں شہید کیا گیا تھا؟ جواب؟؟

3- کیا انکی شہادت میں انکے گھر کو جلانے کی دھمکی کا بھی اثر تھا؟ جواب؟؟

4- عمر نے رسول خدا ﷺ کی بیٹی کے گھر کو سب مسلمانوں کے سامنے کیوں آگ لگائی؟ جواب؟؟

5- جلتے ہوئے دروازے کو ان پر کس نے اور کیوں گرایا تھا؟ جواب؟؟

6- انکے بچے محسن کو کس نے سقط کیا تھا؟جواب؟؟

7- رسول خدا ﷺ کی بیٹی کو کس نے اور کس کے حکم پر تازیانے مارے؟جواب؟؟

اپنے نبی ﷺ سے اگر ذرا سی بھی محبت ہے تو ان کے سوالات کے جواب ضرور تلاش کرنا۔۔

والسلام، گدائے درزہراؑ، ابوعبداللہ

کیا امام علیؑ نے نہج البلاغہ میں خلفاء کی تعریف کی ہے اور انہیں خلافت کا اہل سمجھا ہے؟

کئی احباب کی جانب سے بار بار گزارش کی جارہی ہے کہ انجینئر محمد علی مرزانے جو نہج البلاغہ سے تین خلفاء کہ جس میں عمر بن خطاب سر فہرست ہے، مداح سرائی فرمائی ہے اس پر جواب دیں۔۔ جس کا ویڈیو ٹائیٹل یہ ہے

s ki SHAN ـSHIAH ki NAHJ-ul-BALAGHA say 3-KHULAFA-e-Rashideen a

s kay 4-KHUTUBAAT !ـmain Maola ALI a

یعنی اگر خود اہل سنت کی کتابوں کو سامنے رکھ کر میں اس کا عنوان بناؤں تو وہ کچھ اس طرح بنے گا۔۔

"گستاخِ رسول و آل رسول، قاتلِ بنت رسول واصحاب رسول کی شان میں امام علیؑ کے کلمات" (معاذاللہ)

مطلب انجینئر صاحب کی عقل شاید وہی بکری چر گئی ہے جو پہلے اماں عائشہ کے پارے کھا چکی تھی۔۔ ہاہاہانان سینس اور جس دھڑلے سے یہ انجینئر مرزا اپنی اسی ویڈیو میں مولا عمر مولا عمر اور کبھی مولا ابو بکر و مولا عثمان کہہ کر قولِ رسول کی توہین کر رہے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ نعرہ بھی لگاتے ہیں

نہ میں وہابی۔۔ نہ میں بابی۔۔ میں ہوں مسلم علمی کتابی۔۔

اب اس نعرے کو تھوڑا چینج کر کے لگانا شروع کریں جو کچھ اس طرح بن سکتا ہے۔۔

نہ میں وہابی۔۔ نہ میں بابی۔۔ میں ہوں دوغلا پکا نفاقی۔۔

تو پہلے انجینئر مرزا اس نعرے کو زور زور سے لگائیں پھر ہمیں بتائیں کہ مولا کا لفظ ان تین خلفاء کے ساتھ لگانے پر ان کے پاس کون سی علمی کتابی دلیل موجود ہے؟؟ جبکہ امام علی کے ساتھ لفظ مولا کا استعمال تو وہ خود حدیثِ غدیر خم والی اپنی ویڈیو میں ثابت کر چکے ہیں۔۔

اب ذرا اپنے علمی کتابی ہونے کا ثبوت دیں اور ہمیں دکھائیں کہ کس نصِ رسول سے مولا ابو بکر، مولا عمر اور مولا عثمان کہنا ان کے نزدیک ثابت ہے؟؟

تو قارئین۔۔ یہ منافق حضرت۔۔ اگر انجینئر سے بڑھ کر سینئر انجینئر بھی بن جائیں یا مزید اور بڑھ کر سینئر ایکزیکٹو انجینئر بھی ہو جائیں تب بھی یہ لفظ مولا۔۔ امام علی کے علاوہ کسی کے ساتھ لگانے پر اپنی ہی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکتے۔۔

میرے خیال سے اتنی تمہیدی کھنچائی فی الحال انجینئر محمد علی مرزا کو چھکی کے طور پر کافی ہوگی۔۔ تو اب اصل عنوان کی جانب بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انجینئر صاحب نے جو نہج البلاغہ سے تین خلفاء کی عزت بچانے کی ناقص اور بے فائدہ کوشش کی وہ کس قدر درست اور قابل قبول ہے۔۔

ہمیشہ کی طرح انجینئر صاحب نے ادھر ادھر کی زیادہ ہانکنے اور ذاتی قیاسی تشریح کے بعد جو تین خلفاء کو بچانے کے لیے نہج البلاغہ سے حوالے پیش کئے وہ کچھ اس طرح ہیں:

1 -علامہ مفتی جعفر حسین علیہ الرحمہ کی ترجمہ شدہ نہج البلاغہ صفحہ نمبر 384 پر موجود امام علی کا خطبہ نمبر 184

2 -صفحہ نمبر 368 پر موجود امام علی کا خطبہ نمبر 321

3 -صفحہ نمبر 107 پر موجود خطبہ نمبر 5

4 -اور صفحہ نمبر 643 پر امام علیؑ کا مکتوب نمبر 6 جو مولا نے لعین ابن العین معاویہ بن ابوسفیان کو لکھا تھا۔۔

ان سب حوالوں پر بات کرنے سے پہلے ذرا اس لفظ فلاں پر کچھ کہہ دوں جس پر موصوف فرما رہے ہیں شیعہ علماء نے معاذاللہ خیانت کی اور خطبہ میں موجود شخصیت کو چھپانے کے لیے لفظ فلاں لکھ دیا۔۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس فلاں کو عمر سے جوڑنے میں انجینئر صاحب اتنے اندھے ہو گئے کہ اس کو لفظ کو کسی شیعہ کتب یا اسی نہج البلاغہ سے ثابت کرنے کے بجائے اہل سنت عالم ابن ابی الحدید کا رائتہ پھیلا کر اس میں تحقیقی اذہان کو ڈبونے کی کوشش کر ڈالی جبکہ کوئی بھی عقل رکھنے والا عام سا انسان بھی یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی مخالف کی کتاب سے کوئی بات نقل کی جاتی ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لیے اسی مخالف کے کلام سے اس پر دلیل ہونی چاہیئے نا کہ حوالہ اہل تشیع کا ہو اور اس پر استدلال اہل سنت علماء اور ان کی کتابوں کا۔۔ حد ہے بھائی جہالت کی۔۔

چلیں پھر ذرا ہم ان انجینئر صاحب کے الحدیدی رائتے میں تھوڑا سا علمی سرکہ ملا کر اسے اس قابل ہی نہ چھوڑیں کہ وہ آئندہ اپنے بزرگوں کے دفاع میں اس کو دلیل بنائیں۔۔

ابن ابی الحدید نے بڑی چالاکی سے اپنی شرح میں اس طرح لکھا ہے۔

وقد وجدت النسخة التي بخط الرضي أبي الحسن جامع نهج البلاغة وتحت فلان عمر، حدثني بذلك فخار بن معد الموسوي الأودي الشاعر، وسألت عنه النقيب أبا جعفر يحيي بن أبي زيد العلوي، فقال لي: هو عمر، فقلت له: أيثني عليه أمير المؤمنين رضي الله عنه هذا الثناء؟ فقال: نعم۔۔ فإذا اعترف أمير المؤمنين بأنه أقام السنة،

وذهب نقي الثوب، قليل العيب، وأنه أدي إلي الله طاعته، واتقاه بحقه، فهذا غاية ما يكون من المدح۔

ترجمہ: نہج البلاغہ کے مؤلف سید رضی کا ایک جمع کردہ نسخہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں لفظ « فلان » کے نیچے، عمر لکھا ہوا تھا۔ اس بات کو میرے لیے فخار ابن معد الموسوی شاعر نے نقل کیا ہے۔ میں نے ابو جعفر نقیب سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: اس لفظ سے مراد، عمر ہے، میں نے کہا: کیا امیر المؤمنین نے عمر کی ایسے تعریف کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، جب امیر المؤمنین اعتراف کریں کہ (عمر) نے سنت کو قائم کیا ہے اور پاک دامن و کم عیوب کے ساتھ دنیا سے گیا ہے اور پروردگار کی عبادت انجام دی ہے اور وہ بہت متقی تھا، تو یہ بالاترین درجے کی مدح و تعریف شمار ہو گی۔

تو یہ تھی وہ فرسودہ پھکی جو انجینئر صاحب ہم شیعوں کو دینا چاہ رہے تھے۔۔

آئیں اب اسی کو ان کی جانب لوٹاتا ہوں جبکہ یہ بات اپنی جگہ پر قائم رہے گی کہ نہج البلاغہ کے خطبہ میں موجود لفظ "فلاں" کی اہل سنت عالم کی جانب سے تشریح قطعاً ہم شیوں کو قبول نہیں، ہمیں اگر ثابت کرنا ہے تو ہماری کتابوں اور ہمارے علماء سے ثابت ہونا چاہیے نا کہ حوالہ شیعہ کتاب کا ہو اور ثبوت کے طور پر سنی عالم کی کتاب دکھائی جائے۔۔

تو قارئین۔۔۔ ہو جائے

فلاں لفظ پر ابن ابی الحدید کا عقلی و علمی آپریشن

تو ابن ابی الحدید نے مکمل چالاکی سے اپنے کلام کی ابتداء میں ایسے ظاہر کروایا ہے کہ ہر پڑھنے والا فوراً یہ یقین کر لے کہ اس نے خود سید رضی کا لکھا ہوا نسخہ دیکھا ہے جیسے انجینئر صاحب نے اپنی ویڈیو میں کہا بھی کہ اس (سید رضی) نے لفظ « فلان » کے ساتھ عمر لکھا ہوا ہے اور اگر کوئی ابن ابی الحدید کی عبارت کا دوسرا جملہ نہ پڑھے تو وہ گمان کرے گا کہ عبارت ایسے ہے:

« وَجَدتُ » یعنی میں نے خود دیکھا ہے، لیکن جب اسکی عبارت میں اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لفظ « وُجِدَت » کہا ہے یعنی اس نسخے میں دیکھا گیا ہے یعنی میں نے خود نہیں دیکھا کسی دوسرے نے دیکھا ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے۔ ہاہاہاہا چالاکی وہ بھی شیعوں سے۔۔

دوسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ سید رضی اپنے رائے کو عبارت کی لائن کے اندر امامؑ کے کلام کی تشریح کے عنوان سے لکھتے ہیں نہ کہ عبارت کے نیچے۔

اگر کوئی اہل علم شخص پرانی کتب کے خطی نسخوں سے آشنائی رکھتا ہو تو جانتا ہے کہ معمولا ان کتب کے صفحات پر جو اضافی طور پر لکھا جاتا ہے، یہ انکی طرف سے ہوتا ہے کہ جنکے پاس وہ کتاب موجود ہوتی ہے اور نہج البلاغہ کا یہ نسخہ جسکے اختیار میں تھا، اس نے گمان کیا ہے کہ لفظ « فلان » سے مراد عمر ابن خطاب ہے، لہذا اس نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے، عمر لکھ دیا ہے، پس ایسے مطالب کا خود مؤلف کی طرف نسبت دینا، دلیل و ثبوت کا محتاج ہے نا کہ شیعوں کے لیے دلیل۔۔

لو جی یہ کیا۔۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی ابوعبداللہ نے اچھے خاصے راستے میں سر کہ ڈال کر دفاع شیخین کو ناقابلِ دفاع بنا دیا۔ ہائے ہائے

تو انجینئر صاحب اب آتے ہیں نہج البلاغہ کے ان الفاظ پر جن کو آپ اپنے مجرم آقاؤں کی طرف موڑ کر انہیں بچانے کی ناکام کوشش کر رہے کیونکہ جو حوالے آپ نے نہج البلاغہ سے دکھائیں ہیں وہ خود آپ کی کتابوں میں موجود امام علیؑ کے کلمات سے تضاد رکھتے ہیں۔

کیا آپ نے اپنی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح مسلم نہیں پڑھی جس میں آپ کے جلیل القدر محدث مسلم نیشاپوری خود عمر بن خطاب سے اپنے اور ابو بکر کے خلاف امام علی کے یہ الفاظ نقل کر رہے ہیں۔۔

عمر بن خطاب نے امام علیؑ اور عباس سے کہا کہ:

ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ -صلي الله عليه وسلم- وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا۔

ترجمہ: ابو بکر کی وفات کے بعد میں رسول خدا ﷺ اور ابو بکر کا جانشین بن گیا، تم دونوں مجھے خائن، جھوٹا، مکار اور گناہکار سمجھتے ہو۔

حواله : صحيح مسلم ،اب الفی ، كتاب الجهاد والسير ، حديث نمبر 3302

عبد الرزاق صنعانی جن کی بدولت صحیح بخاری و مسلم وغیرہ ان کی روایتوں سے مالا مال ہیں اور امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ حدیث کی روایت میں آپ نے عبد الرزاق سے بڑھ کر کسی کو دیکھا؟ جواب دیا کہ "نہیں" بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام سفیان بن عیینہ، یحیٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد بن حنبل فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔

تو انجینئر مرزا، عبد الرزاق صنعانی نے بھی صحیح سند کے ساتھ عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر نے عباس اور علیؑ سے کہا کہ تم دونوں مجھے ظالم اور فاجر کہتے ہو،

ثم وليتها بعد أبي بكر سنتين من إمارتي فعملت فيها بما عمل رسول الله (ص) وأبو بكر وأنتما تزعمان أني فيها ظالم فاجر

میں نے ابو بکر کے بعد دو سال حکومت کی اور رسول خدا او ابو بکر کی سیرت و سنت کو جاری رکھا، لیکن تم دونوں مجھے ظالم اور فاجر کہتے ہو۔

حواله: المصنف لعبد الرزاق ،جلد 5 ، صفحه 8796 – 9816

یہی قول ابن حبان نے بھی صحیح سند سے نقل کیا ہے۔۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں

صحيح ابن حبان ، جلد 14 ،كتاب التاريخ ، إلى وفاة الرسول، صفحه 577

اگر چاہتے ہیں تو میں مزید حوالے بھی پیش کر سکتا ہوں کہ امام علی علیہ السلام، عمر اور ابو بکر کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔۔ اور وہ بھی خود عمر بن خطاب کی زبانی، جسے آپ چاہ کر بھی نہیں جھٹلا سکتے۔۔

اب آگے چلتے ہیں اور مزید آپ ہی کی کتابوں سے آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام علیؑ کا عمر بن خطاب کے متعلق کیا رویہ تھا۔

بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ امام علیؑ نے حضرت زہرا (س) کی شہادت کے بعد کسی کو ابو بکر کو اپنے پاس بلانے کے لیے بھیجا اور خاص طور اسے کہا کہ عمر کو اپنے ساتھ لے کر نہ آئے کیونکہ وہ عمر کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتے، عربی ملاحظہ فرمائیں

فَأَرْسَلَ إِلَي أَبِي بَكْر أَنِ ائْتِنَا، وَلاَ يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ، كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ۔

تفصیلی حوالہ جات:

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 4، ص 1549، ح3998، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب غَزْوَةِ خَيْبَرَ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1407 - 1987؛

النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري (متوفي261هـ)، صحيح مسلم، ج 3، ص 1380، ح1759، كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَاب حُكْمِ الْفَيْءِ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت.

اچھا ایک بات بتائیں انجینئر صاحب۔۔ اگر امام علیؑ کا اعتقاد تھا کہ عمر نے سنت کو قائم کیا تھا تو پھر جب چھ افراد پر مشتمل شوریٰ میں عبد الرحمن ابن عوف نے خلافت قبول کرنے کی ایک شرط سیرت شیخین پر عمل کرنے کو قرار دیا تو امام علیؑ نے اس شرط پر عمل کرنے کا سختی سے انکار کر دیا اور شیخین کی سیرت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دوبارہ پورے 12 سال خلافت سے محروم رہے!

لیجئے دیکھیں امام یعقوبی کیا فرمارہے ہیں:

وخلا بعلي بن أبي طالب، فقال: لنا الله عليك، إن وليت هذا الامر، أن تسير فينا بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر۔ فقال: أسير فيكم بكتاب الله وسنة نبيه ما استطعت۔ فخلا بعثمان فقال له: لنا الله عليك، إن وليت هذا الامر، أن تسير فينا بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر۔ فقال: لكم أن أسير فيكم بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر، ثم خلا بعلي فقال له مثل مقالته الأولي، فأجابه مثل الجواب الأول، ثم خلا بعثمان فقال له مثل المقالة الأولي، فأجابه مثل ما كان أجابه، ثم خلا بعلي فقال له مثل المقالة الأولي، فقال: إن كتاب الله وسنة نبيه لا يحتاج معهما إلي إجيري أحد۔ أنت مجتهد أن تزوي هذا الامر عني۔ فخلا بعثمان فأعاد عليه القول، فأجابه بذلك الجواب، وصفق علي يده۔

عبد الرحمن ابن عوف نے علی ابن ابی طالب (ع) سے کہا: ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب خدا، سنت مصطفی اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق عمل کرو تو، اس پر امام علی (ع) نے فرمایا: جتنا میرے لیے ممکن ہو سکا میں صرف اور صرف کتاب خدا اور سنت مصطفی کے مطابق عمل کروں گا۔

عبد الرحمن ابن عوف نے بالکل یہی بات عثمان سے کہی: ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب خدا، سنت مصطفی اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق عمل کرو تو، اس پر عثمان نے خلافت حاصل کرنے کے لیے جواب دیا: میں کتاب خدا، سنت رسول اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق تم لوگوں میں عمل کروں گا،

عبد الرحمن دوبارہ امام علی (ع) کے پاس گیا اور وہی شرط دوہرائی اور ان حضرت سے وہی پہلے والا جواب سنا، پھر وہ دوبارہ عثمان کے پاس گیا اور اس سے وہی شرط دوبارہ کہی تو اس نے پھر فوراً قبول کر لیا، پھر عبد الرحمن تیسری مرتبہ امام علی (ع) کے پاس گیا اور وہی بات کہی، اس پر امام (ع) نے فرمایا:

جب کتاب خدا اور سنت مصطفی ہمارے پاس ہے تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی سنت و روش کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم اصل میں خلافت کو مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو۔

عبد الرحمن پھر تیسری مرتبہ عثمان کے پاس گیا اور پہلے والی بات کا تکرار کیا اور عثمان نے وہی جواب دیا۔ یہ سن کر عبد الرحمن نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر اسکی بیعت کر کے اسے عمر کے بعد خلیفہ انتخاب کر لیا۔

حواله: اليعقوبي، أحمد بن أبي يعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح (متوفي292هـ)، تاريخ اليعقوبي، ج 2، ص 162، ناشر: دار صادر - بيروت۔

محترم انجینئر صاحب امام احمد ابن حنبل نے بھی اپنی مسند میں صحیح سند سے عبد الرحمن ابن عوف کی زبان سے ایسے نقل کیا ہے:

عن أبي وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف كيف بايعتم عثمان وتركتم عليا رضي الله عنه قال ما ذنبي قد بدأت بعلي فقلت أبايعك علي كتاب الله وسنة رسوله وسيرة أبي بكر وعمر رضي الله عنهما قال فقال فيما استطعت قال ثم عرضتها علي عثمان رضي الله عنه فقبلها۔

ابو وائل کہتا ہے میں نے عبد الرحمن ابن عوف سے کہا: کیا ہوا ہے کہ عثمان کی بیعت ہو گئی ہے اور علی کی بیعت نہیں ہوئی؟

عبد الرحمن نے کہا: اس میں میرا کیا قصور ہے، میں نے تو علی (ع) سے کہا تھا کہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ تم کتاب خدا، سنت رسول اور سنت ابو بکر و عمر پر عمل کرو، علی (ع) نے فرمایا:

جو میں کر سکا اس حد تک کروں گا، یہی بات و شرط میں نے عثمان کو بتائی تو اس نے فورا قبول کر لیا۔

یعنی امام علی (ع) کی بات کا یہ معنی ہے کہ کتاب خدا اور سنت مصطفی میں کوئی کمی و نقص نہیں ہے کہ جو دوسروں کی سیرت کو بھی انکے ساتھ ملایا جائے، یعنی میں ابو بکر و عمر کی سیرت کو شرعی نہیں سمجھتا کہ اسے اسلام کا حصہ بناؤں!

حوالہ: الشيباني، أحمد بن حنبل أبو عبدالله (متوفي241ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج 1، ص 75 ، ناشر: مؤسسة قرطبة – مصر

اس طرح کی بہت سی مثالیں سنی کتب میں مذکور ہیں لیکن ہم صرف ان چند نمونوں پر ہی اکتفاء کرتا ہوں۔

اب ان مذکورہ اہل سنت احادیث و روایات کی روشنی میں باضمیر اور علمی بصیرت رکھنے والے افراد سے سوال ہے کہ

یہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے کہ لفظ « فلان » سے مراد، عمر ہے، حالانکہ امام علیؑ، عمر کی سنت پر عمل کرنا تو دور کی بات، وہ حضرت تو اسکی سیرت کو شرعی و دینی ہی نہیں سمجھتے اور حتی وہ تو عمر کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے؟!

کیسے تعریف کے یہ الفاظ « قوم الأود، داوي العمد، أقام السنة، خلفه الفتنة، نقي الثوب، قليل العيب و۔۔۔ » صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور عمر کے بارے میں الفاظ: جھوٹا، مکار، خیانت کار، گناہ گار، ظالم، ستمگر، فاجر، سختگیر و۔۔۔۔ کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں؟

کیا ممکن ہے کہ امام علیؑ جیسا فصیح و بلیغ انسان ایک ہی شخص کے بارے میں ایسی متضاد و مخالف صفات کو ذکر کرے؟

چلیں جی انجینئر صاحب آخر میں اب اسی کتاب سے حوالے پیش کر کے حجت تمام کر دوں جسے پیش کر کے آپ نے اپنے اجداد کا ایک بار پھر سے ناکام دفاع کیا ہے۔ یعنی نہج البلاغہ سے۔۔

1 - امام علیؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ 2 میں خلافت کو اہل بیت کا حق قرار دیا ہے اور غاصبان خلافت کی طرف اشارہ کیا ہے:

و منها يعني آل النبي عليه الصلاة و السلام

هم موضع سرّه، و لجأ أمره، و عيبة علمه، و موئل حكمه، و كهوف كتبه، و جبال دينه، بهم أقام انحناء ظهره، و أذهب ارتعاد فرائصه،

و منها يعني قوما آخرين

زرعوا الفجور، و سقوه الغرور، و حصدوا الثّبور، لا يقاس بآل محمّد صلّي اللّه عليه و آله من هذه الأمّة أحد، و لا يسوّي بهم من جرت نعمتهم عليه أبدا: هم أساس الدّين، و عماد اليقين۔

إليهم يفيء الغالي، و بهم يلحق التّالي۔ و لهم خصائص حقّ الولاية، و فيهم الوصيّة و الوراثة، الآن إذ رجع الحقّ إلي أهله، و نقل إلي منتقله،

ترجمہ: آل پیغمبر (ص): وہ خداوند کے اسرار کی جگہ، اسکے فرمان کی پناہ گاہ، اسکے علم کے ظرف، اسکے احکام کا مقام، اسکی کتب کی پناہ گاہ ہیں اور اسکے دین کے مستحکم پہاڑ ہیں، خداوند نے انہی کے ذریعے سے دین کے ٹیڑے پن کو سیدھا کیا اور دین میں ڈر و خوف کو ختم کیا ہے۔ آل محمد دین کی اساس و بنیاد ہیں

دشمنان اسلام کے بارے میں فرمایا:

انھوں نے ظلم و ستم کا بیج بویا ہے، اور دھوکے و فریب کے پانی سے اسکی آبیاری کی ہے، پھر اسی بیج سے بد بختی اور نابودی کی فصل کو کاٹا ہے، اس امت میں کسی کا بھی آل محمد کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

وہ جو آل محمدؐ کے دستر خوان سے ریزہ خواری کرتے ہیں، وہ کبھی بھی انکے برابر نہیں ہو سکتے، آل محمد دین کی بنیاد اور یقین کے ارکان ہیں۔

غلو کرنے والے کو انکی طرف پلٹنا چاہیے، اور پیچھے رہنے والے کو ان سے ملحق ہونا چاہیے، ولایت و حکومت کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں، رسول خدا (ص) کی وصیت اور اسکی میراث انہی کے پاس ہے، آخر کار ابھی حق اپنے حقدار کے پاس پلٹ کر آیا ہے اور حق جس جگہ سے منتقل ہوا تھا، وہاں واپس آ گیا ہے۔

2 - حضرت امیر (ع) نے خطبہ سوم میں صراحت کے ساتھ اپنے سے پہلے والے خلفاء پر اعتراض کیا ہے اور ان سب کو غاصب شمار کیا ہے اور اپنی حکومت کے مخالفین پر بھی اعتراض کیا ہے:

أما و الله لقد تقمّصهافلان و إنّه ليعلم أنّ محلّي منها محلّ القطب من الرّحا۔ ينحدر عنّي السّيل، و لا يرقي إليّ الطّير، فسدلت دونها ثوبا، و طويت عنها كشحا۔ و طفقت أرتئي بين أن أصول بيد جذّاء، أو أصبر علي طخية عمياء، يهرم فيها الكبير، و يشيب فيها الصّغير، و يكدح فيها مؤمن حتّي يلقي ربّه

ترجيح الصبر

فرأيت أنّ الصّبر علي هاتا أحجي، فصبرت و في العين قذي، و في الخلق شجا، أري تراثي نهبا، حتّي مضي الأوّل لسبيله، فأدلي بها إلي فلان بعده۔ ثم تمثل بقول الأعشي:

شتّان ما يومي علي كورها و يوم حيّان أخي جابر

فيا عجبا بينا هو يستقيلها في حياته إذ عقدها لآخر بعد وفاته- لشدّ ما تشطّرا ضرعيها- فصيّرها في حوزة خشناء يغلظ كلمها، و يخشن مسّها، و يكثر العثار فيها، و الاعتذار منها، فصاحبها كراكب الصّعبةإن أشنق لها خرم، و إن أسلس لها تقحّم، فمني النّاس- لعمر الله- بخبط و شماس، و تلوّن و اعتراض، فصبرت علي طول المدّة، و شدّة المحنة، حتّي إذا مضي لسبيله جعلها في جماعة زعم أنّي أحدهم، فيا لله و للشّوري متي اعترض الرّيب فيّ مع الأوّل منهم، حتّي صرت أقرن إلي هذه النّظائر لكنّي أسففت إذ أسفّوا، و طرت إذ طاروا، فصغا رجل منهم لضغنه، و مال الآخر لصهره، مع هن و هن، إلي أن قام ثالث القوم نافجا حضنيه، بين نثيله و معتلفه، و قام معه بنو أبيه يخضمون مال الله خضمة الإبل نبتة الرّبيع، إلي أن انتكث عليه فتله، و أجهز عليه عمله، و كبت به بطنته

مبايعة علي

فما راعني إلّا و النّاس كعرف الضّبع إليّ، ينثالون عليّ من كلّ جانب، حتّي لقد وطي ء الحسنان، و شقّ عطفاي، مجتمعين حولي كربيضة الغنم۔ فلمّا نهضت بالأمر نكثت طائفة، و مرقت أخري، و قسط آخرون: كأنّهم لم يسمعوا الله سبحانه يقول: «تلك الدّار الآخرة نجعلها للّذين لا يريدون علوّا في الأرض و لا فسادا، و العاقبة للمتّقين» بلي و الله لقد سمعوها و وعوها، و لكنّهم حليت الدّنيا في أعينهم، وراقهم زبرجها أما و الّذي فلق الحبّة، و برأ النّسمة، لو لا حضور الحاضر، و قيام الحجّة بوجود النّاصر، و ما أخذ الله علي العلماء ألّا يقارّوا علي كظّة ظالم، و لا سغب مظلوم، لألقيت حبلها علي غاربها، و لسقيت آخرها بكأس أوّلها، و لألفيتم دنياكم هذه أزهد عندي من عفطة عنز،

ترجمہ: خدا کی قسم اس (ابو بکر) نے لباس خلافت کو پہن لیا، حالانکہ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا میری حیثیت حکومت اسلامی میں ایسے ہے جیسے چکی میں گھومانے والی لکڑی و محور کی ہوتی ہے، (وہ جانتا تھا کہ) میرے وجود کی بلندیوں سے علم و فضیلت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور بلند پرواز پرندے میرے بلند افکار تک پرواز نہیں کر سکتے، پس میں نے خلافت کے لباس کو چھوڑ دیا اور اپنے دامن کو اس سے الگ کر لیا ہے، اس حالت میں کہ اس سوچ میں تھا کہ بے یار و مددگار تنہا اپنے حق کے لیے قیام کروں اور یا تو اس تاریک و ظلمانی حالات پر صبر کروں کہ یہ ایسے حالات تھے کہ جس میں (غم و غصے سے) بڑے، بوڑھے اور جوان، بڑے ہو جاتے ہیں، آخر کار میں بردباری و صبر کرنے میں ہی عقل مندی دیکھی، لہذا میں نے ایسے صبر کیا کہ جیسے میری آنکھ میں کانٹا ہو اور گلے میں ہڈی پھنسی ہو، میں اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لوٹتا دیکھتا رہا، یہاں تک کہ پہلا (ابو بکر) گزر گیا (مر گیا)، اس نے اپنے بعد خلافت کو ابن خطاب کے حوالے کر دیا، حیرت انگیز ہے کہ وہ (ابو بکر) اپنی زندگی میں (میرے ہونے کیوجہ سے) لوگوں سے یہی کہتا رہا کہ خلافت کو مجھ سے دور کر لو، اسکے باوجود مرتے وقت وہ خلافت کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے گیا، کتنا عجیب ہے کہ ان دونوں (ابو بکر و عمر) باری باری خلافت سے فائدے اٹھائے۔

اس (ابو بکر) نے خلافت کے ایسے شخص کے حوالے کر دیا کہ جو بد اخلاق، تند خو، سخت گیر تھا، وہ ایسے شتر سوار کی مانند تھا کہ اگر لگام کو زور سے کھینچے تو اسکی ناک زخمی ہو جاتی اور اگر لگام کو ڈھیلا چھوڑے تو اسکو زمین پر گرا دیتا۔

خدا کی قسم لوگ عجیب و غریب مصیبت میں مبتلا ہو چکے تھے اور اس طولانی مدت میں میرے پاس بھی صبر کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں تھا، آخر کار وہ (عمر) بھی جاتا رہا اور خلافت کو شورا کے حوالے کر گیا، اپنے گمان کے مطابق مجھے شورا میں قرار دے گیا، میں اس شورا سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، میں پہلے ہی کب انکے پہلے شخص کی مانند تھا کہ اب مجھے اس شورا میں موجود افراد کے برابر لا کھڑا کیا ہے، لیکن اسکے باوجود بھی میں نے تحمل کا مظاہرہ کیا اور انکے ساتھ شورا میں بیٹھ گیا، شورا میں موجود بعض افراد نے کینے کیوجہ سے مجھ سے منہ موڑ لیا اور بعض نے رشتے داری کو حق و حقیقت پر ترجیح دی، آخر کار تیسرا بھی آگے آیا (یعنی عثمان خلیفہ بنا دیا گیا) وہ بھی زیادہ کھانے والے اور بڑے پیٹ والے اونٹ کی طرح تھا کہ جسکا کام صرف بیت المال کو جمع کرنا اور کھانا تھا، اسکے والد کے رشتے دار بھی اس (عثمان) کے ساتھ مل گئے، وہ بھی بھوکے اونٹ کی طرح کہ جو گھاس پر ٹوٹ کر پڑتے ہیں، انھوں نے اموال خدا کو کھانے کے لیے آستینوں کو اوپر کر لیا۔

آخر کار اسکے اپنی خلافت کے ارکان کو مستحکم کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور اسکی بد کرداری نے اسکے کام کو خراب کر دیا اور اسکا سب مال و ثروت نابود ہو گیا۔ پھر ایک فراوان ہجوم نے مجھے خلافت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا، ان سب نے مجھے ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا، رش کی یہ حالت تھی کہ نزدیک تھا کہ میرے دونوں نور چشم میرے بچے،

رسول خدا (ص) کی یادگار حسن و حسین پاؤں تلے روندے جاتے، اس رش کے دھکوں سے میرے دونوں پہلوؤں پر بھی زور پڑا، میری عبا دونوں طرف سے پھٹ گئی، لوگوں نے بھیڑوں کی طرح مجھے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا، لیکن اسکے باوجود بھی جب میں نے خلافت کو قبول کر لیا، بعض نے بیعت شکنی کی، بعض نے میری بیعت و اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور دین سے خارج ہو گئے، بعض نے دنیا طلبی اور خلافت و ریاست کے لیے حق سے منہ موڑ لیا (جنگ صفین کو وجود میں لائے) گویا انھوں نے خداوند کے فرمان کو سنا ہی نہیں تھا کہ: میں نے آخرت کو انکے لیے قرار دیا ہے کہ جو زمین پر اہل فساد اور سرکشی کرنے والے نہ ہوں۔۔۔۔ سورہ قصص آیت 83

انھوں نے اچھی طرح سے اس آیت کو سنا تھا اور حفظ بھی کیا تھا لیکن دنیا کی زرق و برق کے دھوکے میں آ گئے تھے۔

آگاہ ہو جاؤ اس خدا کی قسم کہ جس نے دانے میں شگاف ایجاد کیا ہے اور انسان کو خلق کیا ہے، اگر اتنا ہجوم میرے پاس حاضر نہ ہوتا اور مدد کرنے والوں کے ذریعے سے میرے لیے اتمام حجت نہ ہوئی ہوتی اور اگر خداوند نے علماء سے عہد نہ لیا ہوتا کہ ظالمین کی شکم پری اور مظلومین کی بھوک پر سکوت نہ کریں تو میں خلافت کے اونٹ کی لگام کو آزاد چھوڑ دیتا اور اس سے منہ موڑ لیتا اور پھر تم لوگ اچھی طرح سے جان لیتے کہ تمہاری یہ دنیا اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ میری نظر میں بکری کی ناک سے نکلنے والے پانی سے بھی زیادہ حقیر و پست ہے۔

3 - چھٹے خطبہ میں رسول خدا (ص) کی وفات کے بعد سے لے کر اپنی حکومت آنے تک اپنے حق کے غصب ہونے پر تاکید فرمائی ہے:

فو اللّه ما زلت مدفوعا عن حقّي، مستأثرا عليّ، منذ قبض اللّه نبيّه صلّي اللّه عليه و سلّم حتّي يوم النّاس هذا۔

خدا کی قسم رسول خدا (ص) کی وفات سے لے کر اب تک میں اپنے حق سے محروم رہا ہوں اور دوسروں کو ناجائز طریقوں سے مجھ پر مقدم کیا جاتا رہا ہے۔

4 - حضرت امیر (ع) نے خطبہ 73 میں حکومت کے لیے اپنے آپکو سب سے مناسب اور حکومت کو اپنا حق قرار دیا ہے:

لقد علمتم أنّي أحقّ النّاس بها من غيري، و و اللّه لأسلمنّ ما سلمت أمور المسلمين، و لم يكن فيها جور إلّا عليّ خاصّة، التماسا لأجر ذلك و فضله، و زهدا فيما تنافستموه من زخرفه و زبرجه،

تم بہتر جانتے ہو کہ میں خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہوں اور خدا کی قسم مسلمین کے حالات بہتر ہونے تک اور اپنے علاوہ کسی دوسرے پر ظلم نہ ہونے تک میں ایسے ہی چپ رہوں گا اور یہ کام میں خداوند سے اجر و ثواب لینے کے لیے کروں گا۔

5 - خطبہ 150 میں فرمایا: جب رسول خدا(ص) دنیا سے گئے تو بعض لوگ دین سے خارج ہو کر انکے اہل بیت سے دور ہو گئے۔

في الضلال

منها: و طال الأمد بهم ليستكملوا الخزي، و يستوجبوا الغير ، حتّي إذا اخلولق الأجل ، و استراح قوم إلي الفتن، و أشالوا عن لقاح حربهم، لم يمنّعوا علي الله بالصّبر، و لم يستعظموا بذل أنفسهم في الحقّ، حتّي إذا وافق وارد القضاء انقطاع مدّة البلاء، حملوا بصائرهم علي أسيافهم ، و دانوا لربّهم بأمر واعظهم، حتّي إذا قبض الله رسوله صلّي الله عليه و آله، رجع قوم علي الأعقاب، و غالتهم السّبل، و اتّكلوا علي الولائج ، و وصلوا غير الرّحم، و هجروا السّبب الّذي أمروا بمودّته، و نقلوا البناء عن رصّ أساسه، فبنوه في غير موضعه۔ معادن كلّ خطيئة، و أبواب كلّ ضارب في غمرة۔ قد ماروا في الحيرة، و ذهلوا في السّكرة، علي سنّة من آل فرعون: من منقطع إلي الدّنيا راكن، أو مفارق للدّين مباين۔

اس خطبے کا دوسرا حصے میں رسول خدا(ص) کے گمراہ دشمنوں، بعض ضعیف ایمان اور بعض حقیقی مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ گروہ اول: انکو بہت طولانی مہلت دی گئی تا کہ اپنی رسوائی و ذلت کو انتہائی حد تک پہنچا لیں تا کہ نعمتوں کے زائل ہونے کے مستحق ہو جائیں، یہاں تک کہ انکی موت کا وقت آن پہنچا۔

بعض ضعیف ایمان افراد آرام و آسائش کے لیے ان فتنوں کا ساتھ دینے لگے اور راہ حق میں جہاد کرنا ترک کر دیا۔

لیکن حقیقی مسلمان افراد نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور انھوں نے اپنے صبر و استقامت سے خداوند پر کوئی احسان نہیں کیا اور نہ ہی اس جانبازی کو بڑا شمار کیا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے خداوند کی آزمائش کے حکم کو انجام دیا، انھوں نے معرفت و بصیرت کو اپنی شمشیروں پر اٹھایا ہوا تھا۔۔۔۔

یہاں تک کہ خداوند نے اپنے رسول کو اپنے پاس واپس بلا لیا، بعض لوگ زمانہ جاہلیت کی طرف واپس پلٹ گئے اور اختلاف و تفرقے نے انھیں ہلاک کر دیا اور انھوں نے غیر خدا پر بھروسہ کیا اور رسول خدا کے اہل بیت کے علاوہ دوسروں سے ناطہ جوڑ لیا اور جس وسیلے سے انکو محبت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس سے انھوں نے منہ موڑ لیا، ایسے لوگ تمام

برائیوں کی جڑ ہیں اور یہ تمام گمراہوں اور باطل عقیدے والوں کے راہنما ہیں، وہ سرگردانی میں غرق ہو گئے ہیں اور اپنی مستی میں دیوانہ وار آل فرعون کے طریقے پر چل پڑے ہیں۔

بعض دوسرے افراد صرف دنیاداری میں لگ گئے اور اسی پر اعتماد کرنے لگے اور یا وہ صاف واضح طور پر دین سے جدا ہو گئے۔

6 – حضرت امیر (ع) نے نہج البلاغہ میں اپنے سے پہلے خلفاء کو اہل شر قرار دیا ہے کہ جہنوں نے ہوائے نفس پر عمل کیا اور گمراہ ہو گئے:

فإن هذا الدين قد كان أسيرا في أيدي الأشرار يعمل فيه بالهوي و تطلب به الدنيا،

بے شک یہ دین اہل شر لوگوں کے ہاتھوں میں اسیر تھا کہ اس میں وہ ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے تھے اور اس دین سے دنیا کو ہاتھ میں لاتے تھے۔

تحریر بہت طول پکڑ گئی یہی پر روکتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا اور ان جیسے دوسرے منافقین سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم لوگ نہج البلاغہ کے ان خطبوں میں موجود الفاظ کو اپنے اجداد کے لیے حجت سمجھتے ہو تو پھر اوپر جو میں نے مزید خطبات پیش کیے ہیں ان کے بار میں کیا رائے ہے؟؟ کیا وہ بھی آپ حضرات کے لیے حجت ہوئے یا نہیں؟

ایک بات اور وہ کہ لفظ «فلان» سے مراد عمر ہے، ہر گز اسکو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس رائے پر کوئی دلیل نہیں اور ابن ابی الحدید کے کلام کی شیعوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں ہے۔

دوسری بات کہ یہ رائے تاریخ اور شیعہ و سنی کی کتب میں موجود امیر المؤمنین علی (ع) کے دوسرے کلمات کے ساتھ تضاد رکھتی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ انجینئر صاحب۔۔ اس جواب کے بعد شرح صدر سے کام لیتے ہوئے رجوع فرمائیں گے اور مزید کسی بہتان اور قیاس سے شیعوں پر حملہ آور ہو کر اتحاد اتحاد کی رٹ لگانے سے گریزاں ہونگے۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

کیا انس بن مالک، محب اہل بیتؑ تھا؟ (انجینئر مرزا کو جواب)

ایک مومنہ کئی دنوں سے بضد ہیں کہ انجینئر محمد علی مرزا نے جو انس بن مالک کو سچا صحابی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور قبلہ مولانا شہنشاہ حسین نقوی کے رد پر جو ویڈیو بنائی ہے اس کا جواب ضرور دیں۔

اِن محترمہ کے ساتھ ساتھ اب کئی اور مومنین و مومنات نے بھی حکم دیا ہے کہ اس ویڈیو کا جواب دیں تو مجبوراً اس پر مختصر تحریر لکھ کر انجینئر مرزا کو دعوتِ رجوع کی لائف ٹائم آفر دے ہی ڈالوں۔

اول تو اگر انجینئر بھائی اپنی بنائی ہوئی ویڈیو تعصب کی عینک اتار کر خود دیکھ لیں تو اسی ویڈیو میں انس کی سچائی ان پر آشکار ہو جائے کیونکہ مرزا صاحب جو حدیث انس بن مالک کی شان میں بیان کر رہے ہیں وہ حدیث قطعی طور پر انس بن مالک کے دشمن اہل بیتؑ ہونے پر واضح دلیل ہے، حدیث کچھ یوں ہے۔۔

حدثني محمد بن الحسين بن إبراهيم، قال: حدثني حسين بن محمد، حدثنا جرير، عن محمد، عن انس بن مالك رضي الله عنه، اتي عبيد الله بن زياد، براس الحسين عليه السلام فجعل في طست فجعل ينكت، وقال: في حسنه شيئا، فقال انس:" كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم وكان مخضوبا بالوسمة"۔

مجھ سے محمد بن حسین بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حسین بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھ دیا گیا تو وہ بدبخت اس پر لکڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن اور خوبصورتی کے بارے میں بھی کچھ کہا اس پر انس رضی اللہ عنہ نے کہا حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہوں نے «وسمہ» کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔

صحيح البخاري، كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة، 22۔ بَابُ مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ، حديث نمبر 3748:

تو جناب یہ تھی وہ حدیث جسے انس بدبخت کی توصیف بیان کرنے کے لئے انجینئر صاحب نے پیش کیا تھا۔

کوئی بھی عام مسلمان اگر یہ حدیث پڑھے گا تو اس پر آشکار ہو جائے گا کہ انس بن مالک ان اصحاب میں سے ہے جنہوں نے امام حسینؑ کا ساتھ نہ دیا بلکہ درباری بن کر بنو امیہ کی غلامی کی۔

اگر وہ ابن زیاد ملعون کے دربار میں موجود ہے تو یہ اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ نہیں ورنہ وہ دربار میں نہیں بلکہ میدان کربلا میں ہوتا۔

اب اس حدیث پر مزید غور کریں کہ اس بدبخت نے ابن زیاد کی اس شرمناک حرکت پر نہ ہی کوئی احتجاج کیا اور نہ ہی اسے روکا بس ایک جملہ کہہ کر جان چھڑالی کہ امام حسینؑ رسول اللہ سے زیادہ مشابہ تھے۔۔ تو بھائی جب اسے پتہ تھا کہ کون رسول ﷺ کے مشابہ ہے تو اس نے اس قبیح حرکت پر ابن زیاد کو روکا کیوں نہیں۔۔ اگر روکا اور احتجاج کیا تو انجنیئر صاحب اپنی ہی کسی کتاب سے ہمیں دکھادیں۔۔؟؟؟

کیا انجنیئر صاحب اور انس بن مالک نے حدیث ثقلین کہ جسے حدیث تمسک بھی کہا جاتا ہے، پڑھی اور سنی نہیں تھی؟؟؟

احادیثِ صحیحہ جن کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ بس ثقلین (اہل بیت و قرآن کی پیروی واجب ہے) معمولی درجہ کی حدیثیں نہیں بلکہ متواتر حدیثیں ہیں اور بیس سے زیادہ صحابیوں سے بکثرت طریقوں سے مروی ہیں۔ اہلبیت کی پیروی کو واجب بتانے کے لیے ایک مرتبہ نہیں بارہا اور متعدد مواقع پر پیغمبر نے علی الاعلان کھلے لفظوں میں فرمایا۔

کبھی غدیر خم میں اعلان کیا۔ کبھی حج کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان کیا کبھی طائف سے واپسی کے موقع پر اعلان کیا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بر سرِ منبر اعلان کیا پھر دوسری مرتبہ جب آپ بستر مرگ پر حجرہ میں تھے اور آپ کا حجرہ صحابیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میں پہلے ہی تم سے سب کچھ کہہ سن چکا ہوں۔ پھر کہے دیتا ہوں کہ میں تم میں دو چیزیں چھورے جاتا ہوں۔ اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت واہلبیت۔"

پھر آپ نے امام علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ:

دیکھو یہ علیؑ ہیں یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔

حوالہ : ابن حجر کی صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ کی آخری سطریں۔۔

کیا انجینئر صاحب بتائیں گے کہ کیا انس بن مالک نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سفینہ نوح نہیں سن رکھی تھی؟؟ کہ جس میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

آگاہ ہو اے لوگو! تم میں میرے اہل بیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوح کا سفینہ کہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہو گیا۔

حوالہ: امام حاکم نے مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۵۱ پر بسلسلہ اسناد جناب ابوذر سے روایت کی ہے۔

کیا یہ حدیث بھی نہ سنی تھی۔۔

تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ کی جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔

حوالہ: طبرانی نے اوسط میں ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز علامہ نبہانی کی کتاب اربعین کے صفحہ ۲۱۶ پر بھی موجود ہے

اچھا انجینئر صاحب یہ بتادیں کہ کیا انس بن مالک نامی صحابی نے یہ مشہور زمانہ حدیث بھی نہ سن رکھی تھی کہ جس میں سرکار فرماتے ہیں

ستارے زمین کے باشندوں کے لیے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے دینی معلومات میں اختلاف کے وقت امان ہیں پس اگر میرے اہلبیت کی مخالفت کوئی گروہ عرب کرے گا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو کر ابلیس کی جماعت بن جائے گا۔

جسے امام حاکم نے مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۴۹ پر ابن عباس سے روایت کی ہے اور دریافت کرنے کے بعد لکھا ہے، یہ حدیث صحیح ہے مگر شیخین نے درج نہیں کیا۔

کیا جواب ہے محترم انجینئر صاحب۔۔؟؟؟

جواب دیجئے یہ کچھ احادیث جو پیش کی ہیں کیا یہ اہل بیتؑ کی اطاعت میں وارد نہیں ہوئی ہیں؟؟؟ اگر نہیں ہوئیں تو ذرا ثابت کریں کہ کیسے نہیں ہوئیں ورنہ مانیں کہ انس بن مالک نے امام حسینؑ جو کہ اہل بیتؑ رسول میں شامل ہیں ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ دنیا طلبی میں بنو امیہ کے پالتوں کتے بن کر اہل بیتؑ سے بغاوت کی۔۔ واقعہ کربلا میں موصوف کہاں تھے؟؟؟ اور بالفرض مان بھی لیں کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا تھا کہ امام حسینؑ کربلا چلے گئے ہیں تو کم از کم اس بخاری کی حدیث سے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ بعد میں انہیں معلوم ہو گیا تھا سر مبارک کو دیکھ کر۔۔ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انس نے کب کھلم کھلا یزید کی مخالفت کی؟؟ کب اس پر لعنت کی؟؟

آپ کیا آپ کے اچھے بھی نہیں بتا سکتے۔۔

چلیں لگے ہاتھوں اس بدبخت انس بن مالک کے مزید جرائم آپ کی کتابوں سے ہی آپ کے پیش خدمت کر دوں۔۔

جسے آپ اہل بیتؑ کا محب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ذرا اُس بدبخت کی امام علیؑ سے دشمنی بھی ملاحظہ فرمالیں اور ساتھ امام علی کی اس کے لیے بددعا بھی جس کا اقرار آپ نے خود اپنی ویڈیو میں کیا ہے۔۔ ملاحظہ فرمائیں

جب مدینہ میں منافقین کی کثرت ہو گئی تھی اور وہ رسول اسلامؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو رسول اسلامؐ پہرہ دار رکھنے پر مجبور ہو گئے تھے تو ان پہرداروں میں سے ایک یہ انس بن مالک بھی تھا۔ اسی دوران خدا نے رسول اسلامؐ کو بھنا ہوا پرندہ بھیجا اور رسول اسلامؐ نے دعا کی جو تیرے نزدیک بہت پیارا ہے وہ میرے ساتھ آکر یہ تناول فرمائے، اس دعا کے بعد امیر المؤمنینؑ آئے تو انس بن مالک نے انہیں اندر داخل نہیں ہونے دیا اور آپؑ واپس چلے گئے، رسول اسلامؐ نے پھر دعا کی تو دوبارہ امیر المؤمنینؑ آئے تو پھر اس نے انؑ کو روک دیا، تیسری مرتبہ پھر رسول اسلامؐ نے دعا کی تو پھر امیر المؤمنینؑ تیسری مرتبہ آئے اور اس نے پھر امیر المؤمنینؑ کو روکا تو امیر المؤمنینؑ نے بلند آواز سے کہا کہ مجھے کیوں بار بار روک رہے ہو میں نے رسول اسلامؐ سے ملنا ہے تو رسول اسلامؐ نے انؑ کی آواز سنی اور انہیں اندر آنے کا کہا جس پر آپؑ اندر تشریف لے گئے تو رسول اسلامؐ نے دیر سے آنے کا سبب پوچھا تو آپؑ نے واضح کیا یہ انس بن مالک مجھے اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔ تو رسول اسلامؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے سبب بتایا کہ میں نے آپؐ کی دعا سن لی تھی جس پر میں نے سوچا کہ شاید میرا کوئی دوست یا رشتہ دار وغیرہ آجائے تو آپؐ کی دعا اس کے حق میں ہو جائے گی۔

ارے رکیں رکیں ابھی تو ایک اور جرم کا پردہ فاش کرنا ہے۔۔

اس کا دوسرا کام یہ تھا کہ یہ امیر المؤمنینؑ کے زمانے میں کوفہ میں تھا ایک میدان میں امیر المؤمنینؑ کے پہلو میں بہت سارے لوگ جمع تھے اور غدیر خم کا تذکرہ ہوا تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ میں ہر اس شخص کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو اس وقت موجود تھا وہ کھڑا ہو کر گواہی دے، ان لوگوں کے سامنے کہ جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے، بہت سارے لوگوں نے گواہیاں دیں مگر اس بدبخت انس بن مالک نے گواہی نہیں دی، تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ تم بھی غدیر خم کے موقع پر موجود تھے تو تم نے گواہی کیوں نہیں دی، جس پر اس نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور وہ واقعہ بھول چکا ہوں تو امیر المومنینؑ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ خدایا اگر یہ جھوٹ کہہ رہا ہے تو اس کو ایسے عیب سے معیوب کر جو اس کے عمامے سے پوشیدہ نہ ہو سکے تو فوراً اس کی پیشانی پر برص کا نشان آگیا جو کہ وہ عمامے سے چھپا نہیں سکتا تھا۔

لیجئے عربی متن بھی ملاحظہ فرمالیں۔۔

وذكر جماعة من شيوخنا البغداديين أنّ عدة من الصحابة والتابعين والمحدّثين كانوا منحرفين عن عليّ عليه السلام, قائلين فيه السوء, ومنهم من كتم مناقبه وأعان أعداءه ميلا مع الدنيا وإيثارا للعاجلة ؛ فمنهم أنس بن مالك، ناشد عليّ عليه السلام الناسَ في رَحَبة القصر. أو قال رحبة الجامع بالكوفة. : أيّكم سمع رسول الله صلى الله عليه يقول : (مَن كنت مولاه فعليّ مولاه) ؟ فقام اثنا عشر رجلا فشهدوا بها, وأنس بن مالك في القوم لم يقم, فقال له : يا أنس, ما يمنعك أن تقوم فتشهد, ولقد حضرتَها ! فقال : يا أمير المؤمنين, كبرت ونسيت, فقال : اللّهم إن كان كاذبا فارمه بها بيضاء لا

تواريها العمامة ـ قال طلحة بن عمير : فو الله لقد رأيت الوَضَح به بعد ذلك أبيض بين عينيه

اور امام بلاذری بھی لکھتے ہیں۔۔

قال علي على المنبر : انشد (نشدت) الله رجلاً سمع رسول الله صلّى الله عليه يقول يوم غدير خم : اللهم وال من والاه وعاد من عاداه إلاّ قام فشهد. وتحت المنبر أنس بن مالك والبراء بن عازب وجرير بن عبد الله (البجلي) . فأعادها فلم يجبه أحد ـ فقال : اللهم من كتم هذه الشهادة وهو يعرفها فلا تخرجه من الدنيا حتى تجعل به آية يعرف بها ـ قال : فبرص أنس وعمي البراء ورجع جرير أعرابياً بعد هجرته فأتى الشراة فمات في بيت أمّه

حواله : أنساب الاشراف ، جلد 2 صفحه 156 ، حديث 169

اب کہیں گے ان روایات کی سند درست نہیں، ہیں نا۔۔؟؟ تو لیجئے وہ تمام اہل سنت کتابوں کے حوالہ جات جن جن میں انس بن مالک کے کرتوت بیان کئے گئے ہیں مع نام، جلد، صفحہ۔۔

1. المعارف لابن قتيبة : 580 ـ
2. تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر : 3 / 174 ـ
3. شرح نهج البلاغة لابن ابي الحديد : 19 / 217, الاصل 317 ـ
4. مسند أحمد : 1 / 119 ـ
5. كنز العمال : ح36417 ـ
6. تاريخ ابن كثير : 5 / 211 ـ
7. الاعلاق النفسية لابن رسته : 221 ـ
8. لطائف المعارف للثعالبي : 105 ـ
9. حلية الاولياء لابن نعيم الاصفهاني : 5 / 26 ـ
10. الصواعق المحرقة لابن حجر : 129 ـ
11. ذخائر العقبى : 96

جی تو محترم علی مرزا بھائی۔۔ اب کچھ سمجھ آیا یا نہیں؟؟

دیکھیئے آپ کو ایک مشورہ ہے۔ یہ پھکی وکی۔ یہ ادھر ادھر کی لفاظی آپ علماء اہل سنت کو جواب دیتے ہوئے کہا کریں۔۔ شیعوں سے نہیں کیونکہ شیعہ جب بھی بات کرتا ہے دلیل سے کرتا ہے نا کہ لفظی پھکیوں سے۔۔

والسلام، ابوعبداللہ

دفاعِ ایمانِ حضرت ابو طالبؑ، کتب اہل سنت سے !

ایمان ابو طالبؑ پر زبان دراز مُلا اور جاہل و بے ایمان اُمتی اپنی ماں کی نجاست کا اعلان کرتے ہوئے آج بھی کہتا ہے کہ معاذ اللہ رسول کے چچا جو کہ کفیلِ رسول بھی ہیں وہ کافر تھے اور حالت ایمان میں دنیا سے رخصت نہیں ہوئے۔

جانتے ہیں قارئین کرام کہ یہ ناصبی جہنمی کتے آخر کیوں حضرت ابو طالب علیہ السلام پر بھونکتے ہیں؟؟ کیونکہ ان کا اصل مسئلہ ابو طالب نہیں بلکہ ان کا بیٹا علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ یہ لوگ دراصل بغض علیؑ میں ابو طالب پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اپنی ولادتی نجاست میں غرق ہو کر ابو طالبؑ کو کافر قرار دینے میں رسول خدا کے والدین کو بھی معاذ اللہ کافر و مشرک کہہ کر شان رسالت میں گستاخی سے بھی گریز نہیں کرتے۔۔

اور جس حدیث کو یہ لا کر اس قبیح کام کو انجام دیتے ہیں اس کا تو چھٹا پٹھا میں آگے چل کر کھولوں گا پر ابھی تمہیدی طور پر تاریخ اسلام کی تین مظلوم ترین شخصیات کہ جن میں اول جناب ابو طالبؑ ہیں ان کے بارے میں آپ صاحبان ایمان کے سامنے کچھ گزارشات پیش کر دوں تا کہ ذہنوں پر یہ واضح ہو جائے کہ آخر جنابِ ابو طالب نے کھل کر اپنے ایمان کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا پھر مکمل طور پر ایمان ابو طالبؑ پر مدلل گفتگو شروع کروں گا۔

یاد رکھیں کہ دین خدا ہر مومن اور مومنہ سے قربانی چاہتا ہے یعنی ہر چیز کی ایک پرائز ہوتی ہے جنت اور اللہ کی رضا کی بھی ایک پرائز ہے، یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ قرآن کے ہیں یعنی سورہ توبہ کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے: اللہ نے خرید لیا مومنین سے اُن کا مال اور جان، جنت کے بدلے میں۔۔

اور دیکھا جائے تو سب سے بڑی قربانی عزت کی ہوتی ہے جو جان و مال سے کہیں بڑھ کر ہے۔ زندہ ہو اور طعنے سن رہے ہو۔ گالیاں سن رہے ہو اور سب برداشت کر رہے ہو فقط مرضی پروردگار کی خاطر۔۔

خاندان رسالت میں تین آدمی ایسے ہیں جنہوں نے اپنی عزت قربان کر کے اہل بیتؑ کو محفوظ کیا ہے،

پہلے کا نام ہے ابو طالبؑ، اگر ایمان کا اظہار کر کے مسلمان مشہور ہو جاتے تو جو وہ رسول اللہ کو پروٹیکشن دے رہے تھے وہ نہ دے پاتے۔ اس وقت کفار مکہ اسی تذبذب میں تھے کہ ابو طالب ہے تو ہمارے جیسا اور یہ رسول کو پناہ دیا ہوا ہے تو آخر کیسے اس کو نقصان پہنچائیں۔ المختصر کہ حکیم بطحا جناب ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ کر مشرکین مکہ کی مکاریوں سے رسول خدا کو محفوظ رکھا۔

دوسری بڑی شخصیت ہے حضرت محمد حنفیہ کی۔۔

کربلا کے واقعہ کے بعد یزیدیت کی ساری توجہ امام سجادؑ کی طرف تھی کہ اب یہ امام ہے، لیکن محمد حنفیہ نے اعلان کر دیا کہ میں امام ہوں، اب یزید بڑا خوش ہوا کہ خاندان میں ہی پھوٹ پڑ گئی یعنی سجاد کے مقابلے میں مجھے آنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے مقابلے میں تو خود اس کا چچا آگیا ہے تو ایسے محمد حنفیہ نے یزید کی ساری توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی تا کہ امام سجادؑ محفوظ ہو جائیں۔ اور بھرپور انداز میں عزاداری سید الشہدا برپا کریں اور امامت کا کام جاری رکھیں۔

اور تیسری شخصیت جعفر تواب کی جو جھوٹے دعویٰ امامت کی وجہ سے تاریخ میں کذاب مشہور ہوئے۔

تو مومنین و مومنات جب گیارہویں امام کو جو زہر دے کر شہید کیا گیا تو اس سے ایک دن پہلے خلیفہ نے مکمل تسلی کی کہ گیارہویں امام کی کوئی اولاد تو نہیں، گھر میں خواتین بھیجی گئیں کہ یہ دیکھو کہ کہیں گھر میں کوئی اور عورت تو حاملہ نہیں کیونکہ سب نے سن رکھا تھا کہ جب بارہواں آئے گا تو ظالمین کا خاتمہ کرے گا تو دیکھا جائے کسی عورت میں پیدائش کے آثار تو نہیں۔۔ اسی وجہ سے دسویں امام نے بی بی نرجس خاتون کو گھر میں رکھا ہی نہیں، انہیں گھر کے بیسمنٹ میں اس طرح رکھا کہ ولادت امام مہدی کے وقت بی بی کو سامنے کے دروازے سے بھی اندر نہ بلایا گیا بلکہ حکیمہ خاتون کے گھر کے اندر ہی اندر سے بلایا گیا اور جیسے ہی آئیں ویسے ہی فوراً بیسمنٹ میں بھیج دیا گیا اور ساری زندگی وہاں رہیں اور وہیں انتقال ہوا۔ تو امام مہدی کو محفوظ رکھنے کے لئے جعفر تواب نے بارہواں امام ہونے کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کو یقین دلانے کے لیئے اس سے ملاقاتیں بھی کرتے تھے اور اس سے پیسے بھی لیتے تھے تا کہ اسے یقین آ جائے کہ یہ وہ والا بارہواں تو ہے نہیں جس کے بارے میں رسول کہہ گئے اور خلیفہ کو اس سے کوئی خطرہ ہو

یعنی یہ تو خلیفہ سے تعلقات بناتا ہے ہر وقت دربار میں آتا جاتا ہے اور یہ سلسلہ تقریباً دس سال تک چلتا رہا کہ جعفر بارہواں امام ہے، بہت سے شیعہ بھی ان کو امام ماننے لگے کہ دسویں کے بیٹے ہیں گیارویں کے بھائی ہیں۔ اور جعفر تواب نے کہا کہ میرا بڑا بھائی لاولد تھا اور اس کی کوئی اولاد نہیں، ساری اٹینشن اپنی طرف کروالی، دس سال گزر گئے اور خلیفہ بھی مر گیا پھر انہوں نے بتایا کہ اصل امام کون ہے اور یہ میں نے دعویٰ کیوں کیا۔۔

تو یہ تھا مختصر تعارف کہ جناب ابو طالبؑ نے کیوں اپنے ایمان کو مشرکین مکہ سے مخفی رکھا، آخر کیا حکمت تھی اور جناب ابو طالبؑ کی طرح اور کون سی شخصیات تھیں جنہوں نے اپنے جد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی عزت و آبرو دفاعِ امامت میں قربان کر دی۔۔

اب آگے بڑھتے ہوئے ایمان ابو طالب کا دفاع کرتے ہوئے ناصبیوں کا کلیجہ چھلنی کرتا ہوں۔۔ یا علیؑ مدد

محترم قارئین جو شخص بھی تعصب کو ایک طرف رکھ کر غیر جانبداری کے ساتھ جنابِ ابو طالب کی حیات، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کی عظیم قربانیوں اور تحفظِ اسلام کے لیے آپ کے اخلاص، جاں نثاری اور فداکاری کا مطالعہ کرے، وہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ سیرت، یہ قربانیاں اور یہ جذبات کسی غیر مؤمن کے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان جاہل امتیوں کا کیا جن کا ایمان تو کجا ان کی پیدائش بھی مشکوک ہے۔ جو کبھی رسول کو اپنا جیسا کہہ کر شان رسالت میں گستاخی کرتے ہیں تو کبھی یہ کہہ کر کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ کہ رسول اکرمؐ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ اور نا جانے کتنے خرافات " صحیح "کا ٹائٹل دے کر لطائف بخاری و مسلم وغیرہ میں درج ہیں۔

تو اسی مبینہ صحیح سے ایک روایت جو ہر ناصبی بغض علیؑ میں جناب ابو طالبؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ضرور پیش کرتا ہے وہ حدیث ضَحضاح کہلاتی ہے جس کا متن کچھ یوں ہے کہ

ایک شخص نے رسول خدا (ص) کے پاس ابو طالب (ع) کو یاد کیا تو آپ (ص) نے فرمایا

مجھے امید ہے کہ میری شفاعت قیامت کے روز ان کے لئے مفید ہو، وہ آگ کے ذریعے ابلے ہوئے پانی میں قرار پائیں گے اور پانی ان کے ٹخنوں تک پہنچے گا اور وہاں سے ان کے مغز تک کو ابھال دے گا!

حدیث ضحضاح کے بارے میں جتنی بھی روایاتِ اہل سنت ہیں ان سب میں روای مغیرہ بن شعبہ ہے جو اہل بیتؑ رسول کا کھلا دشمن تھا۔ جس کے بارے میں کتب اہل سنت میں روایت ہے کہ ایک دفعہ اس نے شراب نوشی کی اور جب نشہ چڑھ گیا تو کسی نے پوچھا: بنوہاشم کی امامت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی ہاشمی کے لئے خیر و خوبی نہیں چاہتا؛ مغیرہ علاوہ ازیں فاسق شخص تھا۔

یہی وہ مغیرہ ہے جس کے بارے میں امام ابن اثیر حدیث نقل کرتے ہیں کہ

رسول خدا (ص) نے مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں فرمایا قبیلہ ثقیف سے ایک جھوٹا اور قاتل شخص برآمد ہو گا۔

حواله : ابن كثير، البداية والنهاية ، جلد6 ،صفحه265۔

اہل سنت عالم ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ محدثین و مفسرین کا کہنا ہے کہ حدیث ضحضاح کو سب نے ایک ہی شخص سے نقل کیا ہے اور وہ شخص مغیرہ بن شعبہ ہے جس کا بغض بنوہاشم بالخصوص علی علیہ السلام کی نسبت مشہور و معلوم ہے اور اس کا قصۂ زنا اور اس کا فسق ایک غیر مخفی امر ہے۔

حواله : ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغه، جلد14 صفحه70

امام ابن عساکر مغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں

معاویہ نے بغاوت کا علم اٹھایا اور علی (ع) کے درمیان جنگ چھڑی تو مغیرہ نے حج کے موقع پر لوگوں کو معاویہ کی اطاعت گزاری کی دعوت دی۔

حواله: ابن عساكر، تاريخ دمشق ،جلد43 ،صفحه60

امام حلبی سیرہ حلبیہ میں لکھتے ہیں:

اس نے ایک ہزار عورتوں سے زنا کیا۔

حواله: علي بن برهان الدين الحلبي، السيرة الحلبية ، جلد3،صفحه15

اہل سنت عالم ابن ابی الحدید نے کئی مقامات پر اس ملعون کا تذکرہ کیا ہے، کچھ ملاحظہ فرمائیں

علیؑ نے مغیرہ کے بارے میں فرمایا

وہ ایسا شخص ہے جو حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیتا ہے اور فرمایا: اس کے اسلام لانے کا سبب فسق و فجور تھا اور وہ حیلت و مکاری جو اس نے اپنی قوم کے افراد کے ساتھ روا رکھی تھی؛ وہ انہیں قتل کرنے کے بعد فرار ہو کر مدینہ پہنچا اور اسلام کا اظہار کیا۔

حواله : ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغه ج4 ص80

مغیرہ کی زناکاری کی روایت بھی مشہور ہے

حواله : ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغه، ج4 ص69

تو یہ حقیقت ہے اس حدیث کے راوی کی جس میں ایمان ابو طالب پر سوال اٹھائے گئے وہ روای جو زانی، شرابی، مکار اور فسق و فجور میں خود اہل سنت کے ہاں مشہور ہے نجانے پھر ایسے ملعون سے بخاری و مسلم میں حدیث لینے کی کیا ضرورت تھی جو اسلام اور اہل بیتؑ کا کھلا ہوا دشمن تھا۔۔ اس کا جواب ہمیں اہل سنت دیں۔

ایک انتہائی اہم نقطہ جو اس حدیث کو بنا رجال کے ہی رد کرنے کے لئے کافی ہے بلکہ وہ تمام روایات جو صحیحین میں جناب ابو طالبؑ کی شان اقدس میں گستاخی پر درج ہیں ان میں ایک بات کا من ہے اور وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے بارہا کہا کہ میری شفاعت سے اُن کے عذاب میں تخفیف ہو گی جبکہ اہل سنت اور اہل تشیع کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ کی شفاعت کسی مشرک و کافر کو قطعاً نصیب نہیں ہو گی، شفاعت امت کے گناہ گاروں سے مخصوص ہے۔

تو اب ہمیں اہل سنت بتائیں کہ اگر رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو طالبؑ کے لیے شفاعت طلب کی جیسا کہ لکھا گیا ہے تو پھر وہ کافر و مشرک کیسے ہوئے؟؟

یا تو یہ مانو کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے غلطی ہوئی اور خود کافر ہو جاؤ یا پھر تمہیں ماننا پڑے گا کہ ابو طالبؑ حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اب ذرا رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ام المومنین حضرت خدیجہؑ سے جو جناب ابو طالبؑ نے نکاح پڑھایا اس کا متن پیش خدمت ہے

اہل سنت امام زرقانی لکھتے ہیں:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبد اللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

حوالہ : زرقانی علی المواهب، جلد١ ص٢٠١

اب یہاں کچھ تذکرہ ان عالم اہل سنت کا بھی کر دوں کہ جن کے بارے میں امام ذہبی نے تذکرہ "طبقات المفسرین" میں کیا ہے اور امام سیوطی ان کو لغت و نحو کے ائمہ میں شمار کرتے ہیں یعنی امام راغب اصفہانی۔۔

ابو لقاسم راغب اصفہانی نے محاضرات الادباء میں لکھا:

وقال سفيان بن عيينة من أبغض أبا طالب فهو كافر فقيل لمه قال لأن النبي كان يحبه ولذلك قال الله تعالى «إنك لا تهدي من أحببت» ومن أبغض من يحبه رسول الله ـ فهو كافر

سفیان ابن عیینہ نے کہا: جو ابو طالبؑ کو دشمن رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ ان سے سوال کیا گیا اس بات کی دلیل لیا ہے؟

جواب میں کہا: اس لئے کہ رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اسی لئے خداوند متعال نے فرمایا ہے

تم جسے دوست رکھتے ہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ اور جو اس شخص کو دشمن رکھے جسے رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم دوست رکھیں، کافر ہے۔

حوالہ : محاضرات الادباء، جلد 4 ، صفحہ 480

اب کچھ سید البطحا جناب ابو طالب علیہ السلا کا کلام کتب اہل سنت سے پیش کر رہا ہوں اور غیر متعصب مسلمانوں کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ وہ اس کلام کو بغور پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کیا کفیل رسول، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر ہو سکتا ہے !

امام ابن ہشام اپنی کتاب سیرۃ النبوۃ میں حضرت ابو طالبؑ کا کلام نقل کرتے ہیں

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا نَبِيا كمُوسَى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكتُبِ وَأَنَّ عَلَيهِ فِي الْعِبَادِ مَحَبَّةً
وَلَا خَيرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللَّهُ بِالْحُبِّ

ترجمہ: کیا نہیں جانتے؟ ہم نے حضرت محمدؐ کو حضرت موسی کی طرح پیغمبر پایا اور ان کا نام اور ان کی نشانی آسمانی کتابوں میں آیا ہے، خدا کی مخلوقات کو ان سے ایک خاص محبت ہے، اور جس کی محبت خدا نے لوگوں کے دلوں میں ودیعت کی ہے اس پر ستم روا نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ : ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفہ، ج۱، ص۳۵۲

ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب میں حضرت ابو طالبؑ کا یہ کلام پیش کرتا ہے

انّي علي دين النّبيّ احمد يا شاهد الله عليّ فاشهد   من ضلّ في الدّين فانّي مهتد

اے گواہ ہو! تم گواہ رہو کہ میں رسول خدا احمد کے دین پر ثابت قدم ہوں، اور ہر گز اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ میری اس دین کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔

حوالہ: ابن ابی الحدید، وفات: 656، شرح نہج البلاغہ ج2ص278

ناصبین دیکھ لیں کہ کس طرح ابو طالبؑ تجدید ایمان فرما رہے۔۔ خیر آگے چلتے ہیں

امام ابویعلی اپنی مسند میں یہ روایت نقل کرتے ہیں جس کے اسناد کو قوی لکھا ہے: ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: جَاءَتْ قُرَيْشٌ إِلَى أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يُؤْذِينَا فِي نَادِينَا، وَفِي مَسْجِدِنَا، فَانْهَهُ عَنْ أَذَانَا، فَقَالَ: يَا عَقِيلُ: ائْتِنِي بِمُحَمَّدٍ، فَذَهَبْتُ فَأَتَيْتُهُ بِهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، إِنَّ بَنِي عَمِّكَ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تُؤْذِيهِمْ فِي نَادِيهِمْ، وَفِي مَسْجِدِهِمْ، فَانْتَهِ عَنْ ذَلِكَ قَالَ: فَحَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: «أَتَرَوْنَ هَذِهِ الشَّمْسَ؟»۔ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: «مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلَى أَنْ

أَدَعَ لَكُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا لِي مِنْهَا شُعْلَةً»۔ قَالَ: فَقَالَ أَبُو طَالِبٍ: مَا كَذَبَنَا ابْنُ أَخِي، فَارْجِعُوا

[حكم حسين سليم أسد] : إسناده قوي،

عقیل ابن ابی طالب کہتا ہے کہ: قریش کے بعض لوگ حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور کہا: تمہارے بھائی کا بیٹا مسجد اور ہمارے اجتماع کی جگہ پر ہمیں تنگ کر تا ہے، اس سے کہو کہ وہ ہمیں اذیت نہ کرے۔ جناب ابو طالبؑ نے فرمایا: اے عقیل محمد کو میرے پاس بلاؤ، عقیل کہتا ہے کہ میں نے محمد کو وہاں بلایا تو ابو طالب نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! تمہارے چچا کے بیٹے گمان کرتے ہیں کہ تم انکو اذیت کرتے ہو، پس ایسا دوبارہ نہ کرو۔ پھر رسول خدا ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا تم لوگ سورج کو دیکھ رہے ہو؟ سب نے کہا: ہاں، پھر فرمایا: میں جو کچھ آپ لوگوں کے لیے لے کر آیا ہوں، اسکو ترک نہیں کر سکتا، حتی اگر اس سورج کے شعلے کو ہی میرے لیے کیوں نہ لے کر آؤ، یہ سن کر ابو طالبؑ نے فرمایا میرے بھائی کا بیٹا جھوٹ نہیں بول رہا،، پس تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

حواله: أبو يعلي الموصلي التميمي، أحمد بن علي بن المثني (متوفى307 هـ)، مسند أبي يعلي ج12ص176، تحقيق: حسين سليم أسد، ناشر: دار المأمون للتراث – دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 هـ – 1984م۔

امام ابن اثیر بھی جناب ابو طالبؑ کا قول نقل کرتے ہیں

فلسنا و رب البيت نسلم أحمدا لعزاء من عض الزمان و لا كرب

بیت اللہ الحرام کے خدا کی قسم ہم رسول خدا کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے، حتی جتنا بھی تم لوگ ہم پر دباؤ ڈالو اور مشکلات کو زیادہ کرو۔

حواله: ابن كثير الدمشقي، ابوالفداء إسماعيل بن عمر القرشي (متوفى774هـ)، البداية والنهاية ج3ص310، ناشر:دار ابن كثير

امام شامی سیرۃ خیر العباد میں ابو طالبؑ کے ایمان کی گواہی کچھ اسطرح دیتے ہیں کہ ابو طالب نے ارشاد فرمایا

أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ من كلّ طاعن علينا بسوء او يلوح بباطل،

لوگوں کے خداوند کی پناہ مانگتا ہوں کہ کچھ لوگ ہمارے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں یا باطل کی ہماری طرف نسبت دیتے ہیں۔

حواله: الصالحي الشامي، محمد بن يوسف (متوفى942هـ)، سبل الهدي والرشاد في سيرة خير العباد ج2ص506، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1414هـ

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں

ولولا ابوطالب وابنه لما مثل الدين شخصاً فقاما فذاك بمكة آوى وحامى وهذا بيثرب جس الحماما تكفل عبدُ منافٍ بأمر وأودى فكان عليٌ تماماً۔

اگر ابوطالبؑ اور ان کے فرزند علیؑ نہ ہوتے تو دین کا ستون بپا نہ ہوتا، ابوطالب (ع) نے مکہ میں دین کو پناہ دی اور اس کی حمایت کی اور علی (ع) نے مدینہ میں دین کے کبوتر کو اڑنے کے قابل بنایا، ابوطالب (ع) نے ایک کام کا آغاز کیا اور جب رخصت ہوئے تو علی نے اس کو سرانجام تک پہنچایا۔

حواله : ابن ابی الحدید، ج14، ص84

حتیٰ کہ رسول اکرم (ص) نے فرمایا

جب تک ابوطالب بقید حیات تھے، قریش مجھ سے خائف رہتے تھے۔

معتزلي، إبن أبي الحديد، شرح نهج البلاغة ج14 ص65 تا 84

امام نسائی لکھتے ہیں۔۔

ابوطالب (ع) نے سب سے پہلے عصر جاہلیت میں حلف اور قسم کو، مقتول کے وارثوں کی شہادت میں، لازمی قرار دیا اور اسلام نے اس کی تائید و تصدیق کی۔

سنن نسایی، جلد 8، صفحه 2 تا 4

اب اہل سنت ہمیں بتائیں کہ جن امور کو ابوطالب نے عصر جاہلیت میں رائج کیا، آپ کے نزدیک معاذاللہ اس کافر کی خدا کے نزدیک اتنی اہمیت کیسے ہو گئی کہ اس نے اپنے دین میں ان احکام کو شریعت کا جز بنا دیا؟؟؟ ہے جواب؟؟

امام حلبی ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے ارشاد فرمایا

محمد قریش کا امین ہے، عرب کا سچا انسان ہے، اسکی ذات میں تمام کمالات پائے جاتے ہیں۔ دل اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن زبانیں ڈر و خوف سے سوچ میں پڑی ہیں، اور آخر میں کہا: اس (محمد) سے محبت کرو اور محمد کی حمایت کرنے والے گروہ میں سے ہو جاؤ۔

حواله : سيره حلبي، ج 1، ص 291

اب کچھ بات اس جانثاری کی ہو جائے جو تحفظ رسول میں حضرت ابوطالب علیہ السلام نے پیش کی۔۔ ملاحظہ فرمائیں

ابن ہشام لکھتے ہیں

تاریخی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو طالب (ع) نے قریش کے دباؤ، سازشوں دھونس دھمکیوں اور ان کی طرف لاحق خطرات کے مقابلے میں رسول اکرم (ص) کی بے شائبہ اور بے دریغ حمایت جاری رکھی۔ گو کہ ابو طالب (ع) کی عمر رسول اللہ (ص) کی بعثت کے وقت 75 برس ہو چکی تھی، تاہم انھوں نے ابتداء ہی سے آپ (ص) کی حمایت و ہمراہی کو ثابت کر کے دکھایا۔ انھوں نے قریش کے عمائدین سے باضابطہ ملاقاتوں کے دوران رسول اللہ (ص) کی غیر مشروط اور ہمہ جہت حمایت کا اعلان کیا۔

حوالہ : سیرہ ابن ھشام، ج1، ص172 و 173

ابن ہشام مزید لکھتے ہیں جسے امام بلازری نے بھی رقم کیا ہے۔

قریشیوں نے کہا: رسول خدا کو ہمارے حوالے کریں تاکہ ہم انہیں قتل کریں۔ ہم ان کے بدلے مکہ کا انتہائی خوبصورت نوجوان عمارہ ابن ولید مخزومی آپ کے سپرد کریں گے، تو مؤمن قریش نے جواب دیا: اچھا تو تم میرا بیٹا مجھ سے لے کر قتل کرو گے اور میں تمہارے بیٹے کو پالوں گا اور کھلاؤں گا اور پلاؤں گا؟ ابو طالب (ع) نے قریشیوں پر لعنت ملامت کی اور انہیں دھمکی دی کہ اگر رسول اللہ (ص) کے خلاف اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیں گے۔

حوالہ : سیرہ ابن ھشام، ج1، ص173

حوالہ : انساب الاشراف، ج 1، ص 31

امام حلبی جناب ابو طالبؑ کی توصیف کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں

ابو طالب (ع) نے اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب ابن ہاشم (ع) کی مانند شراب نوشی کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

حوالہ: سیرہ حلبی، ج 1، ص 184

طبقات ابن سعد میں ابن ہشام نے لکھا

ابو طالب (ع) رسول خدا (ص) کو خاص توجہ دیتے تھے اور آپ (ص) پر اپنے بیٹوں سے زیادہ احسان کرتے تھے، بہترین غذا آپ کے لیے فراہم کرتے تھے اور آپ کا بستر اپنے بستر کے ساتھ بچھاتے تھے اور ان کو ہمیشہ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

حوالہ : طبقات ابن‌سعد، ج 1، ص 119

اب ذرا مشکوک النسب ناصبی، جناب ابو طالبؑ کی وقت وفات آپ کی وصیت ملاحظہ فرمائیں جو کسی شیعہ کتابوں میں نہیں بلکہ اہل سنت کی معتبر تاریخی کتب میں درج ہے۔

پہلے وصیتِ ابو طالب علیہ السلام کا عربی متن پھر اس کا اردو ترجمہ۔۔

إنّ أباطالب لمّا حضرته الوفاة جميع إليه وجوه قريش فأوصاهم فقال: يا معشر قريش أنتم صفوة الله من خلقه . إلى أن قال: . وإنّي أوصيكم بمحمد خيراً فإنه الأمين فى قريش، والصديق فى العرب، وهو الجامع لكل ما أوصيتكم به، وقد جاءنا بأمر قبله الجنان، وأنكره اللسان مخافة الشنآن، وأيم الله كأنى أنظر الى صعاليك العرب وأهل الأطراف والمستضعفين من الناس قد أجابوا دعوته، وصدقوا كلمته، وعظموا أمره۔۔۔ يا معشر قريش ابن أبيكم، كونوا له ولاة ولحزبه حماة، والله لا يسلك أحد سبيله إلاّ رشد، ولا يأخذ أحد بهديه إلاّ سعد، ولو كان لنفسى مدة، وفى اجلى تأخير، لكففت عنه الهزاهز، ولدافعت عنه الدواهى۔

ترجمہ:

جب حضرت ابو طالب (ع) کا آخری وقت ہوا اور قریش کے عمائدین ان کے گرد جمع ہوئے تو آپ نے انہیں وصیت کی اور فرمایا:

"اے گروہ قریش! تم خلق اللہ میں خدا کی برگزیدہ قوم ہو میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے بارے میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش کے امین اور عالم عرب میں صادق ترین (سب سے زیادہ سچے اور راست باز) فرد ہیں؛ آپ (ص) ان تمام صفات محمودہ کے حامل ہیں جن کی میں نے تمہیں تلقین کی؛ وہ ہمارے لئے ایسی چیز لائے ہیں جس کو قلب قبول کرتا ہے جبکہ دوسروں کی ملامت کے خوف سے زبان اس کا انکار کرتی ہے۔

خدا کی قسم! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حتی دیہاتوں اور گرد و نواح کے لوگ اور لوگوں کے پسماندہ طبقات آپ (ص) کی دعوت قبول کرتے ہیں اور آپ (ص) کے کلام کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ (ص) کے امر (نبوت و رسالت) کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں۔۔۔ اے گروہ قریش! آپ (ص) تمہارے باپ کے فرزند ہیں لہذا آپ (ص) کے لئے یار و یاور اور آپ (ص) کی جماعت کے لئے حامی و ناصر بنو۔

خدا کی قسم! جو بھی آپ (ص) کے راستے پر گامزن ہو گا وہ ہدایت پائے گا اور جو بھی آپ (ص) کی ہدایت قبول کرے گا، سعادت و خوشبختی پائے گا؛ اور اگر میرے اجل میں تاخیر ہوتی اور میں زندہ رہتا تو آپ (ص) کو در پیش تمام مشکلات [بدستور] جان و دل سے قبول کرتا اور بلاؤں اور مصائب کے سامنے [بدستور] آپ (ص) کا تحفظ کرتا۔

حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1. الكلاعی الأندلسی, الإكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والثلاثة الخلفاء، ج1، ص295۔
2. الصالحی الشامی، سبل الهدی والرشاد فی سيرة خير العباد، ج2، ص429۔
3. الحلبی، السيرة الحلبية، ج2، ص49۔
4. العاصمی المكی، سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، ج1، ص394۔

اب میں ایمان ابو طالبؑ سمیت تمام اجداد رسول کے ایمان و عقیدے پر امام بیہقی کا قول نقل کر رہا ہوں جو عمدہ الطالب میں بھی موجود ہے

ابو طالبؑ کے والد ماجد رسول خدا (ص) کے دادا جناب عبد المطلب ہیں۔ تمام عرب قبائل ابو طالب کے والد اور رسول اللہ کے دادا کو بزرگی اور تعظیم کے ساتھ یاد کرتے تھے اور انہیں توحید و یکتا پرستی اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبلغ کے طور پر جانتے تھے۔ ابو طالب (ع) اور رسول خدا (ص) کے والد عبد اللہ ابن عبد المطلب کی والدہ ماجدہ عمرو ابن عائذ مخزومی کی بیٹی فاطمہ بنت عمرو مخزومی ہیں۔

حواله : بيهقی، احمد بن حسين، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ج1، ص 75

حواله : عمده الطالب، ص 20

اب آخر میں تمام بد ایمان ناصبیوں کے سامنے ناصر رسول جناب ابو طالبؑ کی وفات کا احوال پیش کر رہا ہوں اور جتلانا چاہ رہا ہوں کہ دیکھو بد نسب و نصیب ناصبیوں کہ ابو طالب کی وفات پر تمہارا رسول کس حال میں ہے اور کیا فرما رہا ہے۔۔

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں امام ابن اثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں اور تاریخ مدینہ و دمشق میں بھی درج ہے کہ:

رسول اکرم (ص) نے حضرت ابو طالب (ع) کے روز وفات غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

مَا زَالَتْ قُرَيْشٌ كَاعَّةً (اَو قَاعِدَةً) عَنِّي حَتَّى تُوُفِّيَ اَبُو طَالِبٍ۔

جب تک ابو طالبؑ بقید حیات تھے قریش مجھ سے خائف رہتے تھے۔

حواله: إبن أبي الحديد، شرح نهج البلاغة ج14 ص65 تا 84

حواله : تاريخ مدينه دمشق، ج 66، ص 339

حواله : ابن كثير، البداية و النهاية، ج3، ص164

امام مقریزی اپنی تصنیف متاع الاسماع میں لکھتے ہیں:

رسول خدا (ص) نے حضرت خدیجہ (س) اور حضرت ابو طالبؑ کے سال وفات کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

حواله : متاع الاسماع، ج 1، ص 45۔

اب کچھ بات مادر علی ابن ابی طالبؑ کی کر کے تحریر کو تمام کروں

یعقوبی کا بیان ہے: رسول خدا (ص) سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جناب ابو طالب (ع) کی زوجہ محترمہ، جناب فاطمہ بنت اسد، جو ایک مسلمان اور عظیم المرتبت خاتون تھیں ان کی وفات پر آپ (ص) نے فرمایا:

اليوم ماتت امی،

آج میری ماں نے وفات پائی ہے۔

اور آپ نے انہیں اپنے پیراہن کا کفن دیا اور قبر میں اترے۔ کچھ دیر لحد میں سوئے۔ جب وہاں موجود لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا کہ آپ (ص) جناب فاطمہ بنت اسدؑ کی وفات پر کیوں اتنے مغموم و محزون ہیں؟ تو آپ (ص) نے فرمایا: وہ واقعاً میری ماں تھیں اس لیے کہ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر مجھے سیر کرتی تھیں۔ انہیں غبار آلود رہنے دیتی اور مجھے صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھتی تھیں وہ واقعاً میری ماں تھیں۔

حواله : تاريخ يعقوبی، ج 1، ص 863

اے بطحا (مکہ) کے سردار اور اس کے سردار کے بیٹے، آپ پر سلام۔ اے کعبہ بننے کے بعد اس کے وارث آپ پر سلام۔ اے رسول کی نصرت و کفالت کرنے والے آپ پر سلام۔ اے محمد مصطفی کے چچا اور علی مرتضیٰ (ع) کے والد آپ پر سلام۔ سلام ہو آپ پر اے بیضۃ اللہ (شہر مکہ کے سب سے بڑے آدمی) سلام ہو آپ پر اے دین حنیف کا دفاع کرنے والے اور سید المرسلین (ص) کی نصرت میں اپنے نفس کی قربانی دینے والے۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے فرزند امیر المومنین پر اور (آپ سب پر) خدا کی رحمت و برکتیں ہوں۔

والسلام علیکم، غلامِ ابو طالبؑ

ابو عبد اللہ

عید میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ناصبیوں کو جواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد

تو جیسا کہ ایک اہل سنت بھائی سے وعدہ تھا کہ عید میلاد النبی (ص) پر میلاد مخالف گستاخوں کو خبیث و مردود اسرار احمد کی ویڈیو کے رد میں تحریری جواب بطورِ شیعہ دینا تھا۔۔تو یا علی مدد کہہ کر تحریر کا آغاز کر رہا ہوں اس امید پر کہ اس تحریر سے اتحاد بین المسلمین کو تقویت ملے گی۔۔

میں لکھتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ کیا ان ناصبیوں کو عقل سے جواب دوں یا نقلِ حدیث سے تو میرے اندر سے آواز آ رہی ہے کہ ابوعبداللہ ان لوگوں کہ پاس اگر عقل ہوتی تو کیا یہ ایسی جاہلانہ بات کرتے کہ نبی اکرم کی ولادت باسعادت کا جشن منانا معاذاللہ بدعت و حرام ہے یعنی جس نے دنیا کو تعلیم دی کہ کیا حلال ہے کیا حرام اسی کی پیدائش پر خوشی منانے پر حرام کے فتوے۔۔ خدا کی لعنت ہو ان گستاخوں پر۔۔۔

اول کلام میں اس بات کو واضح کر دوں کہ کسی کام کے ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ کام رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اہل بیّت یا صحابہ کرام نے نہیں کیا بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ اس کام سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے یا نہیں؟

اگر منع فرمایا ہے تو وہ کام ناجائز ہے اور منع نہیں فرمایا تو جائز ہے۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ

”الاصل فی الاشیاء الاباحة“

<u>ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہو گی نہ کہ نئے ہونے سے۔</u>

اور چونکہ محافلِ دینیہ منعقد کر کے عید میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منانے کی ممانعت قرآن و حدیث میں کہیں بھی وارد نہیں، لہٰذا جشنِ ولادتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منانا بھی جائز ہے۔

خیر ان جہلاء کو حدیث حدیث کھیلنا زیادہ پسند ہے اور اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تکریم سے زیادہ اپنے جاہل اسلاف کی باتیں قابل قبول ہوتی ہیں تو پھر ان کو اسی سے باندھ کر ان کی زبانوں پر دلائل کے کوئلے رکھ کر ان کے گستاخانہ نظریات کو جھلسا دیا جائے۔۔۔

تو آیئے جشنِ میلادِ اخی المومنین امام علی علیہ السلام کا دفاع شروع کرتا ہوں۔۔ نعرہ حیدری یا علیؑ۔۔۔

تحریر کا آغاز اس کتاب سے کرتا ہوں جسے یہ ٹولا بخاری سے بڑھ کر مانتا ہے یعنی صحیح مسلم۔۔

تو صحیح مسلم میں كِتَاب الصِّيَامِ۔ باب اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ کی حدیث نمبر: 2747 ملاحظہ فرمائیں۔۔

قال: وسئل عن صوم يوم الاثنين، قال: " ذاك يوم ولدت فيه، ويوم بعثت او انزل علي فيه"

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ سے پوچھا گیا پیر کے روزہ کا تو آپ نے فرمایا :

میں اس دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن مبعوث ہوا اور مجھ پر وحی اتری ہے۔

اسی حدیث کے مزید طریق سنن کبری بیہقی، جلد 4، صفحہ 286 اور سنن کبریٰ نسائی، جلد 5، صفحہ 146 پر موجود ہیں۔

اس روایت میں واضح دیکھا جاسکتا ہے کہ رسول خدا(ص) سے پیر والے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے دو مناسبتوں کی وجہ سے اس دن روزہ رکھنے کی تاکید اور تائید فرمائی۔۔ یعنی صحابہ، رسول خدا کی ولادت اور بعثت جیسی نعمت کے شکرانے کے طور پر ہر پیر والے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

امام عبدری مالکی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر الذى ولد فيه فينبغى أن نحترمه حق الاحترام و نفضله بما فضل الله به الأشهر الفاضلة۔

اس دن کا احترام، یہ اصل میں اس مہنے کا احترام ہے کہ جس مہینے میں رسول خدا کی ولادت ہوئی تھی۔ پس مناسب ہے کہ ہم اس مہینے کا احترام اور احترام کے حق کو ادا کریں اور اس مہینے کو دوسرے مہینوں پر برتری دیں، اسی وجہ سے کہ اللہ نے بھی اس مہینے کو برتری دی ہے۔

حواله : المدخل جلد 2،صفحه3، أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدرى الفاسى المالكى

لہٰذا اس حوالے کی روشنی میں ان لوگوں کی بات باطل ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا کی ولادت کے دن جشن اور عید منانا بدعت اور باطل ہے کیونکہ خود رسول خدا(ص) اور صحابہ نے اس دن جشن نہیں منایا تھا جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ خود رسول اللہ نے ہر پیر کا روزہ اپنی ولادت و بعثت کو منانے کی خاطر رکھا اور وہی اصحاب کو بھی تعلیم کیا۔۔

اب آگے چلتے ہیں۔۔

رسول خدا (ص) نے بھی اپنی ولادت کی سالگرہ کے موقع پر دوبارہ عقیقہ کر کے جشن کو منایا تھا اور یہ بات اہل سنت کی معتبر روایات میں بھی ذکر ہوئی ہے۔

یہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ ، أنبا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سُفْيَانَ الطُّوسِيُّ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ الأَبْيُورْدِيُّ ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أنبا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ

انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے مقامِ نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے قربانی کی۔

حوالہ: السنن الكبرى، كتاب الضحايا،جماع أبواب العقيقة، باب العقيقة سنة، حديث:18678

اہل سنت کے عظیم بزرگ امام جلال الدین سیوطی اسی روایت سے جشن عید میلاد النبی کے مستحب ہونے پر استدلال کچھ اس طرح کرتے ہیں۔۔

قلت : و قد ظهر لى تخريجه على أصل آخر و هو ما أخرجه البيهقى عن أنس أن النبى صلى الله عليه و سلّم عق عن نفسه بعد النبوة مع أنه قد ورد أن جده عبد المطلب عق عنه فى سابع ولادته و العقيقة لا تعاد مرة ثانية ، فيجعل ذلك على أن الذى فعله النبى صلى الله عليه و سلّم إظهار للشكر على إيجاد الله إياه رحمة للعالمين و تشريع لأمته كما كان يصلى على نفسه لذلك فيستحب لنا أيضاً إظهار الشكر بمولده بالاجتماع و إطعام الطعام و نحو ذلك من وجوه القربات و إظهار المسرات۔۔۔۔

میں کہتا ہوں کہ: میری نظر میں رسول خدا ﷺ کی ولادت کا جشن منانے کے لیے ایک دوسری روایت ہے، اور وہ، وہ روایت ہے کہ جس کو بیہقی نے انس سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے مقام نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ (قربانی) کیا، حالانکہ روایات کے مطابق عبد المطلب نے رسول خدا کی ولادت کے تیسرے دن بعد ان کے لیے عقیقہ کیا تھا، حالانکہ عقیقہ ایک بار ہی کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی رسول خدا نے خداوند کا شکر اور حمد کرنے کے لیے دوسری مرتبہ عقیقہ کیا اور انھوں نے اپنے اس کام سے چاہا ہے کہ اپنی امت کو بھی یہ کام کرنے کی طرف متوجہ کریں، جس طرح کہ وہ خود اپنے آپ پر درود بھیجا کرتے تھے۔

پس یہ کام ہمارے لیے بھی مستحب ہے کہ ہم بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ہر سال جمع ہو کر ان کا ذکر کریں، انکی شان بیان کریں، ان پر درود و صلوات پڑھیں، فقراء کو اس عظیم دن کھانا کھلائیں اور انکو بھی اپنی خوشیوں میں شریک کریں اور اپنے اس کام سے دنیا کو بھی رسول خدا اور ان کے ایام ولادت کی طرف متوجہ کرائیں اور ان کے علاوہ دوسرے خوشی کے کام بھی اس دن انجام دیں

حوالہ : الحاوی للفتاوی، جلد 1، صفحہ 188

امام حلبی نے بھی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کو رسول خدا کی ولادت کا جشن منانے کے لیے ایک معیار اور بنیاد کے طور پر قرار دیا ہے:

و جعله أصلا لعمل المولد قال لأن العقيقة لا تعاد مرة ثانية فيحمل ذلك على أن هذا الذى فعله النبى صلي الله عليه و سلم إظهارا للشكر على إيجاد الله تعالى إياه رحمة للعالمين وتشريعا لأمته ---

حوالہ: الحلبی،السیرة الحلبية فی سيرة الأمين المأمون، جلد 1، صفحہ 130

اب جبکہ امام سیوطی اور امام حلبی کا نظریہ ہم نے نقل کر دیا ہے تو یقیناً بات ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن ہم شیعہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب ناصبیوں کے پاس ایک ہی ہتھیار بچتا ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث کو ہی غیر معتبر ثابت کریں تا کہ سیوطی و حلبی کے میلاد پر فتوے کو باطل کیا جا سکے۔

البتہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اب انہیں کوئی بریلوی اہل سنت جواب نہیں دے رہا بلکہ در اہل بیت ؑ سے منسلک ایک ادنیٰ خادم اپنے بریلوی بھائیوں کی جانب سے ناصبی حضرات کو جواب دے رہا ہے تو لیجئے اس حدیث کی صحت پر علماء اہل سنت کے اقوال۔۔

مقدسی نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد، اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے،

أخبرنا محمد بن أحمد بن نصر بأصبهان أن الحسن بن أحمد الحداد أخبرهم و هو حاضر ابنا أبو نعيم ابنا سليمان بن أحمد الطبرانى ثنا أحمد بن مسعود هو المقدسى قثنا الهيثم بن جميل قثنا عبد الله بن المثنى عن ثمامة بن عبد الله بن أنس عن أنس أن النبى صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد ما بعث نبيا إسناده صحيح۔

حوالہ: المقدسی الحنبلی، الأحاديث المختارة، جلد 5 ، صفحہ 204

امام ہیثمی کا عقیقے والی حدیث پر موقف :

و عن أنس أن النبي صلي الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد ما بعث نبيا رواه البزار و الطبراني في الأوسط و رجال الطبراني رجال الصحيح خلا الهيثم بن جميل و هو ثقة۔

انس سے روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا نے اپنی بعثت کے بعد اپنی طرف سے اپنے لیے عقیقہ کیا تھا۔ اس روایت کو بزار اور طبرانی نے کتاب اوسط میں نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت کے راوی وہی صحیح بخاری والے راوی ہیں، غیر از ہیثم بن جمیل کہ وہ بھی ثقہ ہے۔

حوالہ: الهيثمی،مجمع الزوائد و منبع الفوائد، جلد 4، صفحه 59

امام دمیاطی کا عقیقے والی حدیث پر موقف :

و حسن أن يعق عن نفسه كما مر لخبر أنه صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد النبوة قال فى فتح الجواد و ادعاء النووى بطلانه مردود بل هو حديث حسن۔

اس روایت کے باطل ہونے کے بارے میں نووی کا دعوی باطل ہے بلکہ یہ روایت، حدیث حسن ہے۔

حواله: الدمياطی ، حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ، جلد 2، صفحه 336

امام زین الدین العراقی کا عقیقے والی حدیث پر موقف:

و يروى أن النبى صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد النبوة ۔۔۔ قلت له طريق لا بأس بها رواها أبو الشيخ و ابن حزم من رواية الهيثم بن جميل۔

اور روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا (ص) نے اپنی طرف سے نبوت کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد عقیقہ کیا، میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی چند اسناد ہیں کہ ان میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہے، اور ان کو ابو شیخ اور ابن حزم نے الہیثم بن جمیل سے روایت کیا ہے۔

حواله: طرح التثريب فى شرح التقريب ، جلد 5 ،صفحه 180

عبد الوہاب عبد اللطیف، استاد جامعہ ازہر کا عقیقے والی حدیث پر موقف

قد اشتهر انه صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه ۔۔۔ ثانيهما من رواية ابى بكر المستملى عن الهيثم بن جميل ۔۔۔ فالحديث قوي الاسناد۔

مشہور ہے کہ رسول خدا نے اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔۔۔۔ دوسرا ان میں سے ابو بکر مستعملی کی روایت ہے کہ جو اس نے ہیثم بن جمیل سے نقل کی ہے، پس یہ روایت قوی ہے۔

حواله : تحفة الاحوذی، بتحقیق عبد الوهاب عبد اللطيف، جلد 5 ،صفحه 116-117

تو رجالی بطخوں کو یہ پھکی مل گئی۔۔

اب تمام ناصبی ایک ایک کر کے بزرگ علماء و آئمہ اہل سنت کے فتاویٰ اور اقوال ملاحظہ فرمائیں۔۔

امام ابن حجر عسقلانی

ابن حجر عسقلانی عالم اہل سنت شافعی مذہب نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے کہ رسول خدا کی ولادت کا جشن منانا ایک اچھا اور نیک کام ہے۔ سوال اور انکے فتوے کے متن کو سیوطی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

و قد سئل شيخ الإسلام حافظ العصر أبو الفضل أحمد بن حجر عن عمل المولد فأجاب بما نصه : أصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة و لكنها مع ذلك قد اشتملت علي محاسن و ضدها ، فمن تحري في عملها المحاسن و تجنب ضدها كان بدعة حسنة و إلا فلا ۔

شیخ الاسلام، حافظ دوراں، ابو الفضل احمد ابن حجر سے رسول خدا کی ولادت کا جشن منانے کے بارے میں سوال ہوا، تو انھوں نے جواب دیا کہ:

ولادت کا جشن منانا یہ ایک نیا کام ہے کہ گذشتہ زمانے کی تیسری صدی کے صالحان سے نقل نہیں ہوا، لیکن اس کے باوجود اس جشن میں اچھے اور برے کام انجام دیئے جاتے ہیں، پس اگر کوئی نیک اور اچھے کام انجام دے اور بد اور برے کاموں سے دوری اختیار کرے تو، اس کا کام نیک اور ٹھیک ہو گا۔

حواله: السيوطی، جلال الدين (متوفى911ھ)، الحاوی للفتاوی ، ج1، ص 188

امام جلال الدین سیوطی

سیوطی فقہ اور تفسیر کا اہل سنت کا عالم ہے، اس نے بھی رسول خدا کی ولادت کے جشن کو ایک اچھا کام کہا ہے کہ جس کے انجام دینے پر ثواب اور اجر بھی ملتا ہے:

فقد وقع السؤال عن عمل المولد النبوی في شهر ربيع الأول ما حكمه من حيث الشرع ؟ و هل هو محمود أو مذموم ؟ و هل يثاب فاعله أو لا ؟

و الجواب : عندی أن أصل عمل المولد الذی هو اجتماع الناس و قراءة ما تيسر من القرآن و رواية الأخبار الواردة فی مبدأ أمر النبی صلی الله عليه و سلّم و ما وقع فی مولده من الآيات ثم يمد لهم سماط يأكلونه و ينصرفون من غير زيادة علی ذلك هو

من البدع الحسنة التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی صلی الله علیه و سلّم و إظهار الفرح و الاستبشار بمولده الشریف۔

سوال: ربیع الاول کے مہینے میں رسول خدا کے جشن میلاد میں انجام دینے والے اعمال کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا شریعت کی نظر میں یہ ایک اچھا اور نیک کام ہے یا ایک بد اور مورد مذمت کام ہے؟ اور وہ لوگ جو یہ کام انجام دیتے ہیں، کیا ان کو کوئی ثواب اور اجر ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: وہ کام جو جشن میلاد میں انجام دیئے جاتے ہیں، جیسے لوگوں کا جمع ہونا، قرآن کی تلاوت کرنا، رسول خدا کی شان میں روایات کا پڑھنا، انکی ولادت کے واقعے اور معجزات کا ذکر کرنا، کھانا کھانا اور ان سب کا اپنے گھروں کو واپس آجانا۔ یہ ایک ایسی بدعت ہے کہ جو اچھی ہے اور جو بھی اسکو انجام دے گا، اسکو ثواب ملے گا، کیونکہ یہ رسول خدا کی ولادت کے جشن کو منانا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے۔

حوالہ : الحاوی للفتاوی، ج 1، ص 181

امام صالحی شامی

وہ ایک عالم کے کلام پر کہ جس نے کہا ہے کہ ولادت کا جشن منانا ایک شرعی کام نہیں ہے، اشکال کرتے ہوئے کہتا ہے۔۔

و لا نیة هنا إلا الشکر لله تعالی علی ولادة هذا النبی الکریم صلی الله علیه و سلم فی هذا الشهر الشریف، و هذا معنی نیة المولد فهی نیة مستحسنة بلا شک۔

رسول خدا ﷺ کی ولادت کا جشن منانا، یہ فقط اس مبارک مہینے میں خداوند کا شکر ادا کرنے کے لیے منایا جاتا ہے، اور یہی جشن منانے کی نیت کا معنی ہے، پس یہ نیت بغیر کسی شک کے ایک اچھی اور قابل تعریف نیت ہے۔

حوالہ : سبل الهدی و الرشاد، ج 1، ص 373

امام ابن جزری

شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی عالم اہل سنت نے اپنی کتاب «التعریف بالمولد الشریف» میں ابولہب کے جہنم میں عذاب میں کمی ہونے والی روایت کو ذکر کیا ہے کہ ابولہب نے رسول خدا ﷺ کی ولادت کی خبر سن کر اپنی کنیز کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا تھا، جس پر خداوند نے اس کو جہنم میں عذاب میں کمی کی ہوئی ہے، پھر واضح طور پر کہتا ہے کہ اگر ابولہب کے اس کام کرنے کی وجہ سے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے تو پھر وہ اہل توحید مسلمان کہ جو رسول خدا کی ولادت کی خوشی میں خوشحال ہوتے ہیں اور جشن مناتے ہیں، انکی جزا یقینی طور پر جنت ہے اور ابن جزری اس بات پر قسم بھی کھاتا ہے۔

ابن جزری کے کلام کو سیوطی نے اپنی کتاب «الحاوی للفتاوی» میں نقل کیا ہے کہ:

ثم رأيت إمام القراء الحافظ شمس الدين بن الجزرى قال فی كتابه المسمى عرف التعريف بالمولد الشريف ما نصه : قد رؤى أبو لهب بعد موته فی النوم فقيل له ما حالك ؟ فقال : فی النار إلا أنه يخفف عني كل ليلة اثنين و أمص من بين أصبعی ماء بقدر هذا و أشار لرأس أصبعه و إن ذلك باعتاقی لثويبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلى الله عليه و سلّم و بإرضاعها له۔

فإذا كان أبو لهب الكافر الذی نزل القرآن بذمة جوزی فی النار بفرحه ليلة مولد النبی صلى الله عليه و سلّم به فما حال المسلم الموحد من أمة النبی صلى الله عليه و سلّم يسر بمولده و يبذل ما تصل إليه قدرته فی محبته صلى الله عليه و سلّم ؟ لعمری إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله جنات النعيم ۔

میں نے حافظ شمس الدین بن جزری کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنی کتاب «عرف التعریف بالمولد الشریف» میں کہا ہے کہ: ابولھب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور اس سے اس کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں جہنم کی آگ میں ہوں لیکن ہر پیر والے دن میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے اور میری انگلیوں میں سے تھوڑا پانی جاری ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جب میں نے اپنی کنیز ثوبیہ سے رسول خدا کی ولادت کی خبر سنی تو میں نے اسکو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا اور کیونکہ اس نے رسول خدا کو دودھ بھی دیا تھا۔ اگر ابولہب کہ جو کافر تھا اور اسکی مذمت میں قرآن کی ایک سورت بھی نازل ہوئی ہے، اس کو فقط رسول خدا کی ولادت پر خوش ہونے کی وجہ سے جہنم میں جزا دی جاتی ہے، تو پھر وہ اہل توحید مسلمان کہ جو ان رسول کی امت میں سے ہیں، اور وہ رسول خدا کی ولادت والے دن خوشحال ہوتے اور جشن مناتے ہیں اور اپنی طاقت کے مطابق ان حضرت کی محبت میں خرچ کرتے ہیں، تو پھر ان کے ثواب اور اجر کا تو فقط خداوند کو ہی پتا ہو گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ایسے شخص کی جزا یہ ہے کہ خداوند اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اسکو جنت عطا کرے۔

حوامه: الحاوی للفتاوی فی الفقه و علوم التفسير ، ج 1، ص 188

امام ابوالخیر سخاوی

سخاوی شافعی نے واضح طور پر کہا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان رسول خدا کی ولادت کے جشن میں نیک کام انجام دیتے ہیں، پھر اس نے صالحیی شامی کے کلام کو اسطرح نقل کیا ہے کہ:

قال الحافظ أبو الخير السخاوی - رحمه الله تعالى - فی فتاويه : عمل المولد الشريف لم ينقل عن أحد من السلف الصالح فی القرون الثلاثة الفاضلة ، و إنما حدث بعد ، ثم لا زال أهل الإسلام فی سائر الأقطار و المدن الكبار يحتفلون فی شهر مولده صلى الله عليه و سلم بعمل الولائم البديعة المشتملة على الأمور البهجة الرفيعة و يتصدقون فی

لياليه بأنواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون فی المبرات و يعتنون بقراءة مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ۔ انتهی۔

حافظ ابوالخیر سخاوی نے اپنے فتووں میں کہا ہے کہ: رسول خدا کی ولادت کا جشن تین صدیوں میں ماضی کے صالح علماء میں سے کسی سے بھی نقل نہیں ہوا بلکہ یہ چیز بعد میں وجود میں آئی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ پوری دنیا کے مسلمان رسول خدا کی ولادت کے مہینے میں جشن مناتے، کھانا کھلاتے اور خوشحال کرنے والے کام انجام دیتے ہیں، جیسے ولادت کی رات کو صدقہ دینا، فقراء کی مدد کرنا اور انکو کھانا کھلانا، ولادت کے بارے میں اشعار پڑھنا وغیرہ۔ خداوند بھی ان کے اس پر مسرت موقعے پر جشن منانے کی وجہ سے ان پر اپنی نعمتوں کو نازل کرتا ہے۔

حواله : سبل الهدى و الرشاد، ج 1، ص 362

امام عبدالرحمن ابوشامہ

ابوشامہ کہ جو شافعی مذہب ہے، اس نے واضح کہا ہے کہ رسول خدا کی ولادت کا جشن منانا ایک اچھا اور نیک کام ہے کہ جس کو ابھی ہی منانا شروع کیا گیا ہے اور یہ کام رسول خدا کے احترام اور خداوند کا اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے انجام دیا جاتا ہے:

و من أحسن ما ابتدع فی زماننا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة اربل جبرها الله تعالى كل عام فی اليوم الموافق ليوم مولد النبی صلى الله عليه و سلم من الصدقات و المعروف و اظهار الزينة و السرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان إلى الفقراء مشعر بمحبة النبی صلى الله عليه و سلم و تعظيمه و جلالته فی قلب فاعله و شكرا لله تعالى على ما من به من ايجاد رسوله الذی أرسله رحمة للعالمين و على جميع المرسلين۔

ہمارے زمانے کی سب سے نیک اور اچھی بدعت، وہ اعمال ہیں کہ جو شہر اربل میں رسول خدا کی ولادت کے دن ہر سال انجام دیئے جاتے ہیں، جیسے صدقہ دینا، نیکی واحسان کرنا، شہر کی سجاوٹ کرنا، اظہار خوشحالی کرنا، یہ تمام کام فقراء پر احسان کے علاوہ، رسول خدا سے محبت اور انکا احترام اور انکی تعظیم بھی ہے۔ ان اعمال کو وہ لوگ انجام دیتے ہیں کہ جو رسول خدا سے دل سے محبت کرتے ہیں اور خداوند کا اس عظیم نعمت نازل کرنے پر شکر بھی ادا کرتے ہیں۔

وہ آخر میں وضاحت کرتا ہے کہ رسول خدا کے احترام میں، انکی ولادت کا پہلا جشن شہر موصل میں ایک نیک بندے نے منایا تھا:

و كان أول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا أحد الصالحين المشهورين و به اقتدى فی ذلك صاحب أربل وغيره رحمهم الله تعالى۔

سب سے پہلا وہ بندہ کہ جس نے اس کام کو موصل میں شروع کیا، وہ شیخ عمر بن محمد ملّا کہ وہ ایک صالح انسان کے طور پر مشہور تھا۔ اس کے اس کام میں اربل اور دوسرے شہروں کے لوگوں نے اسکی پیروی کی، کہ خداوند ان سب پر اپنی رحمت کرے۔

حوالہ : الباعث علی إنكار البدع و الحوادث، ج1 ، ص 23

امام بن یحیی شافعی

شیخ نصیر الدین مبارک بن یحیی شافعی نے بھی رسول خدا کی ولادت کے جشن منانے کو جائز کہا ہے اور اس پر ثواب اور اجر کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کے کلام کو صالحیی شامی نے اپنی کتاب میں اسطرح نقل کیا ہے کہ:

و قال الشيخ الإمام العلامة نصير الدين المبارك الشهير بابن الطباخ فی فتوی بخطه : إذا أنفق المنفق تلك الليلة و جمع جمعا أطعمهم ما يجوز إطعامه و أسمعهم ما يجوز سماعه و دفع للمسمع المشوق للآخرة ملبوسا ، كل ذلك سرورا بمولده صلى الله عليه و سلم فجميع ذلك جائز و يثاب۔

شیخ، امام، علامہ نصیر الدین مبارک کہ جو ابن طباخ کے نام سے بھی مشہور ہے، اس نے اپنے فتوے میں کہا ہے کہ: جو شخص بھی رسول خدا کی ولادت کی رات، خدا کی راہ میں خرچ کرے اور ان ضرورت مندوں کو کھانا کھلائے، ان کو چیز سنائے کہ جن کا سننا جائز ہے، اور جو اس محفل میں حاضر ہو اور اسکو آخرت کے گھر کا بہت شوق ہو، اسکو ہدیئے کے طور پر لباس دے۔ یہ تمام کام رسول خدا کی ولادت کی خوشی میں انجام دے تو یہ تمام کام جائز اور ان کے انجام دینے پر ثواب اور اجر بھی دیا جائے گا۔

حوالہ : الصالحی الشامی، محمد بن یوسف (متوفی942ھ)، سبل الهدی و الرشاد فی سيرة خير العباد، ج1، ص 363

امام ابن عباد الرندی

ابن عباد مالکی نے بھی رسول خدا کی ولادت کے جشن منانے کو جائز اور اس دن کو مسلمانوں کی عید کہا ہے اور اس جشن کے بدعت ہونے کو رڈ کیا ہے۔ اس کے کلام کو محمد بن عبد الرحمن مغربی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

قال فی رسائله الكبری ما نصه و أما المولد فالذی يظهر لی أنه عيد من أعياد المسلمين و موسم من مواسمهم و كل ما يفعل فيه ما يقتضيه وجود الفرح و السرور بذلك المولد المبارك من إيقاد الشمع و إمتاع البصر و السمع و التزين بلبس فاخر الثياب و ركوب فاره الدواب أمر مباح لا ينكر على أحد قياسا على غيره من أوقات الفرح، و الحكم بكون هذه الأشياء بدعة فی هذا الوقت الذی ظهر فيه سر الوجود و ارتفع فيه

علم الشهود و انقشع فيه ظلام الكفر و الجحود و ادعاء أن هذا الزمان ليس من المواسم المشروعة لأهل الإيمان و مقارنة ذلك بالنيروز و المهرجان أمر مستثقل تشمئز منه القلوب السليمة و تدفعه الآراء المستقيمة ۔

کتاب «رسائل الکبری» میں اسکا کلام اس طرح آیا ہے کہ: جو کچھ میرے لیے ثابت ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول خدا کی ولادت کا دن، مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور اس دن انجام پانے والے اعمال، مسلمانوں کے اعمال ہیں۔ وہ تمام کام جو اس دن مسلمان انجام دیتے ہیں، وہ فقط رسول خدا کی ولادت کی خوشی منانے کے لیے انجام دیتے ہیں۔ جیسے شمعیں جلانا، آنکھوں اور کانوں کو خوشحال کرنا، (اس سے مراد رسول خدا کی شان میں اشعار اور نعتیں پڑھنا ہے۔)، نئے لباس پہننا، گھوڑوں پر سوار ہونا، یہ سارے ایسے کام ہیں کہ جو مباح ہیں اور کوئی بندہ بھی برے کام نہیں کہتا، جس طرح کہ اس زمانے اور اس مناسبت کے علاوہ بھی ان کاموں کو انجام دینا جائز ہے، اسی طرح آج کے دن اور اس مناسبت پر بھی ان کاموں کو انجام دینا جائز ہے۔

لیکن رسول خدا کی ولادت کے موقع پر ان اعمال کے انجام دینے، وہ رسول خدا کہ جسکی برکت سے دنیا سے کفر و بت پرستی کی تاریکی نور توحید سے بدل گئی، کو بدعت کہنا اور یہ دعوی کرنا کہ ان حضرت کی ولادت کے دن انجام پانے والے اعمال غیر شرعی اور مسلمانوں کے اعمال نہیں ہیں اور اسکو نوروز اور یہودیوں کے جشن کے ساتھ موازنہ کرنا، یہ ایک ایسی عجیب بات ہے کہ جس سے پاک و صاف دل نفرت کرتے ہیں اور ان جیسے افکار اور نظریات کو قبول نہیں کرتے۔

حواله : المغربی، محمد بن عبد الرحمن ابو عبد الله (متوفى: 954هـ)، مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، ج 2 ص 407

حوالے تو بہت ہیں اب یہاں فقط ایک اور اہل سنت امام کا کلام لکھ کر فتاویٰ کی بحث کو ختم کروں۔

امام حضرمی شافعی

حضرمی شافعی نے واضح کہا ہے کہ مکہ کے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات ان حضرت کی ولادت کی جگہ پر جمع ہوتے ہیں اور اس جگہ خداوند کی عبادت اور دعا کرتے ہیں اور اس مبارک جگہ سے توسل کرتے ہیں۔ بعض اس زمانے کے علماء نے بھی ان اعمال کے شرعی اور جائز ہونے کے بارے میں فتوی دیا ہے۔

قال علماء السير : ولد النبى (ص) فى ربيع الأول ، يوم الاثنين بلا خلاف ۔ ۔۔۔ و ذلك بمكة المشرفة ، فى شعب أبى طالب ، و هو المكان الذى يجتمع فيه أهل (مكة) ليلة المولد الشريف ، للذكر و الدعاء و التبرك بمسقط رأسه [صلى الله عليه و سلم] ۔ و أفتى جماعة من المتأخرين بأن عمل المولد على هذا القصد حسن محمود۔

سیرت کے بارے میں لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ: رسول خدا ماہ ربیع الاول میں پیر والے دن دنیا میں تشریف لائے تھے، اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ رسول خدا کی ولادت مکہ معظمہ میں شعب ابی طالب کے مقام پر ہوئی تھی۔ اس جگہ پر وہ مقام ہے کہ جہاں مکہ کے لوگ رسول خدا کی ولادت کی رات جمع ہو کر خدا کا ذکر اور عبادت کرتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں اس جگہ کو توسل قرار دیتے ہیں۔ بعض گذشتہ زمانے کے علماء نے اس ہدف اور مقصد کے لیے ان اعمال کے انجام دینے کو ایک اچھا اور نیک عمل کہا ہے۔

حوالہ: الحضرمی الشافعی، محمد بن عمر بحرق (متوفای930ھ)، حدائق الأنوار و مطالع الأسرار فی سیرة النبی المختار، ج1، ص105

اختتام پر ناصبیوں کا یہ دعویٰ کہ خود رسول خدا نے اپنی ولادت کا جشن اور سالگرہ نہیں منائی، حالانکہ اہل سنت کے دو بزرگ آئمہ جیسے ابن حجر عسقلانی اور جلال الدین سیوطی نے دو روایات کی روشنی میں رسول خدا کے جشن میلاد منانے کو صحیح کہا ہے اور ان میں سے ایک روایت میں واضح طور پر کہا ہے کہ رسول خدا نے کئی سالوں کے بعد دوبارہ اپنے عقیقے کے جشن کو منایا اور قربانی کی۔

اور دوسرا بہتان یہ کہ صحابہ نے بھی رسول خدا کا جشن میلاد نہیں منایا، حالانکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق، صحابہ ہر ہفتے پیر کے دن رسول خدا ﷺ کے دنیا میں آنے اور رسالت کے لیے مبعوث ہونے کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے۔

تو اب میری نوکری تمام ہوئی۔۔۔

والسلام علیکم، ابو عبداللہ

دفاع زیارتِ عاشورہ۔۔ معاویہ بن ابی سفیان کا حقیقی چہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم، لبیک یا حُسین (ع)

اپنی تحریر کا آغاز زیارت عاشوراکے ان جملوں سے جس کی تکرار کیے بغیر کوئی مومن مسلمان کجا انسان تک کہلانے کے لائق نہیں۔۔

اَللّهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظالِم بِاللَّعْنِ مِنّي وَابْدَأْ بِهِ اَوَّلاً ثُمَّ (الْعَنِ) الثّانيَ وَالثّالِثَ وَالرّابِعَ اَللّهُمَّ الْعَنْ يَزيدَ خامِساً وَالْعَنْ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِياد وَابْنَ مَرْجانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْد وَشِمْراً وَآلَ اَبي سُفْيانَ وَآلَ زِياد وَآلَ مَرْوانَ اِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ۔

اس پر پہلے ہی معذرت قبول فرمائیں کہ یہ تحریر کافی طویل ہونے جارہی ہے کیونکہ شجرہ ملعونین کی جانب سے ایک بار پھر دشمنِ اسلام، دشمنِ رسول اور آل رسولؐ، جگر خور ہندہ کی ناجائز اولاد لعینِ شام معاویہ بن ابوسفیان کی وکالت اور اسے آل رسول کے مقابلے میں لاکر محترم پیش کرنے کی ناکام کوششوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اب اس کا اصل چہرہ ایسا بے نقاب کروں کہ دورِ حاضر میں اس کی ناجائز اولادیں اس کی دفاع میں آنے سے پہلے سو بار سوچیں۔۔

تمہید کو مختصر کرتے ہوئے میں عوام الناس کو اس تحریر کے متعلق پہلے کچھ گزارشات پیش کردوں کہ میں کیسے اس تحریر کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔۔

میں اس تحریر کو کچھ حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں جو اس طرح ہے۔

- معاویہ کا مشکوک شجرہ کتب اہل سنت سے
- معاویہ پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت اور رسول ﷺ کا اسے قتل کرنے کا حکم
- معاویہ کا کاتبِ وحی ہونے کا تحقیقی آپریشن
- معاویہ کا قتلِ عثمان اور قتلِ ام المومنین میں کردار
- معاویہ کا خلیفۃ المسلمین امام العالمین علی ابن ابی طالبؑ کو گالی دینا اور منبروں سے گالیاں دلوانا
- معاویہ کا حکومت حاصل کرنے کے لیے 70 ہزار اصحاب کو قتل کرنا
- معاویہ کا سبطِ رسول حضرت امام حسن کو زہر سے شہید کرنا
- معاویہ کی سنتوں پر اصحاب رسول کا برتاؤ

تو بنا کسی مزید تمہید کے اب براہ راست عنوان کے متعلق اہل سنت کتابوں سے حوالے۔۔

"معاویہ کا مشکوک شجرہ کتب اہل سنت سے"

· معاویہ کے چار باپ ہونے کے متعلق امامِ اہل سنت زمخشری لکھتے ہیں:

وكان معاوية يعزي الي أربعة: إلي مسافر بن أبى عمرو و إلي عمارة بن الوليد و إلي العباس بن عبدالمطلب و إلي الصباح مغن أسود كان لعمارة. قالوا: كان أبو سفيان دميماً قصيراً، وكان للصباح عسيفاً لأبي سفيان شاباً وسيماً، فدعته هند إلى نفسها.

معاویہ کی نسبت چار افراد کی طرف دی جاتی ہے (یعنی ان چار افراد میں سے کوئی ایک ان کا باپ ہے) مسافر بن ابی عمرو کی طرف، عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی طرف، عباس بن عبد المطلب کی طرف اور صباح کی طرف۔

صباح ایک گانے والا سیاہ فام غلام تھا جس کا تعلق عمارہ بن ولید سے تھا۔ علماء نے کہا ہے: ابوسفیان بد صورت اور چھوٹے قد کا تھا اور صباح ابوسفیان کا خادم تھا، ابوسفیان نے اسے اپنی خدمت کے لئے رکھ رکھا تھا۔ وہ ایک خوبصورت جوان تھا، ابوسفیان کی زوجہ ہندہ نے اسے اپنے ساتھ ناجائز فعل کے لئے اکسایا۔ (اس بدفعلی کے نتیجے میں معاویہ پیدا ہوا)

حواله : ربيع الأبرار، جلد 4، صفحه 274- 275

"معاویہ پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت اور رسول ﷺ کا اسے قتل کرنے کا حکم"

· امام ہیثمی کتاب مجمع الزوائد میں عمار یاسر سے معاویہ کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں:

والله ما أسلموا ولكن استسلموا وأسروا الكفر فلما رأو عليه أعوانا أظهروه،

خدا کی قسم معاویہ اور اسکے ساتھی بالکل اسلام نہیں لائے تھے، وہ ظاہری طور پر اسلام کا نام لیتے تھے اور اپنے کفر کو مخفی طور پر چھپاتے تھے اور جب اس نے اپنے مددگاروں کو پالیا ہے تو انھوں نے اپنے باطنی کفر کو اسلام کے خلاف ظاہر کر دیا ہے۔

حواله : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، اسم المؤلف: على بن أبى بكر الهيثمى، دار النشر: دار الريان للتراث/دار الكتاب العربى - القاهرة, بيروت – 1407، جلد 1، صفحه 113، باب منه فى المنافقين

· امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں نقل کیا ہے:

وقد رآه مقبلا على حمار ومعاوية يقود به ويزيد ابنه يسوق به،

ابوسفیان گدھے پر سوار تھا، معاویہ نے اسکی لگام پکڑی ہوئی تھی اور ابوسفیان کا بیٹا یزید گدھے کو پیچھے سے ہانک رہا تھا۔

طبری نے اس مطلب کو نقل کرنے کے بعد رسول خدا کے قول کو نقل کیا ہے کہ:

لعن الله القائد والراکب والسائق،

اللہ اسکو کہ جو گدھے پر سوار ہے، اور اسکو کہ جو گدھے کے آگے ہے اور اسکو کہ جو گدھے کے پیچھے ہے، لعنت کرے۔

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں پر لعنت کی ہے!

تاريخ الطبری، اسم المؤلف: لأبی جعفر محمد بن جرير الطبری، جلد 5، صفحه 622، باب ذكر الخبر عما كان فی‌ها من الأحداث الجليلة

· اسی طرح اہل سنت کی معتبر کتاب المختصر فی أخبار البشر میں ابو الفداء نے اسی روایت کو ذکر کیا ہے:

أبا سفيان مقبلاً ومعاوية يقوده، ويزيد أخو معاوية يسوق به، فقال: " لعن الله القائد والراكب والسائق"

المختصر فی أخبار البشر، المؤلف: أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن علی جلد 2، صفحه 57، باب خلافة أبی العباس

· کتاب مسائل امام احمد بن حنبل میں اسحاق ابن ابراہیم نیشاپوری سے روایت نقل ہوئی ہے کہ:

سمعت علی بن جعد يقول مات والله معاوية علی غير الاسلام،

میں نے علی ابن جعد کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: خدا کی قسم معاویہ کی موت دین اسلام پر واقع نہیں ہوئی، یعنی وہ مسلمان دنیا سے رخصت نہیں ہوا۔

· اسی طرح کتاب انساب الاشراف بلاذری میں یہ روایت ذکر ہوئی ہے اور اسی روایت کو 50 سے زیادہ اہل سنت کے علماء نے نقل کیا ہے:

كنْتُ عِنْدَ النَّبِی صَلَّی اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يطْلُعُ عَلَيكمْ مِنْ هَذَا الْفَجِّ رَجُلٌ يمُوتُ عَلَی غَيرِ مِلَّتِی،

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم رسول خدا کے پاس تھے کہ انھوں نے فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک شخص داخل ہو گا کہ جو میرے مذہب پر نہیں مرے گا۔

قَالَ: وَكنْتُ تَرَكتُ أَبِی قَدْ وُضِعَ لَهُ وَضُوءٌ، فَكنْتُ كحَابِسِ الْبَوْلِ مَخَافَةَ أَنْ يجِیءَ،

راوی کہتا ہے کہ: میرے والد وضو کرنے کے لیے چلے گئے، مجھے خود بھی بیت الخلاء جانے کی اشد ضرورت تھی، لیکن پھر بھی اس شخص کو دیکھنے کے لیے میں نے خود کو وہیں روکے رکھا۔

قَالَ: فَطَلَعَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: هُوَ هَذَا،

راوی کہتا ہے کہ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ اس دروازے سے معاویہ داخل ہوا ہے، اسکو دیکھتے ہی رسول خدا نے فرمایا کہ: جس شخص کے بارے میں، میں نے کہا تھا کہ وہ مسلمان دنیا سے نہیں مرے گا، وہ یہی شخص ہے۔

یعنی معاویہ مسلمان نہیں بلکہ کافر دنیا سے جائے گا۔

حوالہ : أنساب الأشراف، المؤلف: أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُرى، تحقيق: سهيل زكار ورياض الزركلى، جلد 5، صفحه 126، حديث 362

امام ہیثمی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

رواه البزار ورجاله ثقات

حواله : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، اسم المؤلف: على بن أبى بكر الهيثمى، 1407، جلد 1، صفحه 113، باب منه فى المنافقين

• اسی طرح طبرانی نے کتاب معجم الکبیر میں بھی انہی الفاظ کو ذکر کیا ہے:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وسلم قال لَعَنَ اللَّهُ السَّائِقَ وَالرَّاكِبَ أَحَدُهُمَا فُلانٌ قَالا اللَّهُمَّ نعم،

المعجم الكبير، اسم المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبرانى، دار النشر: مكتبة الزهراء - الموصل - 1404 - 1983، الطبعة: الثانية، تحقيق: حمدى بن عبدالمجيد السلفى، جلد 3، صفحه 71، حديث 2698

• امام بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتے ہیں:

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه؛ فتركوا أمره فلم يفلحوا ولم ينجحوا۔

حسن بصری نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا:

اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو فوراً اسے قتل کر دینا۔ لوگوں نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا اسی لئے نہ فلاح پائی نہ کامیاب نہیں ہوئے۔

• امام بلاذری ایسی ہی دوسری حدیث عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے کہ

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم معاوية بن أبي سفيان يخطب على المنبر فاضربوا عنقه۔

عبداللہ ابن مسعود نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا:

جب دیکھو کہ معاویہ میرے منبر بیٹھا ہے اور خطبہ پڑھ رہا ہے تو اس کی گردن ماردو۔

· اب دیکھیں امام بلاذری ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں جس میں معاویہ کے جہنمی ہونے پر رسول کی تصدیق ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

عن سالم بن أبي الجعد قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

معاوية في تابوت مقفل عليه في جهنم۔

سالم بن ابی جعد نے کہا کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

معاویہ جہنم میں ایک بند تابوت کے اندر ہو گا۔

حواله جات : أنساب الأشراف، جلد 5، صفحه136، 137

· اہل سنت کے بزرگ مؤرخ امام طبری نے بھی لکھا ہے کہ:

إن معاوية فى تابوت من نار فى أسفل درک،

معاویہ آگ کے تابوت میں جہنم کے سب سے نیچے والے درجے میں ہے۔

حواله : تاريخ الطبرى، اسم المؤلف: لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى، ج 5، ص 622، باب ذكر الخبر عما كان فىها من الأحداث الجليلة

· علی ابن جعد کہ جو ثقہ ہے، اس نے لکھا ہے کہ:

ما ضرنى أن يعذب الله معاوية ،

مجھے کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں ہے کہ میں قائل ہوں کہ اللہ معاویہ کو عذاب کرنے والا ہے۔

حواله : سؤالات أبى عبيد الآجرى أبا داود السجستانى، سليمان بن الأشعث أبو داود السجستانى، مكان النشر المدينة المنورة، ج 1، ص 254، ش 338

نوٹ: معاویہ پر رسول اللہ کی لعنت پر مزید حوالے بھی دے سکتا ہوں لیکن تحریر کی طوالت کے باعث اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھ رہا ہوں۔

"معاویہ کا کاتبِ وحی ہونے کا تحقیقی آپریشن"

اول تو اب معاویہ کے کاتب وحی ہونے پر بحث کرنا ہی فضول محسوس ہوتا ہے کیونکہ اوپر جو رسول اللہ ﷺ کی معاویہ پر لعنت اور اس کے کفر پر مرنے کا بیان سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ ایسے شخص جس پر رسول لعنت کریں وہ کاتب وحی ہو۔۔ چلیں پھر بھی کچھ تحقیق کے نشتروں سے اس کے ماننے والوں کو زخمی کرتے ہیں۔۔

• اہل سنت کی کتب میں ان کے لیے قابل قبول روایت کہ جو معاویہ کے کاتب وحی ہونے کے بارے میں ذکر ہوئی ہے، وہ روایت ہے کہ جو مسلم بن حجاج نیشابوری نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں ذکر کی ہے: ملاحظہ فرمائیں

حدثنی عَبَّاسُ بن عبد الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ وَ أَحْمَدُ بن جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ قالا حدثنا النَّضْرُ و هو بن مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حدثنا عِكْرِمَةُ حدثنا أبو زُمَيْلٍ حدثني بن عَبَّاسٍ قال كان الْمُسْلِمُونَ لَا يَنْظُرُونَ إلي أَبِي سُفْيَانَ و لا يُقَاعِدُونَهُ فقال لِلنَّبِيِّ صلي الله عليه و سلم يا نَبِيَّ اللَّهِ ثَلَاثٌ أَعْطِنِيهِنَّ قال نعم قال عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَ أَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ ازوجكها قال نعم قال وَ مُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بين يَدَيْكَ قال نعم قال وَ تُؤَمِّرُنِي حتي أُ قَاتِلَ الْكُفَّارَ كما كنت أُ قَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ قال نعم قال أبو زُمَيْلٍ وَ لَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذلك من النبي صلي الله عليه و سلم ما أَعْطَاهُ ذلك لِأَنَّهُ لم يَكُنْ يُسْأَلُ شيئا إلا قال نعم ۔

ابن عباس نے کہا ہے کہ: مسلمان ابوسفیان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے تھے اور اسکے ساتھ بیٹھنے کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس نے رسول خدا (ص) سے کہا کہ میری تین درخواستیں ہیں اور آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان کو مجھے عنایت کر دیں۔ رسول خدا ﷺ نے بھی اس بات کو قبول کر لیا:

1 – عرب کی نیک ترین اور خوبصورت ترین بیٹی، ام حبیبہ میرے پاس ہے، میں اسکی شادی آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

2 – معاویہ کاتب وحی بن جائے۔

3 – مجھے لشکر اسلام کا سپہ سالار بنائیں تا کہ کفار سے ویسے ہی جنگ کروں، جس طرح کہ میں مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا۔

رسول خدا نے سب کو قبول کر لیا۔ ابوزمیل نے کہا ہے کہ: اگر ابوسفیان ان تین درخواستوں کو رسول خدا سے طلب نہ کرتا تو، وہ کبھی بھی پوری نہ ہوتیں، کیونکہ رسول خدا (ص) کسی کی بھی درخواست کو ردّ نہیں کرتے تھے۔

حواله: صحيح مسلم، جلد 4 صفحه 1945 ، حديث 2501، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، 40 بَاب من فَضَائِلِ أبي سُفْيَانَ بن حَرْبٍ، تحقيق، محمد فؤاد عبد الباقي ، ناشر : دار إحياء التراث العرب، بيروت

چلیں اب اس حدیث کے جعلی اور بے بنیاد ہونے پر خود علماء اہل سنت کی رائے پیش کیے دیتا ہوں۔

• امام نووی (متوفی 676) نے اس روایت کی شرح میں لکھا:

و اعلم أن هذا الحديث من الاحاديث المشهورة بالاشكال و وجه الاشكال أن أبا سفيان إنّما أسلم يوم فتح مكة سنة ثمان من الهجرة و هذا مشهور لا خلاف فيه و كان النبي صلي الله عليه و سلم قد تزّوج أم حبيبة قبل ذلك بزمان طويل۔

قال أبو عبيدة و خليفة بن خياط و إبن البرقي و الجمهور: تزّوجها سنة ست و قيل سنة سبع ---

قال القاضي: و الذي في مسلم هنا أنّه زوّجها أبو سفيان غريب جدّاً و خبرها مع أبي سفيان حين ورد المدينة في حال كفره مشهور و لم يزد القاضي علي هذا ۔

و قال ابن حزم هذا الحديث و هم من بعض الرواة ؛ لأنّه لا خلاف بين الناس أنّ النبي صلي الله عليه و سلم تزّوج أم حبيبة قبل الفتح بدهر و هي بأرض الحبشة و أبوها كافر و في رواية عن ابن حزم أيضاً أنّه قال: موضوع۔ قال: و الآفة فيه من عِكْرِمَة بن عمار الراوي عن أبي زميل ---

یہ احادیث میں سے وہ حدیث ہے کہ جس میں جو اشکال ہے، وہ معروف اور مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوسفیان بغیر کسی شک کے سال ہشتم ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا، اور رسول خدا نے فتح مکہ سے بہت عرصہ پہلے ام حبیبہ سے شادی کر لی تھی، ابو عبیدہ اور دوسروں بلکہ سب کا اس قول پر اتفاق ہے کہ یہ شادی 6 یا 7 ہجری کو ہو گئی تھی۔ لہذا مسلم کی یہ روایت قابل تعجب ہے، کیونکہ ابوسفیان کفر کی حالت میں، شہر مدینہ میں داخل ہوا تھا اور یہ بات معروف اور مشہور ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ: بعض راویوں کا اس روایت کو نقل کرنا، خطا اور غلط ہے، کیونکہ اس بات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول خدا نے فتح مکہ سے پہلے ام حبیبہ سے اس حالت میں کہ اسکا باپ کافر تھا، شادی کر لی تھی۔

ابن حزم سے ایک دوسری روایت نقل ہوئی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: یہ حدیث جھوٹی اور جعلی ہے، اسلیے کہ عکرمہ ابن عمار نے اس روایت کو ابو زمیل سے نقل کیا ہے۔۔۔۔

حواله : النووی ، أبو زكريا يحيى بن شرف بن مری ، شرح النووی على صحيح مسلم ، جلد 16 ، صفحه 63 ، ناشر : دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الثانية ، 1392 هـ،

• امام شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاِعتدال میں اس حدیث کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

و فی صحیح مسلم قد ساق له أصلا منكرا عن سماك الحنفى عن ابن عباس فى الثلاثة التى طلبها أبو سفيان و ثلاثة أحاديث أخر بالإسناد،

صحیح مسلم میں یہ حدیث اور دوسری تین حدیثیں، منکرات میں سے ہیں کہ جو اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں۔

حواله: الذهبى، ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، جلد 5، صفحه 116، تحقيق: الشيخ على محمد معوض و الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1995م،

اب آخر میں اس حدیث کے جھوٹا اور جعلی ہونے پر ایک اور حوالہ دے کر آگے بڑھتا ہوں۔۔

• امام ابن ملقن شافعی نے بھی اس روایت پر اشکال کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

هذا من الأحاديث المشهورة بالإشكال المعروفة بالإعضال، و وجه الإشكال : أنّ أبا سفيان إنّما أسلم يوم الفتح، و الفتح سنة ثمان، و النبى كان قد تزّوجها قبل ذلك بزمن طويل۔ قَالَ خليفة بن خياط : و المشهور على أنّه تزّوجها سنة ست، و دخل بها سنة سبع، و قيل: تزّوجها سنة سبع، و قيل: سنة خمس۔

اس حدیث میں جو اشکال ہے، وہ بہت معروف اور برا ہے، کیونکہ ابوسفیان سال ہشتم ہجری فتح مکہ والے دن مسلمان ہوا تھا اور رسول خدا نے اس بہت عرصہ پہلے سال ششم ہجری میں، ام حبیبہ سے شادی کر لی تھی، لیکن شادی کے بعد اسکو سال ہفتم ہجری میں اپنے گھر لے کر آئے تھے، اگرچے بعض نے شادی والے سال کو سال 7 یا 5 ہجری بھی نقل کیا ہے۔

حواله : الأنصارى الشافعى، البدر المنير فى تخريج الأحاديث و الأثار الواقعة فى الشرح الكبير، جلد 6، صفحه 731، تحقيق: مصطفى أبو الغيط و عبد الله بن سليمان و ياسر بن كمال، ناشر: دار الهجرة للنشر و التوزيع - الرياض-السعودية، الطبعة: الاولى

تو دیکھا آپ مومنین و مومنات نے کیسے صحیح مسلم میں دو نمبر طریقے سے معاویہ کے گلے میں کاتب وحی کی مالا ڈالنے کی کوشش کی گئی۔۔

"معاویہ کا قتلِ عثمان اور قتلِ ام المومنین میں کردار"

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ: جب معاویہ، عثمان بن عفان سے ملنے آیا تو عثمان نے کہا:

اللہ تجھے رشتہ داری کی نعمت نہ دے اور تیری مدد نہ کرے، تجھے جزاے خیر نہ دے، خدا کی قسم میں صرف تیری وجہ سے قتل کیا جاؤں گا اور تیری وجہ سے مجھ سے یہ انتقام لیا جارہا ہے۔

حوالہ : تاریخ الاسلام للذھبی : جلد 3، ص 450 ،

حضرت ابوایوب انصاری کے بقول عثمان کا قاتل معاویہ بن ابوسفیان

کتاب الامامة والسیاسة میں معاویہ کو ابو ایوب کے خط میں ذکر ہوا ہے:

ہمیں عثمان کے قاتلوں سے کیا مطلب؟ جس نے عثمان کو منتظر اور شامیوں کو اس کی مدد کرنے سے باز رکھا، وہ تو ہے اے معاویہ تو ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے وہ انصار کے افراد نہیں تھے۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

الامامة والسیاسة : جلد 1، صفحه 140

شرح نهج البلاغه : جلد 8، صفحه 44

تاریخ الخلفاء، الستیعاب اور اسد الغابہ میں ابو طفیل عامری بن واثلہ صحابی کے بارے میں آیا ہے کہ وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے اس سے کہا:

کیا تو عثمان کا قتل کرنے والوں میں سے نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن وہ لوگ ہیں جو مدینہ نے میں اس وقت موجود تھے اور اس کی مدد نہیں کی۔

معاویہ نے کہا: عثمان کی مدد کرنے کو کس چیز نے تجھے منع کیا؟

تو اس نے کہا: اس وجہ نے کہ مھاجرین و انصار نے ان کی کوئی مدد نہیں کی

تو معاویہ نے کہا: آگاہ ہو جاؤ ان کی گردنوں پر اس کی نصرت کا حق واجب تھا

تو اس نے کہا: اے امیر تمہارے ساتھ تو خود شام کے لوگ موجود تھے پھر تم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی؟

معاویہ نے کہا: کیا میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں یہ کافی نہیں ہے؟

تو ابو طفیل نے مسکرانے کے بعد کہا:

تو اور عثمان شاعر کے اس شعر کی مانند ہو جس میں اس نے کہا:

لا ألفينکَ بَعد الموت تَندبُنُی ـ وفی حَياتی مازَوّدتَنی زاد

تجھے اپنی موت کے بعد گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھو گا

کیونکہ میری زندگی میں تو تم نے کوئی ساتھ نہیں دیا

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ الخلفاء : صفحه 239

الاستيعاب : جلد 4 صفحه 260، الرقم 3084

اُسد الغابه : جلد 6، صفحه 177، الرقم 6035

عثمان بن عفان کا قاتل بھی معاویہ۔۔اب آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو کس نے قتل کیا۔۔

امام بلاذری اور امام خواندمیر لکھتے ہیں :

في تاريخ حافظ ، روى الحاجبان عن ربيع الأبرار وكامل السفينة ، المذكور في شهر السنة والخمسين

معاویہ مدینہ میں پیغمبر (ص) کے منبر پر یزید کے لئے بیعت لینے میں مشغول تھا، کہ عائشہ نے اپنے کمرے سے آواز بلند کی: "خاموش ھو جاؤ! خاموش ھو جاؤ! کیا یہی رسم ہے کہ بزرگ افراد اپنے بیٹے کے حق میں بیعت لینے کے لئے لوگوں کو دعوت دیں؟ معاویہ نے جواب میں کہا: نہیں۔ عائشہ نے کہا: پس اس کام میں تم نے کس کی اقتداء کی ہے اور کس کی سنت کی پیروی کرتے ھو؟ معاویہ شرم کے مارے شرمندہ ھو کر منبر سے نیچے اترا اور ایک چاہ کھودا اور مکر و فریب سے عائشہ کو اس چاہ میں گرا دیا اور اسی وجہ سے عائشہ کی موت واقع ھوئی۔

حوالے ملاحظ فرمائیں:

غياث الدين بن همام الدين حسيني خواندمير، تاريخ حبيب السير، ج 1 ص 425 ، انتشارت خيام، بي جا، بي تا۔

البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفاى279هـ)، أنساب الأشراف، ج1، ص 186 ، طبق برنامه الجامع الكبير

تو دیکھا آپ نے کہ جن ام المومنین کو یہ امی جان کہہ کہہ کر نہیں تھکتے انہی امی جان کا قاتل بھی ان کا کاتب وحی معاویہ بن ابوسفیان ہے۔

"معاویہ کا خلیفۃ المسلمین امام العالمین علی ابن ابی طالبؑ کو گالیاں دینا اور منبروں سے گالیاں دلوانا"

اس عنوان پر کچھ حوالے پیش کرنے سے پہلے میں اہل سنت کی کتابوں سے یہ ثابت کروں گا کہ امام علی علیہ السلام کو گالی دینادراصل رسول اللہ (ص) کو گالی دینا ہے اور وہ بھی صحیح السند حدیث کی روشنی میں تاکہ معاویہ کے گن گانے والے جاہل ناصبی یہ جان لیں کہ معاویہ نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیں اور دوسروں کو بھی اس عظیم گستاخی کا حکم دیا۔۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں، نسائی نے اپنی کتاب خصائص امیر مؤمنین میں اور ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الإسلام وغیرہ وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ، علی کو سبّ دینا، یہ خود رسول خدا کو سبّ دینا ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَي أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ لِي أَيُسَبُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيكُمْ قُلْتُ مَعَاذَ اللَّهِ أَوْ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي۔

عبداللہ جدلی نے کہا ہے کہ: میں ام سلمہ کے پاس گیا، تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا بندہ ہے کہ جو رسول خدا کو گالیاں دیتا ہے؟ میں نے کہا کہ نعوذ باللہ، اس پر ام سلمہ نے کہا کہ: میں نے خود رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ: انھوں نے فرمایا ہے کہ: جو بھی علی کو گالی دے، تو گویا اس نے مجھ کو گالی دی۔

حوالے

-الشيبانی ، أحمد بن حنبل أبو عبد الله (متوفى241هـ) ، مسند أحمد بن حنبل ، جلد 6 ، صفحه 323 ، ح26791 ، ناشر : مؤسسة قرطبة - مصر ۔

-النسائی ، أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن ، خصائص أمير المؤمنين علی بن أبی طالب ، ج 1 ، ص 111 ، ح 91 ، باب ذكر قول النبی صلى الله عليه و سلم من سب عليا فقد سبنی ، تحقيق : أحمد ميرين البلوشی ، ناشر : مكتبة المعلا - الكويت ، الطبعة : الأولى ، 1406 ۔

-الذهبی ، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان أبو عبد الله، تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير و الأعلام ، ج 3 ، ص 634 ، تحقيق : د۔ عمر عبد السلام تدمرى ، ناشر : دار الكتاب العربی – لبنان، بيروت ، الطبعة : الأولى ، 1407هـ - 1987م ۔

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن بخاری اور مسلم نے اس کو اپنی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

الحاكم النيشاپوری ، محمد بن عبد الله أبو عبد الله ، المستدرك على الصحيحين ، ج 3 ، ص 130 ، تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا، ناشر : دار الكتب العلمية - بيروت ، الطبعة : الأولى ، 1411هـ - 1990م ۔

اور ہیثمی نے بھی کہاہے کہ:

رواه أحمد و رجاله رجال الصحيح غير أبي عبد الله الجدلي و هو ثقة۔

احمد نے اسکو نقل کیاہے اور اسکے سارے راوی، صحیح بخاری کے راوی ہیں، غیر از ابو عبد اللہ جدلی کہ وہ بھی مورد اعتماد ہے۔

الهيثمی ، علی بن أبی بكر الهيثمی ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، ج 9 ، ص 130 ، ناشر : دار الريان للتراث، دار الكتاب العربی، القاهرة ، بيروت – 1407

معاویہ کا امیر المومنین امام علی علیہ السلام کو گالی دینا اور دلوانے پر سب سے پہلا ثبوت میں اس متعصب ترین امامِ اہل سنت سے پیش کر رہاہوں جس کی اہل بیت سے دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور جو وہابیوں اور ناصبیوں کا روحانی پیشوا ہے یعنی ابن تیمیہ ملعون۔۔

• آئیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دشمنِ اہل بیت بھی لکھنے پر مجبور ہے کہ معاویہ ابن ابو سفیان، سعد ابن ابی وقاص کو حکم دیتا تھا کہ علی کو گالیاں دے:

و أما حديث سعد لما أمره معاوية بالسب فأبي فقال ما منعك أن تسب علي بن أبي طالب فقال ثلاث قالهن رسول الله صلي الله عليه و سلم فلن أسبه لأن يكون لي واحدة منهن أحب إلي من حمر النعم الحديث فهذا حديث صحيح رواه مسلم في صحيحه۔

روایت سعد: معاویہ نے سعد ابن ابی وقاص کو حکم دیا کہ علی کو گالی دے، لیکن اس نے معاویہ کی بات کو ردّ کر دیا اور اسکے حکم پر عمل نہیں کیا۔ اس پر معاویہ نے اس سے کہا کہ تم کیوں علی کو گالی نہیں دے رہے؟ سعد نے معاویہ کو جواب دیا کہ: میں نے رسول خدا سے علی کی فضیلت کے بارے میں تین باتوں کو سنا ہے، لہذا میں کبھی بھی علی کو سبّ و شتم نہیں کروں گا، اور اگر ان تین صفات میں سے کوئی ایک بھی میرے لیے بیان فرمائی ہوتی تو، یہ بات میرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بھی بالاتر ہوتی۔

یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم نے اسکو اپنی کتاب صحیح مسلم میں ذکر کیاہے۔

إبن تيمية الحرانی، منهاج السنة النبوية ، جلد 5 ، صفحه 42 ، تحقيق : د۔ محمد رشاد سالم ، ناشر: مؤسسة قرطبة ، الطبعة : الأولى، 1406

• اب میں صحیح مسلم کی وہ مکمّل حدیث نقل کر رہا ہوں جس پر ابن تیمیہ جیسے شقی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ اسے صحیح کا درجہ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ،

دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي -

عامر ابن سعد ابن ابی وقّاص نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا کہ حضرت علی (ع) کو سبّ و شتم کرے، لیکن سعد نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

معاویہ (ملعون) نے سعد سے پوچھا: تم علی کو گالیاں کیوں نہیں دیتے؟ سعد نے جواب دیا: تین صفات کی وجہ سے کہ جو میں نے علی (ع) کی شان میں رسول خدا (ص) سے سنی ہیں، اسی وجہ سے میں کبھی بھی ان حضرت کو گالیاں نہیں دوں گا اور اگر ان تین صفات میں سے کوئی ایک بھی مجھ میں پائی جاتی تو یہ بات میرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی!

1 -رسول خدا (ص) نے ایک جنگ کے موقع پر علی (ع) کو اپنے جانشین کے طور پر مدینہ میں اپنا نائب بنایا تو حضرت علی نے ان حضرت سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عوتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟! رسول خدا نے فرمایا: کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ میرے لیے وہی مقام و منزلت رکھتے ہیں کہ جو ہارون کا مقام حضرت موسیٰ کے لیے تھا، بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

2 -اور جنگ خیبر کے دن میں نے رسول خدا(ص) کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں پرچم اسلام اسکے ہاتھ میں دوں گا کہ جو خدا اور رسول سے محبت کرتا ہو گا اور خدا اور رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں! اس بات کو سننے کے بعد ہم سب اس انتظار میں تھے کہ یہ فضیلت ہمیں نصیب ہو لیکن اسی وقت رسول خدا(ص) نے فرمایا علی کہاں ہے؟ علی اس حالت میں رسول خدا کے پاس آئے کہ انکی آنکھ میں درد ہو رہا تھا، رسول خدا نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کی آنکھ پر لگایا تو انکو درد سے شفا مل گئی اور پرچم اسلام کو انکے سپرد کر دیا اور حضرت علی کے وجود کی برکت سے اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

3 -جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسول خدا(ص) نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حواله : صحيح مسلم ، جلد 7 ، صفحه 120 ، كتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه ۔

اہل سنت کی نظر میں اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، کیونکہ کتاب صحیح مسلم اہل سنت کی نگاہ میں ایسی کتاب ہے کہ جسکی تمام روایات صحیح، معتبر اور مورد قبول ہیں، اسی وجہ سے بہت سے علمائے اہل سنت نے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، جیسے

- ۔ ترمذی نے اپنی کتاب سنن میں، کتاب المناقب، باب مناقب علي ابن أبي طالب
- ۔ البانی نے کتاب صحیح سنن ترمذی میں، حدیث نمبر 2932 میں اس روایت کی تصحیح کی ہے
- ۔ ابن کثیر نے کتاب البدایۃ والنھایۃ سال 40 ہجری کے حوادث میں، ج7، ص369
- ۔ ابن اثیر نے کتاب اسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ میں ترجمہ امام علی علیہ السلام میں، ج4، ص99
- ۔ ذہبی نے کتاب تاریخ الاسلام میں، ترجمہ امام علی علیہ السلام میں، ص627 سال 40 ہجری کے حوادث میں
- ۔ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں کئی جگہ پر اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تھوڑا مختصر کرتا ہوں تاکہ تحریر مزید طولانی نہ ہو ورنہ حوالے تو لاتعداد ہیں۔۔

· بلاذری نے کتاب انساب الأشراف میں لکھا ہے کہ:

كتب معاوية إلي المغيرة بن شعبة : أظهر شتم علي وتنقصه --- ۔

معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ سرعام علی کو گالیاں دے اور اسکے عیوب کو بیان کرے۔

حواله : انساب الأشراف ، جلد 5 ، صفحه 30 ، ط الأولي ، دار الفكر ، بيروت ۔

• اہل سنت کے مشہور و معروف مؤرخ امام طبری نے بھی لکھا ہے کہ:

أن معاوية بن أبي سفيان لما ولى المغيرة بن شعبة الكوفة في جمادى سنة 41 دعاه فحمد الله وأثنى عليه ثم قال : ۔۔۔ ولست تاركا إيصاءك بخصلة لا تتحم عن شتم على وذمه والترحم على عثمان والاستغفار له والعيب على أصحاب على والاقصاء لهم وترك الاستماع منهم ۔۔۔ ۔

معاویہ نے جب سن 41 ہجری میں مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا والی و حاکم بنایا تو اسے حکم دیتے ہوئے کہا:

ایک کام کو بالکل بھولنا نہیں ہے اور اسے زیادہ تاکید کے ساتھ انجام دینا ہے، اور وہ کام، علی پر لعنت کرنا اور اسے گالیاں دینا ہے اور اسکے مقابلے پر عثمان کا ذکر احترام سے کرنا اور ہمیشہ اسکے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور علی کے اصحاب کی برائیوں کو بیان کرو اور انکو جلاوطن کرنا اور انکی کوئی بھی بات نہ سننا۔

حواله : تاريخ طبري ، جلد 4 ، صفحه 188

• امام بلاذری نے اور جگہ پر لکھا ہے:

قال : خطب معاوية بالمدينة فحمد الله وأثني عليه ، وذكر علياً فنال منه ، و نسبه الي قتل عثمان و ايواء قتلته والحسن بن علي تحت المنبر ۔

معاویہ نے مدینہ میں خطاب کرتے ہوئے خداوند کی حمد و ثنا کرنے کے بعد علی کو برا بھلا کہا اور پھر اس نے قتل عثمان اور اسکے قاتلوں کو پناہ دینے کی ساری ذمہ داری علی پر ڈال دی، حالانکہ حسن ابن علی بھی وہاں پر حاضر تھے۔

حواله : أنساب الأشراف ، جلد 5 ، صفحه 105

آخر میں اہل سنت کے مفسر قرآن کی تفسیر سے ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ معاویہ کا امام علیؑ پر سب و شتم کرنا کتنے عرصے تک جاری رہا۔

امام آلوسی مفسر مشہور اہل سنت نے آیت «إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ۔۔۔ » سورہ نحل آیت 90، کی تفسیر میں لکھا ہے:

أقامها عمر بن عبد العزيز حين آلت الخلافة إليه مقام ما كانو بنو أمية غضب الله تعالى عليهم يجعلونه في أواخر خطبهم من سب علي كرم الله تعالى وجهه ولعن كل من بغضه وسبه وكان ذلك من أعظم مآثره رضي الله تعالى عنه ۔

عمر ابن عبد العزیز جب خلیفہ بنا تو اس نے احسان و نیکی کو علی پر سبّ و لعن کی جگہ قرار دیا اور زندہ کیا، بنی امیہ کہ خداوند کا غضب ان پر نازل ہو، عمر ابن عبد العزیز کے زمانے تک نماز جمعہ کے خطبوں کے آخر میں علی پر سبّ و لعن کیا کرتے تھے کہ یہ کام عمر ابن عبد العزیز کے لیے ایک افتخار شمار ہوتا ہے۔

حواله : روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ، آلوسي ، جلد 7 ، صفحه 456 ، ط الأولي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، 1422 ه

خدا اور اس کی تمام مخلوقات کی لعنت ہو معاویہ ابن جگر خورہندہ پر صبح و شام۔۔بے شمار

"معاویہ کا حکومت حاصل کرنے کے لیے 70 ہزار اصحاب کو قتل کرنا"

معاویہ کا ہزاروں اصحاب رسول کو قتل و شہید کروانا کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں۔۔اس پر سب بڑی گواہ خود جنگِ صفین ہے -

اب جلدی جلدی کچھ حوالے پیش کرتا ہوں۔۔ مخصوص اصحاب کے

• معاویہ کا حضرت عائشہ کے بھائی اور خلیفہ اول کے بیٹے کو بے دردی سے شہید کروانا اور عائشہ کا معاویہ پر لعنت کرنا

محمد ابن ابو بکر کو معاویہ کے حکم پر گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگا کر شہید کیا گیا۔

فلما بلغ ذلك عائشة جزعت عليه جزعاً شديداً و قنتت عليه في دبر الصلاة تدعو علي معاوية و عمرو۔

جب یہ خبر عائشہ کو ملی تو اس نے بہت زیادہ غم و غصے کا اظہار کیا اور اسکے بعد وہ اپنی ہر نماز کے قنوت میں معاویہ اور عمرو ابن عاص پر لعنت کیا کرتی تھی۔

1. تاريخ الطبري، ج4، ص79
2. الكامل في التاريخ لإبن الأثير، ج3، ص357
3. البداية و النهاية لإبن كثير، ج7، ص349

• معاویہ نے رسول خدا (ص) کے بہت سے بزرگ صحابہ جیسے عمرو ابن حَمِق خزاعی، حجر ابن عدی اور مالک اشتر وغیرہ کو شہید کیا:

- تاریخ الطبري، ج4، ص72و187
- الکامل في التاریخ لإبن الأثیر، ج3، ص353و482
- تاریخ الیعقوبي، ج2، ص230

"معاویہ کا سبطِ رسول حضرت امام حسنؑ کو زہر سے شہید کرنا"

پہلا حوالہ:

الطبقات الکبری میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ:

وقال الشعبي: إنما دس اليها معاوية فقال سمي الحسن وأزوجك يزيد وأعطيك مائة الف درهم فلما مات الحسن

شعبی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

و قال ابن سعد في الطبقات: سمه معاوية مرارا لأنه كان يقدم عليه الشام هو و أخوه الحسين (ع)۔

ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ:

معاویہ نے امام حسن (ع) کو کئی بار زہر دیا کیونکہ وہ معاویہ کے پاس شام آنا چاہتے تھے۔

سبط بن الجوزى الحنفى، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلى بن عبد الله البغدادى ، تذكرة الخواص، ص191۔192، ناشر: مؤسسة أهل البيت . بيروت،

دوسرا حوالہ:

معاوية كما قيل دهاء فدس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس و كانت زوجة الحسن رضي الله عنه شربة و قال لها إن قتلت الحسن زوجتك بيزيد۔ فلما توفي الحسن بعثت إلي معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد۔

معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کر دیا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو، معاویہ نے پیغام دیا کہ میں یزید سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ سالہا سال زندہ رہے۔

السعدي الخزرجي، موفق الدين أبي العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ج1، ص174، تحقيق: الدكتور نزار رضا، ناشر: دار مكتبة الحياة - بيروت۔

تیسرا حوالہ:

امام اہل سنت امام قرطبی اپنی کتاب التعریف بالأنساب میں لکھتے ہیں:

و مات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية۔

حسنؑ مسموم دنیا سے گئے کہ ان کی بیوی نے معاویہ کے حکم ان کو زہر دیا تھا۔

القرطبى الحنفى، أحمد بن محمد بن إبراهيم الأشعري (متوفى550ھ)، التعريف بالأنساب والتنويه بذوي الأحساب، ج1، ص3

چوتھا حوالہ:

امام نویری اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں

قال: و قال أبو قتادة و أبو بكر بن حفص: سم الحسن ابن علي رضي الله عنهما: سمته امرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ قال: و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها في ذلك، وكان لها ضرائر و أنه وعدها بخمسين ألف درهم، و أن يزوجها من يزيد، فلما فعلت وفي لها بالمال، و قال: حبنا ليزيد يمنعنا من الوفاء لك بالشرط الثانى۔

ابو قتادہ اور أبو بكر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسنؑ اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

ایک گروہ نے کہا ہے کہ: یہ کام معاویہ کی سازش کی وجہ سے ہوا کیونکہ معاویہ امام کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ معاویہ نے اس کو وعدہ دیا کہ اگر یہ کام کرو گی تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید کی تم سے شادی کروں گا۔ جب جعدہ نے یہ کام انجام دے دیا تو معاویہ نے اس کو درہم تو دے دیئے اور کہا کہ مجھے یزید کی جان عزیز ہے اس لیے میں اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا۔

النويري،شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب(متوفى733ھ)، نهاية الأرب في فنون الأدب،ج 20، ص201، تحقيق مفيد قمحية و جماعة، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

پانچواں حوالہ:

امام زمخشری نے لکھا

جعل معاوية لجعدة بنت الأشعث امرأة الحسن مائة ألف حتي سمته، و مكث شهرين و إنه ليرفع من تحته كذا طستاً من دم

معاویہ نے ایک لاکھ دینار امام حسن کی بیوی کو دیئے اور اس سے کہا کہ امام کو زہر دے دو، امام اس واقعے کے دو ماہ بعد زندہ رہے۔ زہر کا اتنا اثر ہوا کہ خون سے بھرا ہوا طشت بار بار امام کے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

الزمخشري الخوارزمي، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله (متوفى538ھ)، ربيع الأبرار، ج1، ص438

چھٹا حوالہ:

امام بلاذری نے انساب الأشراف میں لکھا۔۔

معاوية دس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس امرأة الحسن، و أرغبها حتي سمته و كانت شانئة له۔

معاویہ نے مخفی طور پر جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ اور اس کو اتنا اصرار کیا کہ امام کو مسموم کرو، اس کا رابطہ امام سے ٹھیک نہیں تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔۔

و قال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلي ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مائة ألف دينار علي أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت

ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے سازش کی اور سہیل ابن عمرۃ کی بیٹی کہ جو امام حسن کی بیوی تھی، سے کہا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دو تو تم کو ایک لاکھ دینار دوں گا، اس نے بھی اس کام کو انجام دے دیا۔

البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفى279هـ)، أنساب الأشراف، ج1، ص389

ساتواں حوالہ:

أن مروان بن الحكم الذي كان حاكما للمدينة من قبل معاوية بن أبي سفيان قد أرسله معاوية و معه منديل ملطخ بالسم و قال له أن عليه بأي تدبير يستطيعه أن يخدع جعده بنت الأشعث بن قيس زوجة الحسن حتي تقدم بعدها علي إزالة وجود الحسن من هذه الدنيا بواسطة هذا المنديل، وقل لها عني أنها إذا أرسلت الحسن إلي العالم الآخر وأتمت المهمة فإن لها خمسين ألف درهم و أنها ستكون زوجا ليزيد۔ فأسرع مروان بن الحكم إلي المدينة ليقوم بما قاله معاوية و سعي جاهدا إلي خداع جعدة التي كان لقبها (أسماء) التي انطلت عليها الحيلة و نفذت ما قاله معاوية و دست السم للإمام الحسن عليه السلام الذي سري في جسده فنقل إلي دار السلام۔

مروان ابن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ آیا تا کہ معاویہ کے حکم پر عمل کر سکے۔

آخر کار مروان نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

الأحمد نكري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسول الحنفي الهندي، دستور العلماء أو جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، ج4، ص50، تحقيق: عرب عباراته الفارسية: حسن هاني فحص، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

آٹھواں حوالہ:

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا:

عن مغيرة، قال: أرسل معاوية إلي ابنة الأشعث إني مزوجك بيزيد ابني، علي أن تسمي الحسن بن علي، و بعث إليها بمائة ألف درهم

مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

ابو الفرج الاصفهاني، مقاتل الطالبيين، (متوفى356هـ)، مقاتل الطالبين، ج1، ص20، باب رجع الحديث الي خبر الحسن

نواں حوالہ:

امام ابن اعثم شافعی اپنی کتاب الفتوح میں لکھا ہے

سمعنا من الثقات أنه حين قرر معاوية بن أبي سفيان أن يجعل ولده يزيدا ولي عهده، مع علمه بأن هذا الأمر صعب المنال نظر لأن الصلح الذي أبرم بينه و بين الحسن بن علي كان من بين شروطه أن يترك معاوية أمر المسلمين شوري بينهم بعد وفاته۔ لذلك سعي في موت الحسن بكل جهده، و أرسل مروان بن الحكم (طريد النبي صلي الله عليه و آله وسلم) إلي المدينة و أعطاه منديلا مسموما و أمره بأن يوصله إلي زوجة الحسن جعدة بنت الأشعث بن قيس بما استطاع من الحيل لكي تجعل الحسن يستعمل ذلك المنديل المسموم بعد قضاء حاجته و أن يتعهد لها بمبلغ خمسين ألف درهم و يزوجها من ابنه۔ فذهب مروان تنفيذا لأمر معاوية و استفرغ جهده حتي خدع زوجة الحسن و نفذت المؤامرة و علي إثر ذلك انتقل الحسن إلي دار السلام و اغترت جعدة بمواعيد مروان و أقدمت علي تلك الجريمة الشنعاء۔

میں نے مورد اطمینان افراد سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس نے صلح نامے میں امام حسن کو وعدہ دیا تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنائے گا۔ اس لیے اس نے پوری کوشش شروع کر دی کہ امام حسن کو قتل کر دے۔ اسی لیے معاویہ نے مروان ابن حکم کو مدینہ

روانہ کیا اور معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ گیا اور آخر کار اس نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ **جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر اس گناہ کو انجام دیا اور امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔**

الكوفي، أبي محمد أحمد بن أعثم (متوفى314هـ)، كتاب الفتوح، ج 4، ص 319، تحقيق: علي شيري (ماجستر في التاريخ الإسلامي)، ناشر: دار الأضواء للطباعة و النشر و التوزيع . بيروت

دسواں حوالہ:

امام تلمسانی نے لکھا ہے کہ:

و مات الحسن، رضي الله عنه، مسموما يُقال إن امرأته " جَعْدة " بنت الأشعث بن قيس سمَّته۔ دَسَّ إليها معاوية أن تسمَّه فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، و زوَّجها من يزيد فلما مات الحسن وفَّي لها بالمال و قال لها: حاجة هذا ما صنعت بابن فاطمة، فكيف تصنع بابن معاوية؟ فخسرت و ما ربحت۔

حسن (ع) مسموم دنیا سے گئے اور کہا گیا ہے کہ امام کی بیوی نے جعدہ بنت اشعث بن قیس نے امام کو زہر دیا تھا۔ معاویہ نے مخفی طور پر اس کو پیغام دیا کہ اگر تم امام حسن کو شہید کرو تو میں تم کو 40 ہزار درہم دوں گا اور تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کیا تو معاویہ نے اسے درہم تو دیئے لیکن اس سے کہا کہ جب تم نے فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ یہ کیا ہے تو تم میرے بیٹے یزید کے ساتھ کیا کرو گی۔ پس جعدہ نے اپنا نقصان کیا اور اسکو کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

الانصاري التلمساني، محمد بن أبي بكر المعروف بالبري (متوفى644هـ) الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة، ج1، ص282

گیارہواں حوالہ:

امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں،

و قال قتادة و أبو بكر بن حفص سم الحسن بن علي سمته إمرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها من ذلك و كان لها ضرائر و الله أعلم

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

یہ کام معاویہ نے جعدہ کے ساتھ سازش کی تھی اور اسکو یہ کام کرنے پر مال بھی دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاویہ کی چند بیویاں تھیں کہ شاید انھوں نے معاویہ کو یہ کام کرنے کا کہا تھا۔

النمري القرطبي المالكي، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر (متوفی 463ه)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج 1، ص 389، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار الجيل - بيروت

بارہواں حوالہ:

امام مسعودی شافعی نے لکھا ہے کہ:

و ذكر أن امرأته جَعْدة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم، و قد كان معاوية دسَّ إليها: إنك إن احتلْتِ في قتل الحسن وَجَّهت إليك بمائة ألف درهم، و زوَّجتك من يزيد

جعدہ بنت اشعث بن قیس کہ جو امام حسنؑ کی بیوی تھی۔ اس نے امام کو معاویہ کے کہنے پر زہر دیا کیونکہ **معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔**

المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسين بن علي (متوفی 346ه) مروج الذهب، ج 1، ص 346، باب ذكر خلافة الحسن بن علي بن أبي طالب

حوالے اور بھی ہیں پر میں یہاں بارہ امامی ہونے کے باعث فقط 12 حوالے پیش کیے ہیں۔

"معاویہ کی سنتوں پر اصحاب رسول کا برتاؤ"

عائشہ کا معاویہ کو فرعون سے تشبیہ دینا:

اسود ابن یزید کا بیان ہے کہ میں نے عائشہ سے کہا: تمہارے لیے تعجب کی بات نہیں ہے کہ فتح مکہ کا ایک آزاد شدہ آدمی خلافت کے بارے میں اصحاب رسول خدا (ص) کی مخالفت کر رہا ہے؟

اس پر عائشہ نے جواب دیا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے! یہ اللہ کی قدرت حاکمہ ہے جسے وہ نیک و بد سبھی کو عطا کرتا ہے، اور تاریخ میں اس طرح کے اتفاقات پیش آئے ہیں، جیسے فرعون نے چار سو سال تک مصر کے لوگوں پر حکومت کی، اور اسی طرح فرعون کے علاوہ دوسرے کافروں نے بھی اور یہی معاویہ ابن ابوسفیان کی مثال ہے۔

البداية و النهاية ابن كثير ج 8 ص 131

صحابی رسول خدا (ص) حضرت ابن عباس کی نظر میں معاویہ:

صحابی رسول خدا (ص) ابن عباس جنگ صفین کے بارے میں اپنے ایک بیان میں اس طرح فرماتے ہیں کہ:

جگر خوار عورت کے بیٹے (معاویہ) نے علی ابن ابی طالب (رض) کے مقابل جنگ میں بعض کمینوں اور شام کے پست افراد کو اپنا مددگار بنایا۔ رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور داماد جس نے سب سے پہلے رسول اللہ کے ساتھ نماز ادا کی اور اہل بدر (بدری) میں سے تھے، جو کہ تمام جنگوں میں صاحبان فخر اور فضیلت تھے اور ہمیشہ رسول اللہ (ص) کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، جبکہ معاویہ اور ابوسفیان دونوں اس وقت مشرک اور بت پرست تھے۔ یادرکھو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں تمام ہستی ہے، اور اس کو ظہور میں لانے والا ہے، اور ہر ہستی وجود پر حکومت اور سلطنت کے لیے سزاوار ہے، علی ابن ابی طالب رسول اللہ کے ہم رکاب جنگ کرتے تھے، اور علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

خدا اور اس کا رسول جو بھی کہتے ہیں سچ کہتے ہیں،

لیکن اس کے مقابل معاویہ اور ابوسفیان کہتے تھے:

خدا اور اس کا رسول جھوٹا ہے،

لیکن اس کے باوجود معاویہ جس موقعیت کا آج حامل ہے ماضی کی موقعیت سے ہرگز بہتر، یا زیادہ پرہیزگار، اور ہدایت یافتہ نہیں ہے۔

کتاب صفین، ص 360

شرح ابن ابی الحدید ج 1 ص 504

صحابی حضرت عمار یاسر (رض) کی نگاہ میں معاویہ:

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عمار یاسر نے جنگ صفین کے دوران فرمایا:

اے مسلمانو! کیا تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو کہ جس نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کی، رسول کی مخالفت میں جدوجہد کی، مسلمانوں پر مسلح ہو کر تجاوز کیا، مشرکوں کی حمایت کی، اور جب خدا نے چاہا کہ وہ اپنے دین کی حمایت کرے اور اس کو نمایاں کرے اور اپنے رسول کی مدد کرے، تو وہ شخص پیغمبر کے پاس آتا ہے اور مسلمان ہو جانے کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ خدا کی قسم! اس نے اسلام کو ہرگز دل سے قبول نہیں کیا، بلکہ ڈر اور خوف کے سبب اس نے اظہار اسلام کیا، جب پیغمبر دنیا سے گئے تو خدا کی قسم ہم جانتے تھے کہ وہ مسلمانوں کا دشمن اور تباہ کاروں کا دوست ہے؟ ہاں! وہ شخص

معاویہ ہی ہے، لہٰذا تم اس پر لعنت بھیجو، اور اس کے ساتھ جنگ کرو، اس لیے کہ یہ وہ شخص ہے جو دین کی مشعل کو خاموش اور خدا کے دشمنوں کی مدد کر رہا ہے۔

تاریخ طبری ج 6 ص 7

کتاب صفین ص 240

الکامل لابن الاثیر ج 3 ص 136

کتاب صحیح مسلم میں معاویہ کے بارے میں جس میں رسول خدا (ص) نے معاویہ کو اس وقت بد دعا دی جب معاویہ نے رسول خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔

اسی حدیث کی تشریح میں امام نووی نے اہلسنت کے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ:

معاویہ کے بارے میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے، سوائے اس ایک بد دعا والی حدیث کے۔

اب تحریر کا اختتام بھی لعنت کے جملوں کے ساتھ کر رہا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظالِم بِاللَّعْنِ مِنّي وَابْدَأْ بِهِ اَوَّلاً ثُمَّ (الْعَنِ) الثّانِيَ وَالثّالِثَ وَالرّابِعَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ يَزيدَ خامِساً وَالْعَنْ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِياد وَابْنَ مَرْجانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْد وَشِمْراً وَآلَ اَبي سُفْيانَ وَآلَ زِياد وَآلَ مَرْوانَ اِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

جعلی حدیث "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا" کا تحقیقی آپریشن

السلام علیکم، تحفہ یا علیؑ مدد

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے میں نے ضمیر اختر پر اپنی وضاحت پیش کی تھی اور جو ایک اچھا کام انہوں نے بول ٹی وی پر کیا اسے سراہا بھی لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا اگلے پروگرام میں مفتی عابد مبارک نے علم الرجال الحدیث کی بحث چھیڑتے ہوئے اس حدیث کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔۔ کو صحیح حدیث ثابت کیا جس پر ضمیر اختر کچھ نہ کہہ سکے اور یہاں پر بالکل بے زاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کو تاثر دے گئے کہ جو سامنے والا مفتی ہے اس نے شاید درست کہا ہے۔

اب جبکہ ضمیر اختر کی جانب سے کوئی دفاع نہیں کیا گیا جو کہ شاید وہ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ تاریخ کا علم الگ ہوتا جو کوئی بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن سندِ حدیث پر جرح کرنے کے لیے باقاعدہ علم الحدیث حاصل کرنا ہوتا ہے۔

مجھے شدید رنج سے یہ دوبارہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ضمیر اختر مبینہ مرشد کو تشیع کا عالم نہ سمجھا جائے۔۔ خدارا

اب میں مجبور ہوں کہ اس حدیث کو لے کر یہاں اس جاہل مفتی عابد مبارک کو جواب دوں اور وہ بھی خود اسی کی کتابوں سے۔۔

کوشش کروں گا کہ علمی اور عقلی دونوں لحاظ سے اس حدیث کا رد پیش کروں اور وہ بھی مختصر مگر جامع انداز میں۔

یہ وہ حدیث ہے جو مسند أحمد، رقم:17405، جامع الترمذي، رقم:3686 اور المستدرک للحاکم، رقم:4495 وغیرھم میں درج ہے،

<u>اس کا عربی متن یہ ہے:</u>

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّ مِشْرَحَ بْنَ هَاعَانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " لَوْ كَانَ مِنْ بَعْدِي نَبِيٌّ، لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ"

<u>ہم سے بیان کیا ابو عبدالرحمان نے، اس نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حیوہ نے، اس نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عمرو نے اور اسکو مشرح بن ھاعان نے خبر دی کہ اس نے عقبہ بن عامر کو کہتے سنا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ یقیناً عمر بن الخطاب ہوتا۔</u>

سب سے پہلے میں اس حدیث کو عقلی دلیلوں سے رد کرتا ہوں پھر رجال کی بحث سے ثابت کروں گا کہ یہ حدیث علماء اہل سنت میں بھی "ضعیف حدیث" ہے۔

عقلی رد:

تمام امت مسلمہ جانتی ہے اور متفق ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ شرک اور بت پرستی میں گزارا، یہ ایسی بات ہے جو متواتر طریقہ سے ثابت ہے اور اس پر استدلال وبرہان کی ضرورت نہیں ہے، پس کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اس حالت میں نبوت کے قابل ہو؟

دوسری بات یہ کہ مسلمانوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کے لیے عصمت یعنی معصوم عن الخطاء ہونا ضروری ہے اور عمر بن خطاب قطعاً معصوم نہیں تھا، پس جو معصوم نہیں ہے وہ کیسے نبی بن سکتا ہے؟

تیسری بات یہ کہ اس حدیث سے ابو بکر پر عمر کی افضلیت ثابت ہو رہی ہے لیکن اہل سنت اس بات کو قبول نہیں کرتے اور وہ ابو بکر کو بعد رسول تمام اصحاب سے مقدم مانتے ہیں۔ تو کیسے کوئی نبی اپنی امت کے کسی فرد سے کم فضیلت رکھتے ہوئے نبی ہو سکتا ہے؟؟

تو آپ احباب نے دیکھا کہ عقل کسی طور پر ایسی جعلی حدیث کو قبول نہیں کرتی بلکہ یہ حدیث تو ختم نبوت پر حملہ ہے کیونکہ جب "اگر" آ گیا تو وہاں قادیانیوں پر یہ دروازہ کھل گیا کہ بعد رسول خاتم (معاذاللہ) کوئی دوسرا نبی آ سکتا ہے۔

اب آتے ہیں اس بات پر کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف اور وہ بھی علماء اہل سنت کے نزدیک!!

تو سب سے پہلے اسی حوالے پر چلتے ہیں جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے اور تمام اہل سنت اسی حوالے سے اسے پیش کرتے ہیں۔ تو آیئے جانتے ہیں کہ خود انہی اہل سنت محدث کا اپنی اس حدیث پر کیا نظریہ ہے۔

المنتخب من علل الخلال میں درج ہے کہ امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا، کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

فقال: اضرب عليه؛ فإنه عندي منكر۔

ترجمہ: "اس کو کاٹ دو، کیونکہ یہ میرے نزدیک منکر ہے"

تو دیکھا آپ نے۔۔ کہ اپنی مسند میں حدیث کو لانے والا خود اس حدیث سے انکار کرتے ہوئے اسے منکر کہہ رہا ہے۔

اب آتے ہیں دیگر اہل سنت علم الحدیث کے علماء کی طرف کہ ان کی اس جعلی حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے۔

امام ابن حجر العسقلاني اپنی کتاب تھذیب التھذیب میں لکھتے ہیں:

وعلته : مشرح بن هاعان ، فإنه وإن وثقه ابن معين ، فقد قال ابن حبان : " يروي عن عقبة مناكير لا يتابع عليها ، فالصواب ترك ما انفرد به " .

اس حدیث کی سند میں مسئلہ مشرح بن ھاعان ہے، اسکو ابن معین نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ عقبہ سے منکر احادیث بیان کرتا تھا اور کوئی اور سند نہیں ان احادیث کی جو اسکی حمایت کریں، تو بہتر ہے کہ وہ احادیث ترک کی جائیں جن میں وہی راوی ہے۔

حوالہ : تهيذيب التهذيب، جلد 10، صفحه 155

امام ابن جوزي اپنی کتاب الموضوعات یعنی گھڑی ہوئی احادیث میں لکھتے ہیں:

عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُول الله قلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَوْ لَمْ أُبْعَثْ فِيكُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ " هَذَانِ حديثان لَا يصحان عَن رغول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أما الأول: يحيى كَانَ من الْكَذَّابين الْكِبَار۔ قَالَ ابْن عدي: كَانَ يضع الحَدِيث، وَأما الثَّانِي فَقَالَ أَحْمد: وَيحيى بن عبد الله بن وَاقد لَيْسَ بشئ۔ وَقَالَ النَّسَائِيُّ: مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ۔ وَقَالَ ابْن حبَان: انقلبت على مشرح صحائفه فَبَطل الِاحْتِجَاج بِهِ۔

مشرح بن ھاعان نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا تو یقینا تم میں عمر کو مبعوث کیا جاتا (بطور نبی)۔ پھر ابن جوزي کہتا ہے: **یہ احادیث رسول اللہ سے " صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں"۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اسکی سند میں یحیی ہے اور وہ بڑے جھوٹوں میں سے تھا۔ ابن عدي نے کہا کہ وہ احادیث گھڑ تا تھا۔ اور دوسری بات کہ احمد بن حنبل اور یحیی نے کہا ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ متروک ہے حدیث میں۔ ابن حبان نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں نقل کی جاسکتی۔**

حوالہ : الموضوعات، جلد 1، صفحه 320

امام ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس ہی حدیث کی ایک اور سند ہے، جس میں ابو سعید ہے، جو کہ ضعیف روایت ہے

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَفِيهِ عَبْدُ الْمُنْعِمِ بْنُ بَشِيرٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ

اس حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب الاوسط میں نقلکیا ہے اور اس میں عبد المنعم بن بشیر ہے، اور وہ ضعیف راوی ہے۔

حوالہ : مجمع الزوائد، جلد 9، صفحه 68

اب دیکھیے کہ امام ذہبی اپنی تصنیف میزان الاعتدال في نقد الرجال میں کیا لکھتے ہیں۔۔

وعبد المنعم بن بشير متروك متهم ، قال ابن حبان: منكر الحديث جدا، لا يجوز الاحتجاج به۔

وقال الختلى : سمعت ابن معين يقول: " أتيت عبد المنعم ، فأخرج إلي أحاديث أبي مودود ، نحوا من مائتي حديث كذب

عبد المنعم بن بشیر متروک اور متہم ہے، ابن حبان نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اس سے حدیث نقل نہیں کی جاسکتی۔

الختلي نے کہا کہ میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ میں عبد المنعم کے پاس آیا اور اس نے مجھے ابو مودود کی احادیث دیکھائیں، اس میں 200 گھڑی ہوئی احادیث تھیں۔

حواله : ميزان الإعتدال، جلد 2، صفحه 669

تو دیکھا احباب آپ نے کہ یہ حدیث قطعاً صحیح السند نہیں بلکہ ضعیف اور مردود ہے اور عقلی دلائل سے بھی رد شدہ ہے۔

بس اب آخر میں اتنا ہی کہوں گا کہ ضمیر اختر جیسوں کو مرشد کے القابات سے نوازتے ہوئے اس اہل تشیع کا بہت بڑا عالم ظاہر کرتے ہوئے قطعاً قبول نہ کیا جائے بلکہ عوام علماء حق کو سنیں اور ان سے رابطہ رکھیں اور انہی کو اپنی مجالس کی ذمہ داری پیش کریں۔

دل تو چاہ رہا ہے کہ مزید لکھوں اس ضمیری سودے پر لیکن نہیں بس اتنا کہ ایسے جہلاء سے عوام خدارا دور رہیں۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

عمر بن عبد العزیز کی مداح سرائی پر جواد نقوی کو جواب

اس ویڈیو کا عنوان ملاحظہ فرمائیں ذرا۔۔ مبینہ استاد کی ایک بار پھر سے دشمنِ اہل بیت کی شان میں مدح سرائی۔۔

ٹائٹل تو دیکھیں۔۔ **"نجیبِ بنو امیہ و مومنِ آل فرعون"**

واقعی لعنت ہے حد کر دی ہے ان مبینہ استاد نے۔۔

زیادہ لمبی تحریر لکھ کر مومنین کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔۔ بس کچھ الفاظ میں عمر بن عبد العزیز پر حقیقی شیعہ نظریہ پیش کر کے بات کو ختم کروں گا، اور مومنین و مومنات کو سوچنے پر مجبور کروں گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایسے افراد مخصوص علماء تشیع کا لباس پہن کر ان سب حرکات سے کیا حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تو نام نہاد شیعہ عالم المعروف استاد (مبینہ) نے جو یہ ویڈیو ٹائیٹل پر نجیب بنو امیہ لکھا ہے یہ حدیث اہل سنت کے امام ذھبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ جس کا حوالہ یہ ہے

(ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، داراحیاء التراث العربی، ج۱، ص۱۱۹)

مجھے نہیں معلوم کہ مبینہ استاد کے لیے عمر بن عبد العزیز کو لے کر اہل سنت کی روایات سے ویڈیو ٹائیٹل بنا کر پیش کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں۔۔۔

اور اس سے بھی بڑھ کر اُس عظیم مومن کہ جس کا تذکرہ قرآن میں اللہ نے چھپا ہوا مومن کہہ کر کرایا، آخر کیوں اُس مومن سے اس عمر بن عبد العزیز غاصبِ حق آئمہ کو مخاطب کیا۔۔؟؟

ہمیں سوچنا ہو گا کہ ایسے نام نہاد خود کو شیعہ عالم کہلانے والے افراد آخر کس کے ایجنڈے پر کار فرما ہیں۔۔۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مبینہ استاد کے نجیبِ بنو امیہ پر حقیقی شیعہ نظریہ پیش کروں۔۔

ایک واقعہ یاد آ گیا۔۔ حقیقی استاد، شہید سبط جعفر زیدی سے کسی نے ایک محفل میں کہا کہ آپ تو شیعوں میں عمر شریف ہیں۔۔ جس پر استاد شہید نے برجستہ کہا۔۔

شاید آپ کو علم نہیں کہ ہم شیعوں میں عمر کبھی شریف ہوتے ہی نہیں!

اللہ استاد سید سبط جعفر شہید کے درجات بلند فرمائے۔۔

خیر۔۔مومنین یادرکھیں کہ جو بھی مسندِ خلافت پر بیٹھا وہ دشمن اہل بیتؑ ہے کیونکہ مقامِ خلافت فقط اور فقط اہل بیت علیہم السلام کا حق ہے۔ اور یہ مکتبِ تشیع کا بین عقیدہ ہے۔ جس سے انکار کرنے والا قطعاً شیعہ نہیں ہو سکتا۔

امام کے ہوتے ہوئے منصب خلافت پر قابض رہنا ایک گناہ عظیم ہے اور اس ظالمانہ اقدام پر عمر بن عبدالعزیز قیامت کے دن سخت حساب کا شکار ہوگا۔

عمر بن عبدالعزیز مکمل طور پر خلفائے ثلاثہ کے عقائد و طریقے پر تھا۔

خلافت پر قابض رہتے ہوئے چند اچھے کام کرنا اسکو اتنا معتبر نہیں بنادے گا کہ اسے حق نما قرار دے دیا جائے اور اس کے مناقب پر ویڈیو بنادی جائے۔ کیونکہ اس طرح کے چند اچھے کام تو دشمنانِ اہل بیتؑ نے بھی انجام دیئے تھے اور کفار بھی انجام دیتے ہیں۔ المختصر کہ چند لولی پاپ نما اچھے کاموں سے اسکے غصبِ خلافتِ آئمہ کے جرم پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

اس سلسلے میں دو روایات پیش کر رہا ہوں اور مبینہ استاد کو بتانا چاہتا ہوں کہ جس کے وہ قصیدے پڑھ رہے ہیں، اصل میں اس کی حقیقت کیا ہے۔

پہلی حدیث:

حْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ التَّمِيمِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ فَمَرَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَيْهِ شِرَاكَا فِضَّةٍ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ وَهُوَ شَابٌّ فَنَظَرَ إِلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَطَاءٍ تَرَى هَذَا الْمُتْرَفَ إِنَّهُ لَنْ يَمُوتَ حَتَّى يَلِيَ النَّاسَ قَالَ قُلْتُ هَذَا الْفَاسِقُ قَالَ نَعَمْ لَا يَلْبَثُ فِيهِمْ إِلَّا يَسِيراً حَتَّى يَمُوتَ فَإِذَا مَاتَ لَعَنَهُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ أَهْلُ الْأَرْضِ

عبداللہ بن عطاء تمیمی کہتے ہیں: میں امام علی بن حسینؑ (زین العابدینؑ) کے ساتھ مسجد میں تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا گذرنا ہوا، اس نے چاندی کے تسمے پہنے ہوئے تھے اور وہ لوگوں میں سب سے خوبصورت تھا، اس وقت وہ جوان تھا، تو امام علی بن حسینؑ نے اس کی جانب دیکھا اور فرمایا: اے عبداللہ بن عطاء! تم اس عیاش کو دیکھ رہے ہو؟ یہ نہیں مرے گا جب تک لوگوں پر حکومت نہ کرے۔ تو راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: یہ فاسق؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، یہ ان میں کچھ ہی دیر رہے گا یہاں تک کہ موت پالے گا۔ جب موت پائے گا تو آسمان والے اس پر لعنت کریں گے اور زمین والے اس کیلئے مغفرت کی دعاء کریں گے۔

بصائر الدرجات، صفحہ 170

مبینہ استادیہ دوسری حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں

قَالَ أَبُو بَصِيرٍ : كُنْتُ مَعَ اَلْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي اَلْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اَلْعَزِيزِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ مُتَّكِئاً عَلَى مَوْلًى لَهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لَيَلِيَنَّ هَذَا اَلْغُلاَمُ فَيُظْهِرُ اَلْعَدْلَ وَيَعِيشُ أَرْبَعَ سِنِينَ ثُمَّ يَمُوتُ فَيَبْكِي عَلَيْهِ أَهْلُ اَلْأَرْضِ وَ يَلْعَنُهُ أَهْلُ اَلسَّمَاءِ فَقُلْنَا يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ أَ لَيْسَ ذَكَرْتَ عَدْلَهُ وَإِنْصَافَهُ قَالَ يَجْلِسُ فِي مَجْلِسِنَا وَ لاَ حَقَّ لَهُ فِيهِ ثُمَّ مَلَكَ وَأَظْهَرَ اَلْعَدْلَ جُهْدَهُ۔

ابو بصیر کہتے ہیں: میں امام باقرؑ کے ساتھ مسجد میں تھا کہ ان کے پاس عمر بن عبد العزیز حاضر ہوا اور اس نے دو ہلکے لال رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اپنے ایک غلام پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔

تو امامؑ نے فرمایا: یہ لڑکا حکومت میں آئے گا اور عدل کو ظاہر کرے گا اور چار سال زندہ رہے گا، اس پر زمین والے گریہ کریں گے اور آسمان والے لعنت کریں گے۔ تو ہم نے عرض کیا: اے فرزند رسول! کیا آپ نے اس کے عدل و انصاف کا ذکر نہیں کیا؟ تو امام ع نے فرمایا: وہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ (خلافت) پر بیٹھے گا، مگر اسکو اسکا کوئی حق نہیں، پھر وہ بادشاہ بنے گا اور اپنی محنت سے عدل ظاہر کرے گا۔

الخرائج والجرائح، جلد 1، صفحہ 276

مومنین اوپر جو بصائر الدرجات کتاب کا حوالہ ہے وہ کسی معمولی عالم کی لکھی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اس کے مؤلف ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار، صفار قمی (متوفی 290ھ) کے نام سے مشہور، اصحاب امام حسن عسکری (ع) اور تیسری صدی ہجری کے معروف علما میں سے ہیں۔

تو جہلاء کے استاد ملاحظہ فرمائیں کہ امام سجاد و امام باقر علیہم السلام کی اس عمر بن عبد العزیز کے بارے میں کیا رائے تھی، جسے معصومین عیاش، فاسق اور غاصبِ حقِ آئمہ کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں اور آسمانوں پر اس پر لعنت کہہ رہے ہیں۔ تو اب ہمیں مبینہ استاد بتائیں کہ جو امام کی نگاہ میں ان کے حق کا غاصب ہو، جس پر آسمانوں پر لعنت کی جاتی ہو، عیاش ہو اور فاسق بھی۔۔ آخر اس پر ویڈیو بنا کر اور اس کو نجیب و مومنِ آل فرعون کہہ استادِ غیر محترم کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟؟ کیوں وہ اس فاسق اموی بادشاہ کو حق نما پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟؟ مومنین و مومنات اس کا جواب اس مبینہ استاد سے ضرور لیں کہ جس نے کبھی عِصمت انبیاء پر انگلی اٹھا کر مکتبِ تشیع کے جید علماء حق کو قرآن کا خائن کہا تو کبھی مراسم عزاداری پر حملے کیے تو کبھی غلط فقہی مسائل بتا کر اپنی جیبیں گرم کر کے مومنین کے روزے برباد کیے اور کبھی معاویہ کی مدح سرائی کی۔

والسلام علیکم، ابو عبداللہ

کیا امام علیؑ نے اپنی اولادوں کے نام خلفاء کی محبت میں رکھے تھے؟

مختصر جواب یہ ہے کہ:

اول تو ناموں سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ اگر یہ نام امام علی علیہ السلام نے اپنے بچوں کے رکھے تو اس کی وجہ دشمنانِ زہرا سے کوئی ہمدردی تھی۔ جبکہ اہل سنت کی تاریخ کی کتابوں میں یہ خود درج ہے کہ یہ نام اس زمانے میں کئی افراد کے ہوا کرتے تھے۔۔

مثال کے طور پر نام، عمر اور عثمان۔۔

ابن حجر اپنی کتاب میں عمر نام کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

نیز عمر اور اس جیسے دوسرے اسما کثیر رائج تھے۔20 سے زیادہ اس نام کے اصحاب تھے۔

ابن حجر، ج۴، ص۵۸۷تا۵۹۷

نام "عثمان" اس وقت کے رائج ناموں میں تھا یہاں تک کہ تاریخی منابع میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کے 25 اصحاب کا نام "عثمان" تھا۔

ابن حجر، الاصابه، ج۴، ص۴۶۳-۴۴۷

اس کے علاوہ حضرت علیؑ خود عثمان نام کی نامگذاری کی علت کو پیغمبر اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی عثمان بن مظعون کے ساتھ ہم نام ہونا اور ان کی یاد تازہ کرنا ذکر کرتے ہیں۔

اصفهانی، مقاتل الطالبیین، ص۸۹

میرے بس اب تین سوالات ہیں اس کے جوابات اہل سنت بھائی ہمیں دے دیں :

سوال نمبر 1-اہل سنت اپنی ہی کسی کتاب سے ہمیں یہ دکھادیں کہ امام علی علیہ السلام نے اپنی اولادوں کے نام ان کے خلفاء کی محبت میں رکھے تھے۔۔؟

کوئی ایک ضعیف سے ضعیف حدیث لا کر دکھادیں

سوال نمبر 2-اور اگر یہی معیار ہے کسی کا کسی کے لیے محبت ثابت کرنے کا تو پھر یہ اصول صرف امام علیؑ تک ہی محدود کیوں؟؟ اس کا اطلاق تو پھر حضراتِ شیخین پر بھی ہونا چاہیے تو پھر ہمیں بتائیں کہ ان حضرات نے اپنی اولادوں کے نام علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ پر کیوں نہیں رکھے؟؟

سوال نمبر 3- آپ کہتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اپنی اولادوں کے عمر و عثمان نام اس لیے رکھے کہ آپ کو خلفاء سے بہت محبت تھی تو اگر یہی اصول مان لیا جائے تو امام علی علیہ السلام نے اپنے کسی بھی بیٹے کا نام ابو بکر نہیں رکھا تو کیا امام علیؑ کو آپ کے پہلے خلیفہ جو کہ عمر و عثمان سے بھی زیادہ آپ کے نزدیک فضیلت رکھتے ہیں ان سے بالکل محبت نہیں تھی جو اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر نہیں رکھا؟؟

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

عقیدہ امامت پر ابو عبداللہ کا ایک ناصبی سے مکالمہ

میں نے اس بار اُنہیں خود ہی چھیڑ دیا۔۔۔

ارے قبلہ یہ بتائیں کہ آپ کے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں یہ حدیث:**مَنْ مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية** اور اسی طرح امام احمد بن حنبل، امام ہیثمی اور امام طیالسی نے بھی ان الفاظ کے ساتھ کہ **مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية**۔یعنی کہ جو اپنے زمانے کہ امام کی بیعت کیے اور معرفت حاصل کیے مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا تو۔۔یقیناً آپ جاہلیت کی موت مرنا کبھی پسند نہیں فرمائیں گے تو برائے مہربانی مجھے بتا سکتے ہیں کہ آج کے دور میں آپ کا امام کون ہے جس کی اطاعت، بیعت اور معرفت آپ کو جاہلیت کی موت سے بچا سکے؟؟

مجھے گھورتے ہوئے بولے یہ کون سی حدیث ہے؟؟

میں نے بناوٹی حیرت سے انہیں کہا۔۔۔

ارے ارے قبلہ آپ تو اپنے مسلک کے عالم ہیں، آپ کو ہی نہیں پتا کہ یہ حدیث صحیح السند کے ساتھ صحیح مسلم کے علاوہ بھی آپ کی کئی معتبر کتابوں میں درج ہے۔۔ حیرت ہے جناب؟؟

اب غصے میں آ گئے۔۔ ابو عبداللہ کون سی کتابوں میں ہے حوالے پیش کریں۔۔

میں نے مسکرا کر کہا۔۔ قبلہ بتایا تو تھا کہ کن کتابوں میں ہے چلیں کھل کر حوالے مزید دے دیتا ہوں۔

1 -مَنْ مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية ۔

صحيح مسلم ، مسلم النيسابوري ، ج3 ، ص1478و السنن الكبري ، البيهقي ، ج8 ، ص156 و مجمع الزوائد ، ج5 ، ص218 و مشكاة المصابيح ، ج2 ، ص1088و سلسلة الأحاديث الصحيحة ، ج2 ، ص715 ۔

2 -مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية۔

مسند احمد ، احمد بن حنبل ، ج4 ، ص96 و مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص218 و مسند الطيالسي ، الطيالسي ، ص295 و الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج7 ، ص49 و حلية الأولياء ، ج 3 ، ص22 ۔

3 -مَنْ مات وليستْ عليه طاعة مات ميتة جاهلية ۔

مجمع الزوائد، الهيثمي ، ج5 ، ص224 و كتاب السنة ، ج2 ، ص489 ۔

4 -مَنْ مات وليس عليه إمام جماعة فإن موتته موتة جاهلية ۔

المستدرك علي الصحيحين ، ج1 ، ص150

5 -من مات ليس عليه إمام فميتته جاهلية ۔

المعجم الكبير ، الطبراني ، ج 10 ، ص298و المعجم الأوسط ، ج2 ، ص317 و ج4 ، ص232 و مسند أبي يعلي، ج6 ، ص251 و كتاب السنة ، ابن أبي عاصم ، ج2 ، ص489 و مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص224-225۔

چلیں لگے ہاتھ اس حدیث کی درایت پر بھی آپ کے علماء کے قول نقل کر دوں تا کہ بھاگنے کا راستہ مکمل بند ہو کر آپ جاہلیت کی موت سے مر جائیں

ملاحظہ فرمائیں

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح حدیث ہے اور شرط شیخین پر پوری اترتی ہے اور اس کی تائید امام ذہبی بھی کرتے ہیں۔

الحاكم النيسابوري بعد نقل الحديث يقول : هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين۔

و الذهبي ايضا يؤيده ، ج1 ، ص204 ۔

لو جی ہو گئی فاتحہ۔۔اب دیجیے جواب۔۔

کون امام ہے اس زمانے میں؟؟

ششدر مجھے تکتے ہوئے بولے۔۔کچھ وقت دیں آپ کے پیش کیے حوالے دیکھ کر جواب دوں گا۔۔

میں نے فوراً کہا۔۔جی جی کیوں نہیں۔۔بالکل وقت لیں۔۔لیکن صرف اتنا ابھی بتا دیں کہ آپ لوگوں کا تو عقیدہء امامت پر عقیدہ ہی نہیں تو پھر آج امام کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گے؟؟

اب یا تو آج کے دور میں مجھے اپنا امام دکھائیں تا کہ جاہلیت کی موت سے بچ سکیں ورنہ یہ مانیں کہ یہ حدیث ہی درست نہیں۔۔مگر یہ مانتے ہی آپ فوراً کافر ہو جائیں گے کیونکہ حدیث تو صحیح السند ہے جس کا انکار کلامِ رسول کا انکار ہے اور کلامِ رسول کا انکار کرنے والا کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

نوٹ: جواب اب تک نہیں آیا ہے اور سو فیصد یقین ہے کہ کبھی آئے گا ہی نہیں۔

والسلام، ابوعبداللہ

جو اہل بیتؑ کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھتا وہ صحیح بخاری کا مخالف ہے

مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ناصبی جو خود کو اہل سنت کہتے ہیں وہ بغض اہل بیت علیہم السلام میں اندھے بلکہ اوندھے ہو چکے ہیں۔ میں اس پر ان جاہل دشمنانِ اہل بیت سے علمی گفتگو بھی کر سکتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ انہیں علم کی الف بے پے تک نہیں آتی تو انتہائی آسان الفاظ میں ان سے یہ سوال کروں گا کہ

کیا آپ زیادہ بڑے عالم ہیں یا وہ جن کی آپ کتابیں پڑھ کر عالم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟؟ یعنی آپ کے امام بخاری، مسلم وغیرہ؟؟

نہیں معلوم کہ بغضِ اہل بیتؑ میں آپ کیا جواب دیں گے۔۔ چلیں میں ہی آپ کی کتابوں سے اہل بیت علیہم السلام کو علیہ السلام لکھنا ثابت کرتا ہوں۔

سب سے پہلے اس کتاب کا حوالہ جو آپ کے نزدیک قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے یعنی صحیح بخاری۔

<u>تو محترم جا کر دیکھیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں علیہ السلام کس کے ساتھ استعمال کیا ہے۔۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں</u>

صحيح البخاري

كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة

12- بَابُ مَنَاقِبُ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحيح البخاري

كِتَاب الْمَغَازِي

62- بَابُ بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ- عَلَيْهِ السَّلاَمُ- وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

بغور دیکھیں کہ آپ کے امام بخاری نے صرف حدیث ہی نہیں بلکہ مکمل باب اہل بیتؑ کے ساتھ علیہ السلام باندھا ہے۔ یعنی رسول اللہ کے قرابت دار اور مناقب فاطمہ علیہ السلام

اور دوسرا باب باندھ کر تو انہوں نے آپ کو اور مجبور کر دیا کہ امام علی علیہ السلام کے ساتھ علیہ السلام لکھا اور دوسرے صحابی کے ساتھ رضی اللہ عنہ ۔

اب ایک حوالہ اور پھر بات ختم۔۔

سنن ترمذی میں آپ کے امام بھی یوں ہی باب باندھ رہے ہیں

31۔ باب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ

كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

سنن ترمذي

تو محترم جاہل۔۔ اب جا کر پہلے اپنے اسلاف پر فتوے لگائیں کہ انہوں نے کیوں اہل بیت کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے پھر آ کر کسی اور محب اہل بیت پر تنقید کیجئے گا یا فضول ایکٹ پاس کروایے گا ۔

آخر میں بس ایک اور سوال۔۔

آپ اپنی ہی کسی کتاب سے ثابت کر دیں کہ علیہ السلام کا اطلاق فقط انبیاء کرام پر ہوتا ہے اور اہل بیتؑ پر نہیں؟

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

رسول ﷺ، اصحابِ رسول، امہات المومنین اور علمائے اہل سنت کا عزاداری کرنا

السلام علیکم۔۔۔لبیک یا حُسینؑ

میرا شروع سے طریقہ رہا ہے کہ ایامِ عزا کے عشرہ اول میں بہت کم قلم کو حرکت دیتا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ عزاداری پر اجر رسالت کی ادائیگی ہو سکے اور مومنین و مومنات کا ذہن بھی فقط اور فقط عزاداری پر مرکوز رہے نا کہ فضول باتوں میں الجھ کر ان کی توجہ کسی اور جانب ہو جائے کیونکہ ہر سال انہی ایام میں یہ دشمنوں کی جانب سے کھیل رچا جاتا ہے تا کہ شیعوں کو عزاداری سے روکا جا سکے اور انہیں اسی پر لگا دیا جائے کہ وہ یہ ثابت کرتے رہیں کہ عزاداری جائز ہے، رونا جائز ہے، ماتم جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہماری معصوم عوام بھی اسی سازش کا شکار ہو کر خود کو الجھا لیتے ہیں اور ماتم و عزا سے زیادہ وقت سوشل میڈیا پر ان مباحث پر "ضائع" کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

جبکہ ہم پورے سال ان ناصبیوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ان 10 دنوں میں کم از کم ان مباحث کا حصہ نہ بنیں اور اپنا پورا وقت سید الشہداء کی پرسہ داری اور شعائر عزاداری پر وقف کریں۔

خیر۔۔اب سلسلہ یہ ہے کہ کچھ بڑے پلیٹ فارمز پر مراسم عزاداری یعنی گریا کرنا، ماتم کرنا، غم منانا ان سب پر بھرپور وار کیا جا رہا ہے تو اب میری مجبوری ہے کہ اس پر ان دشمنانِ اسلام کو منہ توڑ جواب دیا جائے تا کہ اگلے سال تک اس کے وار سے زخمی رہ کر سوشل میڈیا پر تکفیریت پھیلانے سے باز رہ سکیں۔

اس تمہید کے بعد تحریر میں میں براہ راست اہل سنت حوالوں کے تیر سے دشمن کا جگر پاش کروں گا۔۔ تا کہ جگر خور ہندہ کی یہ نجس پود اپنے جگر کا مزہ بھی چکھ سکیں۔

امام حسینؑ پر رونے کا ثواب کتابِ اہل سنت سے

امام احمد بن حنبل فضائلِ صحابہ، امام طبری ذخائر العقبی میں اور ملا علی قاری اپنی مشکاۃ شریف میں اور امام قندوزی اپنی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْرَائِيلَ، قَالَ: رَأَيْتُ فِي كِتَابِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ بِخَطِّ يَدِهِ، نا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قثنا الرَّبِيعُ بْنُ مُنْذِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، يَقُولُ: مَنْ دَمَعَتَا عَيْنَاهُ فِينَا دَمْعَةً، أَوْ قَطَرَتْ عَيْنَاهُ فِينَا قَطْرَةً، أَثْوَاهُ اللَّهُ عز وجل الْجَنَّةَ۔

احمد بن اسرائیل کہتا ہے کہ: احمد ابن حنبل کی کتاب میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ اسود بن عامر (ابو عبدالرحمن) نے ربیع بن منذر سے نقل کیا ہے کہ اس کے والد نے کہا ہے کہ:

حسینؑ بن علیؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: جس کی آنکھیں ہمارے غم و مصیبت میں اشک سے نم ہو جائیں یا ایک اشک کا قطرہ ہمارے لیے بہائے خداوند اس کو جنت عطا کرے گا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1. فضائل الصحابة لابن حنبل، جلد 2، صفحه 675، حديث 1154
2. ذخائر العقبي في مناقب ذوي القربي، ج 1، ص 19، محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري الوفاة: جمادي الآخرة / 694هـ ، دار النشر : دار الكتب المصرية
3. ملا علي القاري، نور الدين أبو الحسن علي بن سلطان محمد الهروي (متوفاي1014هـ)، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج 11، ص315
4. القندوزي الحنفي، الشيخ سليمان بن إبراهيم (متوفاي1294هـ) ينابيع المودة لذوي القربي، ج 2 ، ص 117

اب اگر کسی ناصبی کے دماغ میں سند حدیث کے چنونے کاٹیں تو ان کے لئے یہ دوا اثر کرے گی

سندِ حدیث: امام حاکم نیشاپوری, امام ابی جرادہ، امام ذہبی، ابن حجر عسقلانی، امام ابن اثیر، امام البانی

هذا حديث صحيح علي شرط البخاري ولم يخرجاه۔

المستدرك علي الصحيحين، جلد 2 صفحه 237

اب آگے بڑھتا ہوں اور ناصبی حضرات کو عزاداری رسول خدا ﷺ سے ثابت کرتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کی امام حسینؑ پر عزاداری اور بلند آواز سے رونا

امام ابن اعثم اپنی کتاب الفتوح میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

خرج النبي صلي الله عليه وآله وسلم في سفر له فوقف في بعض الطريق واسترجع ودمعت عيناه فسئل عن ذلك۔ فقال: هذا جبرائيل عليه السلام يخبرني عن أرض بشط الفرات يقال لها كربلاء يقتل عليها ولدي الحسين ابن فاطمة عليه السلام۔۔۔۔۔وكأني أنظر إلي مصرعه ومدفنه بها وقد اهدي برأسه و الله ما ينظر أحد إلي رأس ولدي الحسين فيفرح إلا خالف الله بين قلبه ولسانه۔۔۔وضج الناس في المسجد بالبكاء

ابن اعثم الکوفی، ابي محمد احمد، الفتوح، تحقيق: على شيرى، دار الأضواء، بيروت، الطبعه الاولى، 1411هـ۔ق، ج4، ص 325 (ابن عباس کی نقل کے مطابق)

سارے ناصبی بغور دیکھیں کہ رسول خدا ﷺ نے صحابہ کے سامنے امام حسینؑ کے لیے مصائب پڑھے ہیں اور صحابہ نے زار و قطار گریہ بھی کیا ہے حتیٰ نہ فقط گریہ بلکہ بین اور شیون بھی کیے ہیں۔

رسول خدا ﷺ کا ولادتِ امام حسینؑ پر گریا

مستدرک الصحیحین، تاریخ ابن عساکر اور مقتل الخوارزمي میں اُم الفضل بنت الحارث سے نقل ہوا ہے کہ:

فدخلت يوما إلي رسول الله (ص) فوضعته في حجره، ثم حانت مني التفاته فإذا عينا رسول الله (ص) تهريقان من الدموع قالت: فقلت: يا نبي الله بأبي أنت وأمي مالك؟ قال: أتاني جبرئيل عليه الصلاه والسلام فأخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا، فقلت: هذا؟ فقال: نعم، وأتاني بتربه من تربته حمراء۔

ایک دن میں حسینؑ کو گود میں اٹھائے رسول خدا ﷺ کے پاس گئی۔ وہ حسینؑ کو دیکھتے ہی اشک بہانے لگے۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ابھی جبرائیل مجھ پر نازل ہوا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے کو میرے بعد جلدی شہید کر دے گی پھر اس نے مجھے شھادت والی جگہ کی خاک بھی دکھائی اور دی ہے۔

حاکم نیشابوری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين ولم يخرجاه۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- مستدرك الصحيحين، جلد 3، صفحه 176
- تاريخ شام در شرح حال امام حسين: صفحه 183 حديث 232
- مجمع الزوائد، جلد 9، صفحه 179
- مقتل خوارزمي، جلد 1، صفحه 159
- تاريخ ابن كثير، جلد 6، صفحه 230 و جلد 8، صفحه 199
- أمالي السجري، صفحه 188
- الفصول المهمه ابن صباغ مالكي، صفحه 154
- الروض النضير، جلد 1، صفحه 89
- الصواعق، صحه 115
- كنز العمال چاپ قديم، جلد 6، صفحه 223
- الخصائص الكبري، جلد 2، صفحه 125

حضرت ام سلمہؑ اور رسول اللہ ﷺ کی عزاداری

امام ترمذی اپنی سنن میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا رَزِينٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي سَلْمَي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَي أُمِّ سَلَمَه وَهِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي الْمَنَامِ وَعَلَي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا۔

سلمی کہتی ہیں کہ: میں ام سلمہؓ کے پاس گئی دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے کیوں گریہ کر رہی ہیں؟ بولیں کہ رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ ان کے سر اور داڑھی خاک آلود ہیں۔ میں نے خواب میں ہی سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوا ہے۔ آپ کی یہ حالت کیوں ہوئی ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں حسینؑ کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

حوالہ: سنن ترمذی، جلد 12، صفحہ 195، کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب الحسن و الحسین۔

اب آگے بڑھتا ہوں اور عزاداری پر ناصبیوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیتا ہوں

عالمِ اہل سنت امام سبط ابن جوزی کا امام حسینؑ کے لئے عزاداری کرنا

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ:

روز عاشورا کے دن سبط ابن جوزی سے کہا گیا کہ منبر پر جا کر مقتل و شھادت امام حسینؑ کو لوگوں کے لیے بیان کریں۔ وہ منبر پر گئے اور رومال چہرے پر رکھ کر زور زور سے گریہ اور اشعار پڑھنے لگے۔ پھر وہ منبر سے اتر کر گریئے کی حالت میں اپنے گھر چلا گئے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

البدایہ و النھایہ، جلد 13، صفحہ 207

اب بات کرتے ہیں اہل سنت کے مخصوص اصحاب کا میت پر گریہ کرنا تا کہ ایک اور پھکی ناصبیوں کے حلق میں جا پھنسے۔

عمر کا نعمان بن مقرن کے لیے گریہ کرنا

بخاری کے بھی استاد امام ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ

عن ابي عثمان: اتيتُ عمر بنعي النعمان بن مقرن، فجعل يده علي راسه و جعل يبكي۔

ابو عثمان کہتا ہے کہ جب نعمان بن مقرن کی وفات کی خبر عمر کو ملی تو وہ ہاتھ سر پر رکھ کر رونے لگا۔

حواله: المصنف، ابن أبي شيبه ، جلد 3، صفحه 175 اور جلد 8، صفحه 21

عمر کا خالد بن ولید پر عورتوں کو عزاداری کی اجازت دینا اور خود بھی ان کے ساتھ ہونا

امام حاکم اپنی مستدرک میں لکھتے ہیں:

عن أبي وائل قال قيل لعمر بن الخطاب رضي الله عنه أن نسوه من بني المغيره قد اجتمعن في دار خالد بن الوليد يبكين وإنا نكره أن يؤذينك فلو نهيتهن فقال عمر ما عليهن أن يهرقن من دموعهن سجلا أو سجلين ما لم يكن لقع ولا لقلقه يعني باللقع اللطم وباللقلقه الصراخ۔

عمر کو کہا گیا کہ بنی مغیرہ کی عورتیں خالد بن ولید کے گھر جمع ہیں اور اس پر رو رہی ہیں۔ اگر آپ کہتے ہو تو ان کو اس کام سے منع کر دو۔ عمر نے کہا کوئی بات نہیں ان کو رونے دو۔

-المستدرك علي الصحيحين، جلد 3، صفحه 336

-الأغاني، جلد 22، صفحه 98

ابن مسعود کا عمر کی موت پر گریہ کرنا

فوقف ابن مسعود علي قبره يبكى۔

ابن مسعود نے عمر کے مرنے پر اس کی قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر گریہ کیا۔

حواله: العقد الفريد، جلد 4، صفحه 283

عبداللّٰہ بن رواحہ کا حضرت حمزہ پر گریہ کرنا

عبداللّٰہ بن رواحہ حمزہ پر رویا اور اس کے غم میں شعر پڑھے۔

حواله : السيره النبويه، جلد 3، صفحه 171

مدینے میں موجود صحابہ اور صحابیات کا امام حسینؑ کی شھادت کی خبر سن کر گریہ کرنا

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

لما قتل عبيد الله بن زياد الحسين بن علي و جيء برأسه إليه دعا عبد الملك بن أبي الحارث السلمي فقال: انطلق حتي تقدم المدينه علي عمر بن سعيد فبشّره بقتل الحسين - وكان عمرو أمير المدينه -۔ قال عبد الملك فقدمت المدينه، فلقيني رجل من قريش فقال: ما الخبر؟ فقلت: الخبر عند الأمير؛ فقال إنا لله وإنا إليه راجعون؛ قتل الحسين بن علي۔

فدخلت علي عمرو بن سعيد، فقال: ما وراءك، فقلت: ما سرّ الأمير؛ قتل الحسين بن علي؛ فقال: ناد بقتله، فناديت بقتله، فلم أسمع والله واعيه قط مثل واعيه نساء بني هاشم في دورهن علي الحسين۔۔۔

جب عبید اللہ بن زیاد نے امام حسین بن علي علیھما السلام کو شھید کیا ان کے سر مبارک کو عبد الملک بن اَبي الحارث سلمی کے لیے لے کر گئے اور کہا کہ مدینے کے لوگوں کو امام حسینؑ کی خبر دو۔ عبد الملک کہتا ہے کہ میں مدینے آیا۔ ایک قریش کے بندے نے مجھے دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا نئی خبر ہے؟ میں نے کہا کہ امیر کے پاس خبر ہے وہ میری بات کے معنی کو سمجھ گیا اور کہا إنا لله وإنا إليه راجعون؛ حسين بن علي کشتہ کو شھید کر دیا گیا ہے۔

عمرو بن سعید، حاکم مدینہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا جو امیر چھپا رہا ہے وہ حسیّن بن علیؑ کا شھید ہونا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی عمر میں ہر گز اس قدر شدید گریہ عورتوں کا مانند جیسا کہ شھادت امام حسین(ع) پر کیا ہے نہیں سنا۔

حواله : تاريخ طبري، جلد 3، صفحه 342

اب آخر میں اس کا بیان جس پر اہل سنت ہم شیعوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ آخر یہ بازار اور سڑکیں بند کر کے عزاداری کیوں کی جاتی ہے تو آئیں وہ تمام اہل سنت اور یہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ذھبی اس بارے میں لکھتے ہیں:

وتوفي ليله الجمعه بين العشاءين الثالث عشر من رمضان۔، وغلقت الأسواق، وجاء الخلق،۔ وكان في تموز، وأفطر خلق، ورموا نفوسهم في الماء۔ وباتوا عند قبره طول شهر رمضان يختمون الختمات، بالشمع والقناديل۔

سبط بن جوزی شب جمعہ 13 ماہ رمضان کو فوت ہوا۔ اس کے مرنے پر بازار بند ہو گئے۔ لوگ زیادہ جمع ہو گئے۔ لوگوں نے غم اور گرمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھا۔ لوگ ماہ رمضان کے آخر تک اس کی قبر پر بیٹھے رہے۔ اس کی قبر پر شمعیں و چراغ جلائے گئے اور ختم قرآن کیا گیا۔ عزاداری اور نوحہ خوانی کی گئی۔

حواله : سير أعلام النبلاء، جلد 21، صفحه 379

اگر اس عنوان کو مزید کھول کر بیان کروں تو اس پر مکمل کتاب لکھنا پڑے گی۔

اب میں دعوت دیتا ہوں تمام اہل سنت کو آؤ اور اب بتاؤ اگر شیعہ تمہارے رسول ﷺ کے نواسے کے غم میں بازار بند کریں، سڑکیں بلاک کریں تو یہ بدعت اور حرام ہو جائے اور تمہارے معمولی سے عالم ابن جوزی کی موت پر اگر یہ سب ہو تو بالکل جائز؟

عمر بن خطاب، حضرت عائشہ، ابن عباس وغیرہ اگر عام صحابہ کی موت پر گریہ کریں تو وہ جائز اور اگر ہم شیعہ امام حسینؑ پر گریہ کریں تو وہ حرام اور بدعت؟!!!

لبیک یا حسینؑ۔۔

عزادار، ابوعبداللہ

عاشورا 10 محرم کا روزہ رکھنا سنت رسول ﷺ نہیں، سنتِ یہود ہے!

یہ تحریر تھوڑی عجلت میں لکھ رہا ہوں فقط برادرانِ اہل سنت کی اصلاح کی خاطر، ان بیچارے عام مسلمانوں کی خاطر جو اپنے شاطر مولویوں کی باتوں سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور عاشور جیسے عظیم غم کے دن روزہ رکھتے ہیں یہ سوچ کر کے یہ سنتِ نبوی ﷺ ہے اور بنو امیہ کی جعلی روایات جیسا کہ یوم عاشورا میں ہی آسمان و زمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔۔۔ اور اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ سے نکاح فرمایا و غیرہ وغیرہ

یہ اہل سنت مولوی جو اس دن کی مناسبت سے قصے کہانیاں سناتے ہیں، کیا وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر یہی سب اس دن ہوا تھا تو پھر اس روزے کی تاکید اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیوں نہیں کی اور خود رسول اللہ ﷺ نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟ (آگے ثابت کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشور کا روزہ نہیں رکھا)

یعنی آج کا مولوی معاذاللہ اپنے ہی رسول ﷺ سے زیادہ عالم و فاضل ہو گیا جو جھوٹی اور سند کے اعتبار سے انتہائی ضعیف اور مردود روایات جو خود اہل سنت علماء کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہیں اسے اتنا بڑھا چڑھا کر عوام کو یہ دن عید کا دن یا انتہائی مبارک دن بنا کر پیش کرتے ہیں۔۔ جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔۔

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی اس دن یعنی یوم عاشورہ کو اللہ کے نبی نے روزہ رکھا تھا؟؟

سب سے پہلے وہ احادیث پیش کرتا ہوں جس کی بنیاد پر اہل سنت مولویوں نے اس دن کو سنت روزے سے منسوب کیا اور اس کا رد بھی انہیں کی کتابوں سے کرتا ہوں۔۔

ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ کیا عاشورہ کا روزہ رسول ﷺ کی سنت ہے یا اسلام دشمن یہودیوں کی۔۔

ابن اثیر نے کتاب کامل فی تاریخ میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ جب مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودیوں نے عاشورا کے دن روزہ رکھا ہوا ہے، لیکن اسکے باوجود ان حضرت نے یہودیوں کو اس کام سے منع نہیں کیا تھا۔

الکامل فی التاریخ ، جلد 7، صفحہ 130

دوسری روایت صحیح بخاری سے ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رضى الله عنهما - قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - الْمَدِينَةَ۔ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ۔ فَقَالَ «مَا هَذَا»۔ قَالُوا هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ۔ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِى إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ۔ فَصَامَهُ مُوسَى۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے اور انھوں نے دیکھا کہ یہودیوں نے عاشوراکے دن روزہ رکھاہوا ہے، حضرت نے فرمایا: یہ روزہ کیاہے؟ یہودیوں نے جواب دیا:

یہ خوشی کادن ہے کہ اس دن خداوند نے بنی اسرائیل کو انکے دشمنوں سے نجات دلائی تھی، لہذا موسیٰ اور انکے پیروکار آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

صحيح بخاری، جلد 2، صفحه 251، حديث نمبر 2004

یعنی یہ طے ہوگیا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنا رسول ﷺ کی سنت نہیں بلکہ یہودیوں کی سنت ہے اور وہ اس دن کو خوشی کا دن مان کر یہ روزہ رکھتے تھے۔

اب آگے چلتے ہیں اور دوبارہ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں ان حضرات کو ایک اور حدیث دیکھا دیتاہوں اور ثابت کر دیتاہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ نہیں رکھا۔۔

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

عائشہ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراکے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول خدا ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اور جب رسول خدا ﷺ مدینہ آئے تو بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور وہ دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، یہاں تک کہ ماہ رمضان کا روزہ واجب ہوگیا کہ اسکے بعد **رسول خدا ﷺ نے عاشوراکے دن روزہ رکھنا ترک کر دیا** اور حکم دیا کہ جس کا دل چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا دل نہ چاہے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

صحيح البخاری، جلد 2، صفحه 250، حديث نمبر 2002، كتاب الصوم، ب 69۔ باب صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ۔

تو قارئین آپ نے یہ حدیث ملاحظہ فرمائی جس میں واضح طور پر بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنا ترک کر دیا تھا۔

لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ ہے اس حدیث میں توہینِ رسالت کی گئی۔۔ کیسے ؟؟ میں بتاتا ہوں۔۔۔

تو دیکھیں کہ ان روایات میں ایک عجیب اشکال موجود ہے اور وہ یہ کہ جسے امام ہیثمی نے کتاب مجمع الزوائد میں بھی ذکر کیا:

ہیثمی نے کتاب مجمع الزوائد میں ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے کہ

انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بصوم عاشوراء وكان لا يصومه۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، حالانکہ وہ خود اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔

مجمع الزوائد، امام هيثمی، جلد 3، صفحه 186

یعنی معاذاللہ رسول اکرم ﷺ اُن باتوں کا حکم دیتے تھے جس پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے۔۔ کیا یہ صریحاً توہینِ رسول نہیں؟؟؟

اس سے بڑی گستاخی دکھاؤں اور وہ بھی صحیح بخاری سے ؟؟

ملاحظہ فرمائیں اہل سنت کا دین اور ان کے ایمان کا لیول۔۔

بخاری نے کتاب صحیح بخاری میں ابن عباس سے ایسے نقل کیا ہے کہ:

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَىْءٍ

رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے کہ جن امور میں اللہ کی جانب سے کوئی حکم صادر نہیں ہوا، ان امور میں اہل کتاب (یعنی یہود و نصارا) کی پیروی کریں۔۔

صحيح البخاری، جلد 4، صفحه 269، حديث 3558، كتاب المناقب، ب 23، باب صِفَه النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

رکیں رکیں ابھی ایک اور حدیث دکھاتا ہوں جسے ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری اور امام زین الدین حنبلی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے۔

و قد كان (ص) يحبّ موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشيء و لا سيّما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان۔

رسول اللہ ﷺ جن امور میں خداوند کی طرف سے کوئی حکم صادر نہیں ہوا، ان امور میں اہل کتاب کی پیروی کرنے کو پسند کرتے تھے، خاص طور پر اگر اس کام میں بت پرستوں کی مخالفت ہی کیوں نہ ہوتی تھی۔

فتح الباری، ابن حجر، جلد 4، صفحہ 213

زین الدین حنبلی، لطائف المعارف، صفحہ 102

یہ ہے خود کو اہل سنت کہنے والوں کا دین۔۔ اللہ اکبر۔۔

تھوڑا سا غور کرنے سے ہر مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام دورِ جاہلیت یا یہودی طور طریقے کا تابع تھا کہ جو رسومات زمانہ جاہلیت یا یہودیت وعیسائیت کی پیغمبر کو اچھی لگتی رہیں، وہ ان پر عمل کرتے رہے؟(نعوذ باللہ) کس قدر شدید گستاخی شانِ رسالت میں۔۔۔ اللہ اکبر

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ ماہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ واجب تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا تو پھر قرآن میں ناسخ و منسوخ موجود ہوتے؟؟ جب اللہ نے ماہ رمضان کے روزے واجب کیے تو ساتھ میں یہ بھی حکم دیتا کہ اب اس کے بعد عاشورا کا روزہ تم پر سے ساقط کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن میں عاشورا کا کوئی تذکرہ ہی نہیں۔۔۔

اب کچھ ان تھوڑے خود ساختہ تحقیق دانوں کو بخاری کی حدیث کو لے کر بات کر لوں کہ جنہیں ہر سند کا کیڑا بہت زور سے کاٹتا ہے۔۔

تو دوبارہ سے بخاری کی وہ حدیث لکھ رہا ہوں جس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عاشورا کا روزہ سنت ہے تاکہ سندی کیڑوں کو خوراک کی فراہمی میں کوئی کمی نہ آ سکے۔۔

تو لیجیے بخاری کی حدیث کا رد انہی کے علماء رجال کی جانب سے۔۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: عائشہ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول خدا ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اور جب رسول خدا ﷺ مدینہ آئے تو بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور وہ دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، یہاں تک کہ ماہ رمضان کا روزہ واجب ہو گیا کہ اسکے بعد **رسول خدا ﷺ نے عاشورا کے دن روزہ رکھنا ترک کر دیا** اور حکم دیا کہ جس کا دل چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا دل نہ چاہے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

حوالہ :صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 250، حدیث نمبر 2002، کتاب الصوم، ب 69۔ باب صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ۔

اس روایت کے سلسلہء سند میں ہشام ابن عروہ راوی کی وجہ سے، اس روایت کی سند میں اعتراض ہے کیونکہ امام ابن قطان نے اسکے بارے میں کہاہے کہ:

أنّه اختلط و تغيّر

وہ تبدیل ہو گیا ہے اور وہ صحیح وغلط مطالب کو آپس میں ملا کر نقل کرتا تھا۔

امام ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا:

أنّه نسى بعض محفوظه أو وهم

وہ اپنی بعض علمی معلومات کو بھول چکا تھا یا ان میں شک کیا کرتا تھا۔

امام ابن خرّاش نے اسکے بارے میں کہاہے کہ:

كان مالك لا يرضاه نقم عليه حديثه لأهل العراق

مالک اس سے راضی نہ تھا اور جب وہ اسکی احادیث کو اہل عراق کے لیے نقل کرتا تھا تو اس پر اعتراض کیا جاتا تھا۔

حواله : ميزان الاعتدال، جلد 4، صفحه 301

لو جی گئی بھینس پانی میں۔۔یعنی یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے مردود ہو گئی۔۔

ایک پوائنٹ قابل توجہ ہے۔۔

پہلی روایت کہتی تھی کہ رسول خدا ﷺ اور قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن میں روزہ رکھتے تھے اور 13 سال مکہ میں بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی لوگوں کو حق انتخاب تھا کہ وہ اس دن روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔

لیکن دوسری روایت کہتی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی تو نہ یہ کہ وہ حضرت اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ اس دن روزہ رکھنے کا انکو علم تک نہ تھا اور جب یہودیوں کو دیکھا کہ انھوں نے اس دن روزہ رکھا ہوا ہے تو تعجب سے ان سے سوال کیا تو جواب سنا کہ ہم حضرت موسی کو نجات ملنے کی خوشی میں آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو میں بھی کفار مکہ کے ہاتھوں نجات ملنے کی خوشی میں اس دن روزہ رکھنے کا موسی سے زیادہ اہل ہوں، اسکے بعد نہ صرف یہ کہ رسول خدا نے خود اس دن روزہ رکھنا شروع کر دیا بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

ہے نا عجیب۔۔۔ بلکہ غریب بھی۔۔۔ اسے کہتے ہیں، ایک جھوٹ چھپانے کے لئے کئی جھوٹ مزید بولنا پڑتے ہیں۔۔ ایک ہی کتاب میں ایک روایت کچھ کہہ رہی تو دوسری کچھ اور۔۔۔

اب بنی امیہ کی جانب سے روز عاشورا کے بارے میں گڑھی گئیں جعلی اور جھوٹی روایات کہ اس دن یہ ہوا تھا وہ ہوا تھا۔۔ فلاں کا نکاح ہو تو فلاں کو نجات ملی۔۔ وغیرہ وغیرہ کا پوسٹ مارٹم انہی کے بزرگ عالم سے پیش کر کے تحریر کو مکمّل کرتا ہوں۔۔

امام مناوی نے روز عاشورا کے بارے میں کچھ اس طرح لکھا

ما يروى فى فضل صوم يوم عاشوراء والصلاه فيه والانفاق والخضاب والادهان والاكتحال، بدعه ابتدعها قتله الحسين (رضى اللّه عنه) وعلامه لبغض اهل البيت، وجب تركه۔

جو کچھ عاشورا کے دن کے روزے کی فضیلت، نماز، انفاق، خضاب کرنے، بالوں میں تیل لگانے اور آنکھوں میں سرمہ لگانے وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، وہ سب بدعت ہے کہ جسکو امام حسین کے قاتلوں نے ذکر کیا ہے اور یہی باتیں انکی اہل بیت کے ساتھ دشمنی کی بھی علامت ہے کہ ان سب بدعتوں کو ترک کرنا واجب ہے۔

حواله : فيض القدير، جلد 6، صفحه 306

تو ثابت ہوا کہ عاشور کا روزہ یہودی رکھتے تھے نہ کہ مسلمان۔۔

بلکہ یو کہوں کہ اس دور میں یہودی رکھتے تھے اور آج ناصبی رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

18 ذوالحجہ، عید غدیر یا تیسرے خلیفہ کا یوم مرگ؟

18 ذوالحجہ کی تاریخ جو عالمین کے لئے عظیم ترین عید کا دن ہے اس دن کو لے کر اس بار نیا شوشا چھوڑا گیا اور سوشل میڈیا پر اس تاریخ کو قتل عثمان کا دن قرار دے کر ولایتِ علیؑ کے اعلان کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

یہ کوئی نیا نہیں ہم شیعوں کے لیے کہ ہمارے تمام متبرک دنوں پر ناصبی حضرات ہمیشہ سے ایسا کرتے آئے ہیں جس سے اس دن کی فضیلت کو کم کیا جائے یا اس پر عوام کا ذہن کسی اور طرف موڑ دیا جائے جیسا کہ یکم محرم کی تاریخ کو مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ سے منسوب کر کے ان کا "یوم شھادت" منایا جانے لگا۔

جبکہ قتلِ عثمان بن عفان ہو یا قتلِ عمر بن خطاب، ہمارا تمام ناصبیوں کو کھلا چیلینج ہے کہ ان تاریخوں کو تم اپنی ہی کسی صحیح کتاب کی کسی صحیح حدیث و روایت سے ثابت کر کے دکھا دو اور یہ بھی ثابت کرو کہ تمہارے ہاں ایسے دن منانا بدعت نہیں بلکہ جائز اور حلال ہیں۔

خیر بات کو مختصر کرتا ہوں! تو اب براہ راست اس پر گفتگو کا آغاز کہ قتل عثمان کے محرکات کیا تھے اور کن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تاکہ صاحبہ کے غلاموں کو اصحابي کالنجوم کی تفسیر پیش کی جاسکے۔

اب مختصر سی بات 18 ذوالحجہ کی تاریخ پر کر لوں کہ اہل سنت میں اس تاریخ کا کیا مقام ہے پھر مفصل انداز میں قتل عثمان پر بات کروں گا۔

عید غدیر کے دن خوشیاں منانا مسلمانوں کی سیرت رہی ہے

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیہ میں عید غدیر کو ان عیدوں میں شمار کیا ہے جن میں تمام مسلمان خوشیاں مناتے تھے اور اہتمام کرتے تھے۔

حواله : ترجمه آثارالباقيه، البيرونى ص/ ٣٩٥

صرف ابن خلکان اور ابوریحان بیرونی نے ہی اس دن کو عید کا دن نہیں کہا ہے، بلکہ اہل سنت کے مشہور معروف عالم امام ثعلبی نے بھی شب غدیر کو امت مسلمہ کے درمیان مشہور شبوں میں شمار کیا ہے۔

حواله : ثمار القلوب فى المضاف و المنسوب ، تاليف ابو منصور عبد الملك بن محمد بن اسماعيل ثعالبى

شیخین (حضرات ابوبکر و عمر) و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حضرت کے منبر سے اترنے کے بعد علی علیہ السلام کو مبارکباد پیش کی اور مبارکبادی کا یہ سلسلہ مغرب تک چلتا رہا۔

شیخین وہ پہلے افراد تھے جنھوں نے امام علیؑ کو ان الفاظ کے ساتھ مبارکباد دی

هنيئاً لک یاعلی بن ابی طالب اصبحت وامسیت مولای ومولیٰ کل مومن ومؤمنة

یعنی اے علی بن ابی طالبؑ آپ کو مبارک ہو کہ صبح و شام میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔

عالم اہل سنت، امام بغدادی، تاریخ بغداد میں نقل کرتے ہیں کہ

جو بھی 18 ذولحجہّ کو روزہ رکھے، خداوند عالم 6 ماہ روزے کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور یہ دن عید غدیر کا دن ہے۔

حواله: خطیب ابوبکر بغدادی، تاریخ بغداد ج ۸، ص۲۸۴

تو ثابت ہوا کہ 18 ذوالحجہ کا دن عید کا دن ہے اور خوشی منانے اور تہنیت پیش کرنے کا دن ہے نا کہ عثمان کے قتل کی تاریخ۔

تو تحریر کو اب میں کچھ حصوں میں یوں تقسیم کر رہا ہوں:

1 - کیا تمام صاحبہ ستاورں کی مانند ہیں؟

2 - عثمان بن عفان کی ذوالنورین والی حدیث جعلی ہے

3 - اسبابِ قتل: عثمان بن عفان کے عظیم جرائم

4 - حضرت عائشہ اور اصحابِ رسول کا عثمان بن عفان کے متعلق بیانیہ

5 - عثمان بن عفان کے گھر کا گھیراو اور قتل میں کون کون اصحاب شامل تھے

6 - عثمان کا معاویہ بن ابوسفیان کو اپنا قاتل قرار دینا

7 - عثمان بن عفان کا توبہ نامہ

8- قتل عثمان پر امام علیؑ کا موقف و عمل

1 - کیا تمام صاحبہ ستاورں کی مانند ہیں؟

ویسے تو اس پر مکمل کتابچہ لکھا جا سکتا ہے پر یہ طوالت سے بچنے کے لئے ایک ہی حدیث پیش کروں گا اور وہ بھی مسلمانوں کی قرآن کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب، صحیح بخاری سے تاکہ سند پر بحث کی ضرورت ہی نہ رہے۔

بخاری نے ابو حازم سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے سہل بن سعد سے سنا ہے:

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہونچ جاؤنگا، اور جو بھی حوض کوثر تک پہونچے گا اور آب کوثر سے سیر اب ہو گا، تو اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی، ایک گروہ حوض کوثر پر میرے پاس آیئگا میں ان کو پہچان لوں گا اور وہ بھی مجھے پہچان لیں گے لیکن میرے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا۔

ابو حازم نے کہا ہے جب میں اس حدیث کو نقل کر رہا تھا تو نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا اور کہا: کیا سھل نے اس طرح بیان کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے اسی طرح سے بیان کیا ہے، تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس طرح کا کلام میں نے ابو سعید خدری سے بھی سنا ہے، لیکن کچھ اضافہ کے ساتھ کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں، تو میں ان سے کہونگا کہ دور ہو جاؤ تم نے میرے بعد تبدیلی کی ہے۔

صحيح بخارى : ج ۴ ، ص ۳۵۵

تو اب ہمارے اہل سنت بھائی بتائیں کہ آپ کے عقیدے میں تو تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ انہیں حوز کوثر سے بھگا دیں گے تو آخر وہ کون سے اصحاب ہیں جنہوں نے بعدِ رسول ﷺ دین میں تبدیلیاں کی تھیں؟؟؟

تو ثابت ہوا کہ اصحابي كاالنجوم کی حدیث ہی جعلی اور باطل ہے ورنہ بخاری یہ حدیث اپنی صحیح میں لاتے ہی نہیں۔

2 - عثمان بن عفان کی ذوالنورین والی حدیث جعلی ہے

اس ذوالنورین پر میں بناتِ رسول والی تحریر میں بھی لکھ چکا ہوں لیکن یہاں بھی دوسری اہل سنت احادیث پیش کر کے مزید ثابت کر دوں کہ یہ ذوالنورین اور دیگر روایات جو عثمان بن عفان کی شان میں موجود ہیں وہ تمام کی تمام جعلی اور گھڑی ہوئی ہیں۔

کچھ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں

حدیث 01:

ابن عباس نے رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: بہشت میں کوئی بھی درخت ایسا نہیں ہے جس کے پتوں کے اوپر یہ لکھا ہوا نہ ہو: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔

كتاب المعجم الكبير ، جلد ١١، ص ٦٣

اب اس حدیث پر اہل سنت علمائے حدیث، امام طبرانی اور امام ذھبی کی رائے ملاحظہ ہو۔

طبرانی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: یہ حدیث جعلی ہے کیونکہ علی بن جمیل اس حدیث کی سند میں موجود ہے اور یہ شخص بہت زیادہ حدیث جعل کرنے والا ہے، اور یہ حدیث فقط اسی سے نقل ہوئی ہے جبکہ ذھبی بھی اس حدیث کو باطل سمجھتا ہے۔

ميزان الاعتدال ، جلد ٢ ،ص٦٣٣

اب ایک اور حدیث پھر اگلے حصے کی طرف بڑھتا ہوں۔۔

حدیث 02:

انس پیغمبر اسلام (ص) سے نقل کرتا ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا:

جس رات مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں بہشت میں داخل ہوا تو اچانک میں نے ایک سیب دیکھا جو حور کے ہاتھ میں لٹکا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ میں عثمان کے لئے ہوں جو مظلوم قتل ہوئے۔

اس حدیث کو ذھبی نے میزان الاعتدال میں عباس بن محمد عدوی وضّاع سے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث جعلی ہے۔ اور ابن حجر کہتا ہے: **اصلاً یہ پیغمبر (ص) کا کلام ہی نہیں ہے۔**

ميزان الاعتدال ، جلد ٢ ص ٣٨٦

كتاب لسان الميزان ، جلد ٣ ،ص ٣٠٨

تو ثابت ہوا کہ جن احادیث کو 18 ذوالحجہ کے دن فضیلتِ عثمان سے پھیلایا جا رہا ہے وہ خود علمائے اہل سنت کے نزدیک جعلی ہیں۔

3 -اسبابِ قتل: عثمان بن عفان کے عظیم جرائم

ویسے تو تیسرے خلیفہ پر اگر چارج شیٹ عوام کے آگے پیش کی جائے تو اس پر مستقل کتاب لکھنا پڑ جائے گی تو تحریر کو مختصر رکھتے ہوئے پوائنٹس کی صورت میں پیش کر رہا ہوں

عثمان بن عفان کی اسلامی احکامات اور اسوہ رسول ﷺ میں تبدیلیاں

-عثمان نے رسول اللہ (ص) کی سنت کے خلاف منا میں نماز پوری پڑھی اور جب صحابہ جیسے عبد الرحمان بن عوف کے اعتراض کا سامنا ہوا اور جواب دینے سے قاصر رہا تو کہا "ہذا رَ اْیٌ رَ اَیْتُہُ " "یہ میری رای ہے جو میں نے دی ہے۔

حواله : تاريخ اسلام، ج4 ص268

-متقی ہندی کے کہنے کے مطابق وضو میں تبدیلی اور شیعہ اور اہل سنت کا اختلاف بھی اس کے دَور خلافت سے شروع ہوا ہے۔

حواله : كنزالعمال ج 9 ص 443 ح 26890

-ایک جگہ عثمان خود اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ہاتھ اور منہ دھونے کے بعد سر کا مسح کیا اور پھر پاؤں کا مسح کیا۔

حواله: المصنف في الأحاديث والآثار ج 1 ص 16

-بنی امیہ کے داغدار ماضی والے افراد کو عوامی خزانے پر مسلط کرنا صحابہ اور تابعین پر ناگوار گزرا۔ مثال کے طور پر مدینہ کے مشرق میں مہرقہ نامی جگہ حارث ابن حکم کو بخشدیا یہ وہی جگہ ہے جہاں جب رسول اللہ ﷺ پہنچے تو پاوں زمین پر مارا اور فرمایا:

یہ جگہ ہماری نماز کی جگہ، طلب باران کی جگہ اور عید الاضحی اور عید فطر کی جگہ ہے اس جگہ کو ویران کرے گا اور اس جگہ سے کرایہ لے گا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو ہماری بازار سے کوئی چیز کم کرے۔

اسی طرح فدک مروان بن حکم کو دیا افریقہ کے خمس، غنائم کو بھی اسے بخش دیا اور یہ واقعہ مسلمانوں پر اتنا ناگوار گزرا کہ عبد الرحمن بن جنبل جمحی نے اس کی مذمت میں اشعار پڑھا۔

حواله: المصنف في الأحاديث والآثار ج 1 ص 16

-اسی طرح اہل سنت منابع کے مطابق عثمان نے اس غنیمت سے جو مسلمانوں کا حق تھا چار لاکھ درہم عبد اللہ بن خالد ابن اسید بن رافع کو اور ایک لاکھ حکم ابن ابی العاص کو دیے۔

حوالہ : البدء و التاریخ، ج ۵، ص ۲۰۰

-عثمان نے عمار یاسر کو کوفہ کی امارت سے برطرف کیا اور اپنے سوتیلے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو اس کی جگہ مقرر کیا، ابو موسی اشعری کو بصرہ کی امارت سے ہٹا کر اپنا ماموں زاد بھائی، عبد اللہ بن عامر بن کریز کو مقرر کیا جبکہ وہ ایک تازہ جوان تھا، عمرو بن عاص کو مصر کی جنگ کا سپہ سالار معین کیا اور عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کے خراج کا متولی بنا دیا جبکہ وہ اسکا رضاعی بھائی تھا۔ پھر عمرو ابن عاص کو سپہ سالاری سے برطرف کر کے دونوں منصب عبد اللہ ابن ابی سرح کے سپرد کیا- جبکہ ان میں سے بعض لوگ تو اسلامی آئین اور پیغمبر اکرم کی معنوی میراث کے اتنے پابند بھی نہیں تھے۔

حوالہ : دینوری، اخبارالطوال/ترجمه، ص۱۷۴

-بعض لوگ جن کو پیغمبر اکرم (ص) نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا، عثمان کے دَور میں اس کی خواہش کے مطابق مدینہ لوٹ آئے اور حکومتی عہدوں پر فائز ہوئے، مثال کے طور پر عثمان نے اپنا رشتہ دار حکم ابن ابی العاص کو جلاوطنی سے واپس بلایا اور اس کے بیٹا مروان کو اپنا مشاور بنایا۔

حوالہ : ابن عبد البر، الاستیعاب، جلد ۳، صفحه ۱۳۸۸

-پیغمبر اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نے اسرار فاش کرنے کے جرم میں خبیث حکم ابن ابی العاص کو شہر بدر کیا تھا اسے عثمان نے مدینہ بلا کر حکومتی عہدے پر فائز کر دیا۔

حوالہ : البدء و التاریخ، جلد ۵، صفحه ۲۰۰ - دینوری، الاخبار الطوال، ۱۳۹

-عبد اللہ بن ابی سرح، عثمان کا رضاعی بھائی، مصر کا گورنر بنا، اس کا ماضی اسلام میں کوئی اچھا نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ مدینہ میں کاتب وحی تھا لیکن مرتد ہوا اور قریش سے جا ملا۔ ایک آیہ شریفہ (سورہ اَنعام / آیہ ۹۳) بھی اسکی مذمت میں نازل ہوئی۔ وہ چونکہ قریش کی نسبت پیغمبر اکرم (ص) کی ذہنیت سے خوب واقف تھا اس لیے پیغمبر اکرم (ص) سے روبرو ہونے کا مشورہ دیتا تھا۔

حوالہ : ابن عبد البر، الاستیعاب، جلد ۱، صفحه ۶۹ - واقدی، مغازی، جلد ۲، صفحه ۷۸۷

-عثمان کا رشتہ دار ولید بن عقبہ جسے عثمان نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا وہ ظاہری طور پر بھی اسلامی احکام کی رعایت نہیں کرتا تھا۔ ایک دن اس نے شراب کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور مسجد میں حاضر لوگوں سے کہا اگر چاہو تو اس سے زیادہ پڑھوں۔

ولید کے شراب پینے کی خبر عثمان تک پہنچی لیکن عثمان نے اس پر شراب پینے کی حد جاری نہیں کی ولید وہ شخص ہے جس کے بارے میں پیغمبر اکرم کے زمانے میں ایک آیہ نازل ہوئی جس میں اسکو فاسق کہا گیا۔

حوالہ : امامت و سیاست/ترجمہ، صفحہ۵۴ - طبری، تفسیر جامع البیان، جلد ۲۶، صفحہ ۷۸

تو حضرات یہ تھے ان لاتعداد جرائم میں سے کچھ کا ذکر جو عثمان بن عفان نے اپنی خلافت کے دور میں انجام دیئے اور یہی جرائم اس کی قتل کی وجہ بنے۔ اب کیا کوئی عقل و شعور رکھنے والا انسان ایسے فرد کے لئے لفظ شہادت استعمال کر سکتا ہے کہ جس نے دین اسلام اور اسوہ رسول کو بدل ڈالا اور احکاماتِ دین کا کھلم کھلا مزاق اڑایا؟

اب آگے چلتے ہیں۔۔

4 - حضرت عائشہ اور اصحابِ رسول کا عثمان بن عفان کے متعلق بیانیہ

اس حصہ پر بھی اگر تفصیل سے بحث کی جائے تو اس پر بھی پوری کتاب تشکیل پا سکتی ہے کہ کن کن اصحابِ رسول اور ازواج رسول کی عثمان بن عفان کے بارے میں کیا رائے تھی۔۔

بس مختصر بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں تا کہ مزید حصوں پر بھی لکھ سکوں۔۔

اس حقیقت پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سب سے زیادہ عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو عثمان کی مخالفت پر برانگیختہ کیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جو کہ عثمان کے قتل پر منتج ہوئے۔

ان مخالفین میں زبیر بن عوام سب سے پیش پیش تھے اور طلحہ بن عبید اللہ اول الذکر کی بہ نسبت کچھ کم مخالف تھے۔

عثمان نے بھی ایک دفعہ طلحہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

ویلی من طلحه ! اعطیته کذا ذهبا وهو یروم ۔۔ اللهم لا تمتعه به ولقه عواقب بغیه"

مجھے طلحہ پر سخت افسوس ہے کہ میں نے اسے اتنا سونا دیا تھا اور وہ آج مجھے قتل کرنا چاہتا ہے پروردگار! اسے دولت سے لطف اندوز نہ کرنا اور اسے بغاوت کے انجام بد تک پہنچانا۔

حوالہ : الفنته الکبری ، صفحہ 8

قتل عثمان میں حضرت عائشہ کا کردار تو بالکل واضح ہے۔

حضرت عائشہ ہی وہ خاتون تھیں جنہوں نے کئی دفعہ رسول خدا(ص) کی قمیص دکھا کر عثمان کو کہا تھا کہ:

رسول خدا ﷺ کی ابھی قمیص بھی بوسیدہ نہیں ہوئی مگر تم نے ان کی سنت کو ترک کر دیا۔

اور کئی مرتبہ پردہ کے پیچھے سے کھڑے ہو کر انہوں نے قتل عثمان کا ایسے فتویٰ دیا تھا۔

"اقتلوا نعثلا عثمان فقد كفر"

تم نعثل عثمان کو قتل کرو کہ وہ کافر ہو گیا ہے"

حوالے:

1- إبن الأثير – النهاية في غريب الحديث -الجزء : (5) – رقم الصفح(79)
2- إبن الأثير – الكامل في التاريخ -الجزء : (3) – رقم الصفحة(207 / 206)
3- تاريخ الطبري – الجزء : (3) – رقم الصفحة(477)
4- أحمد بن أعثم الكوفي – كتاب الفتوح – الجزء : (2) – رقم الصفحة(437)
5- إبن قتيبة الدينوري – الإمامة والسياسة – تحقيق الشيري – الجزء : (1) – رقم الصفحة(72)
6- إبن قتيبة الدينوري – الإمامة والسياسة – تحقيق الزيني – الجزء : (1) – رقم الصفحة(51)
7- الرازي – المحصول – الجزء : (4) – رقم الصفحة(343) :
8- الحلبي – السيرة الحلبية – الجزء : (3) – رقم الصفحة(356)
9- إبن أبي الحديد – شرح نهج البلاغة – الجزء : (6) – رقم الصفحة(215)
10- إبن منظور – لسان العرب – الجزء : (11) – رقم الصفحة(670 – 669)
11- الزبيدي – تاج العروس – الجزء : (8) – رقم الصفحة(141) :

حضرت عبداللہ بن مسعود کی وصیت:

حضرت ابن مسعود وصیت کر کے گئے تھے کہ ان کی نماز جنازہ میں عثمان شامل نہ ہو۔

حواله : البلاذری ـانساب الاشراف ـجلد چهارم ـ ص ۲۷

عبدالرحمن بن عوف کی وصیت:

عبدالرحمن بن عوف یہ وصیت کر کے مرے تھے کہ ان کے جنازے میں عثمان شریک نہ ہو۔

حواله: البلاذری ـانساب الاشراف ـ جلد پنجم ـ ص ۷۴

عثمان کے متعلق حجر بن عدی کا عقیدہ:

عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی حکومت میں ظلم کیا اور ناحق کام انجام دیا۔

حواله : تاريخ الطبرى : ج 5 ص 275 - أنساب الأشراف : ج 5 ص 266

یہ تھے کچھ حوالے اب اگلے حصے پر بڑھتے ہیں

5 - عثمان بن عفان کے گھر کا گھیراو، کون کون اصحاب شامل تھے

مروّج الذھب میں ذکر ہوا ہے: ۳۵ویں ہجری میں کوفہ سے حضرت مالک بن حارث نَخَعی دو سو افراد کے ساتھ، بصرہ سے حضرت حکیم بن جنبلہ عبدی سو افراد کے ساتھ، مصر سے حضرت عبد الرحمن بن عدیس بلوی (واقدی اور دیگر سیرت لکھنے والوں نے اس کا شمار ان افراد میں کیا ہے جنھوں نے صلح حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی جو ""بیعت شجرہ"" یا ""بیعت رضوان"" کے نام سے معروف ہے) چھے سو افراد کے ساتھ اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ جیسے حضرت عمرہ بن حَمِق خزاعی اور حضرت سعد بن حُمران تجیبی مصر سے روانہ ہوئے۔

پہلے خلیفہ کے بیٹے حضرت محمد بن ابی بکر بھی مصریوں کے ہمراہ تھے انھوں نے مصر میں اپنی تقریر سے عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔

حوالے:

تاب مروّج الذہب : جلد ۲ صفحہ ۳۵۲

تاریخ مدینہ ، جلد٤ ، صفحہ ۱۱۵۵تا ۱۱٦۰

عشرہ مبشرہ میں شامل طلحہ بن عبید اللہ کا عثمان کے خلاف اہل مصر کو امادہ کرنا

کتاب الامامة والسياسة میں آیا ہے کہ طلحہ نے اہل مصر کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے ان کو عثمان کے قتل کے لیے آمادہ کیا جس کا مضمون اس طرح سے ہے:

اس خدا کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے مصر میں رہنے والے مہاجرین اور شورا کی باقی صحابہ امابعد ہماری طرف آو اور جانشین پیغمبر کو آکر سنبھال لو قبل اس کے کہ وہ سزا دینے والے والوں کی گرفت میں اجائے کیونکہ کتاب خدا کو تبدیل اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بہت تبدیلی آگئی ہے اور پہلے دونوں خلیفہ کے احکام کی صورت کو بدل دالا ہے، ہم باقی اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نیک تابعین کو کہ جو اس خط کو پڑھیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ ہماری طرف آئیں اور ہمارا حق ان سے دلائیں، اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے پاس آو اور حق کو وہیں اس کی جگہ پر قائم کرو جس طرح سے وہ تمہارے پیغمبر اور دونوں خلفاء سے جدا ہو گیا ہے، ہمارے حق اور حصہ پر جو بیت المال سے تھا اس پر مسلط ہو گئے ہیں ہم اور ہمارے کاموں میں رخنہ پیدا کر دہا ہے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی جانشینی رحمت تھی لیکن اب یہ سلطنت ایک ستم ہے جو بھی جس چیز پر مسلط ہے وہ اس کو کھا رہا ہے۔

حواله: الامامة والسياسة : جلد ۱، ص ۵۳

عثمان کے گھر تک کھانا اور پانی پہنچنے پر پابندی

کتاب الامامة وا لسیاسة میں ذکر ہوا ہے کہ کوفہ سے مالک اشتر نخعی کی قیادت میں ایک ہزار اور مصر سے ابن ابی حذیفہ کی قیادت میں چار سو افراد آئے، ان کے علاوہ کوفہ اور مصر کے رہنے والے کچھ لوگ پہلے ہی سے عثمان کے گھر کے سامنے موجود تھے اور طلحہ ان دونوں گروہوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

طلحہ نے ان سے کہا: جب تک عثمان تک کھانا اور پانی پہنچتا رہے گا وہ تمہارے محاصرہ سے نہیں ڈرے گا، لہذا یہ لوگ عثمان تک پانی اور کھانا پہنچنے میں مانع ہوئے۔

حواله : الامامة و السيا سة : جلد۱، ص٥٦

تاریخ الطبری میں (عبد الرحمن بن یسار سے نقل ہوا ہے) ذکر ہوا ہے کہ جب لوگوں نے ان چیزوں کا ملاحظہ کیا جو عثمان نے انجام دی تھیں تو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جو صحابی مدینہ میں تھے انھوں نے پیغمبر اسلام کے ان اصحاب کو جو مدینہ سے باہر تھے اس طرح سے تحریر کیا:

تم لوگ راہ خدا میں جہاد کرنے اور دین محمد کی حفاظت کے لیے باہر گئے ہو لیکن دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پیچھے تباہ و برباد ہو گیا ہے، لہذا جلدی کرو اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سہارا دو۔

اصحاب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاروں طرف سے آ گئے یہاں تک کے عثمان کو قتل کر دیا گیا۔

حوالے:

تاريخ الطبرى : جلد٤ ، ص ٣٦٧

كتاب الكامل فى التاريخ : جلد ٢ ص ٢٨٧

شرح نهج البلاغه : جلد ٢ص ١٤٩

عثمان کے قتل میں حضرت محمد بن ابی حذیفہ کا منصوبہ

ابو القاسم محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ عیشمی، عتبہ بن ربیعہ کہ جو (مشرکین کا سردار تھا)(1) اس کا نواسہ اور معاویہ کے ماموں کا بیٹا تھا(2) محمد کا باپ مکہ میں مسلمان ہوا تھا محمد کے ماں باپ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں پر محمد کی ولادت ہوئی(3) اور محمد نے اپنے والدین کی شہادت کے بعد عثمان کے یہاں پرورش پائی(4)۔

تعجب کی بات ہے کہ جب لوگوں نے عثمان کے خلاف شورش کی تو محمد بھی اس وقت عثمان کا شدید مخالف تھا(5) اس نے اہل مصر کو عثمان کے خلاف بہت اُکسایا(6) اور ظاہری طور پر عثمان کے (گھر) کا محاصرہ کرنے اور اس کے قتل میں شریک تھا(7)۔

اسی بات کے ضمن میں تاریخ الطبری میں (زہری سے نقل) ہوا ہے: کہ اسی سال جب عبداللہ بن سعد جو کہ (مصر کا حاکم تھا جب رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلا) تو محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ بھی اس کے (لشکر میں) ساتھ ساتھ تھے ،انھوں نے عثمان کے عیوب اور اس کی بدعتوں و نیز دونوں خلفاء کی روش سے مخالفت کو اس کے سامنے بیان کیا اور اس کے خون کو مباح قرار دیا اور کہا: کہ عثمان نے عبداللہ بن سعد کو اپنا گورنر بنایا ہے جبکہ یہ وہی ہے کہ جس کے خون کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا، پیغمبر خدا نے جس کو مدینہ سے باہر نکال دیا تھا عثمان نے اس کو واپس بلالیا، پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب کو ایک طرف کر دیا اور سعید بن عاص و عبداللہ بن عامر کو اپنا کارندہ (گورنر) بنالیا، جیسے ہی یہ خبر عبداللہ بن سعد کو پہونچی تو اس نے ان سے کہا: کہ ہمارے ساتھ مت آو، پس یہ دونوں ایک ایسے گروہ کے ساتھ ہو گئے جن میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا جس وقت انھوں نے دشمنوں سے ملاقات کی تو اس وقت ان دونوں کی حالت مسلمانوں سے بتر تھی جب ان سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو انھوں نے کہا: کس طرح سے ایسے شخص کے ہمراہ رہکر جنگ کریں جو اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے حکم کو قبول کیا جائے؟ چونکہ عبداللہ بن سعد کو عثمان نے اپنا گورنر بنالیا اور عثمان نے ایسا ایسا کیا ہے لہذا اس کی فوج کے سپاہی بھی جنگ کرنے میں سستی کرنے لگے اور عثمان کے عیبوں کو برملا بیان کرنے لگے)

حوالے ملاحظہ فرمائیں

(1)۔ سیر أعلام النبلاء : جلد۳ص ٤٨٠ الرقم ١٠٣، المستدرک علی الصهیحین : جلد ٣ ص ٢٤٧۔

(2)رجال الكشی: جلد ١ ص ٢٨٦ الرقم ١٢٥، كتاب الغارات : جلد ١ ص ٣٢٨، تاريخ الطبری : جلد ٥ ص ١٠٦، اُسد الغابه : جلد ٥ ص ٨٢ الرقم ٤٧٢٠۔

(3)۔ الطبقات الكبری : جلد ٣ ص ٤٨، المعارف :لابن قتيبة : ص ٢٧٢، تاريخ الاسلام للذهبی : جلد ٣ ص ٦٠٢، سير أعلام النبلاء : جلد ٣ ص ٤٧٩ الرقم ١٠٣۔

(4)۔ المعارف : لابن قتيبة : ص ٢٧٢،تاريخ الاسلام للذهبی : جلد ٣ ص ٦٠٢، سير أعلام النبلاء : جلد ٣ ص٤٨٠، الرقم ١٠٣، الاستيعاب : ج٣ ص ٤٢٦ الرقم ٢٣٥٤۔

(5)۔ الاستيعاب : ج٣ ص ٤٢٦ الرقم ٢٣٥٤ ، اُسد الغابه : جلد ٥ ص ٨٢ الرقم ٤٧٢٠، الانساب الاشراف : جلد ٦ ص ١٦٣، تاريخ الطبری : جلد ٤ ص ٢٩٢، الكامل فی التاريخ : جلد٢ ص ٣٥٢۔

(6)۔ الطبقات الکبری : جلد ۳ ص۸٤، الانساب الاشراف : جلد ٦ ص ١٦٤، تاریخ الطبری : جلد ٤ ص ۲۹۲، الکامل فی التاریخ : جلد۲ ص ۳٥۲و۳٥۳۔

(7)۔ اُسد الغابة : جلد ٥ ص ۸۲و ۸۳ الرقم ٤۷۲۰۔

(8)۔ تاریخ الطبری :جلد۲ ص ۳٥۲و۳٥۳، الکامل فی التاریخ : جلد۲ ص۲٥٤

اب جلدی جلدی مزید آگے بڑھتا ہوں کہ تحریر بہت طویل ہو گئی ہے

6 – عثمان کا معاویہ بن ابوسفیان کو اپنا قاتل قرار دینا

تاریخ طبری میں (محمد بن سائب کلبی سے نقل کرتے ہوئے) ذکر ہوا ہے جیسے ہی عثمان نے یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور لوگ کس طرح سے ان کے مقابلہ میں کھڑے ہیں تو انھوں نے شام میں معاویہ بن ابی سفیان کو ایک خط لکھا:

اس خدا کے نام جو بخشنے والا اور مہربان ہے، امابعد، اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں، میری اطاعت نہیں کرتے، انھوں میری بیعت توڑ دی ہے لہذا تمہارے پاس جو شامی جنگجو ہیں ان کو کسی بھی طرح سے میری طرف بھیج دو ۔

جب خط معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ انتظار کرنے لگا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اصحاب پیغمبر (عثمان کے خلاف) جمع ہو گئے ہیں اس لئے ان کی مخالفت کرنا بہتر نہیں ہے (۱)۔

نیز تاریخ اسلام میں (ابن زبیر اور ابن عباس کے نقل کے مطابق) ذکر ہوا ہے: عثمان نے مِسوَر بن مَخرَمہ کو معاویہ کے پاس بھیجا (اور اس کو یہ ذمہ داری دی) کہ وہ معاویہ کو اطلاع کر دے کہ عثمان محاصرہ میں ہے اور اس کو حکم دیا کہ وہ بہت جلد ایک لشکر اس کی طرف بھیج دے۔

جیسے ہی مسور، معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہ، مسلم بن عقبہ، اور ابن حدیج سوار ہو کر مدینہ کے لیے نکل پڑے اور دس دن میں شام سے مدینہ پہونچ گئے، معاویہ آدھی رات کے وقت عثمان کے پاس پہونچا، اس نے عثمان کے سر کا بوسہ لیا۔

عثمان نے کہا: تمہارا لشکر کہاں ہے ؟

معاویہ نے کہا: ہم صرف تین آدمی آئے ہیں۔

عثمان نے کہا: خداوند عالم تجھے رشتہ داری کی نعمت نہ دے اور تیری مدد نہ کرے، تجھے جزاے خیر نہ دے، خدا کی قسم میں صرف تیری وجہ سے قتل کیا جاؤں گا اور تیری وجہ سے مجھ سے یہ انتقام لیا جا رہا ہے۔

معاویہ نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں! اگر میں تمہاری طرف لشکر بھیج دیتا اور ان لوگوں کو معلوم ہو جاتا تو یہ تمہارے قتل کرنے میں جلدی کرتے، لیکن میرے ساتھ تیز دوڑنے والے گھوڑے ہیں میرے ساتھ اسی وقت باہر نکلو، کسی کو بھی میرے آنے کی اطلاع نہیں ہے، خدا کی قسم ہم تین دن میں شام کی سرحد کو عبور کر جائیں گے۔

عثمان نے کہا: تم نے غلط مشورہ دیا ہے اور اس مشورہ کو قبول نہیں کیا۔

معاویہ بہت جلدی وہاں سے واپس چلا گیا۔

مسور مدینہ میں ذومروہ(۱) کے راستہ سے اس وقت داخل ہوا (جب عثمان، معاویہ کو سرزنش کر رہا تھا اور اس کے عذر کو بھی قبول نہیں کر رہا تھا)۔

عثمان کا جب دوبارہ محاصرہ ہوا تو پھر دوبارہ مسور کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کی مدد کے لیے آئے، لیکن معاویہ نے کہا: عثمان نے (ایک مدت) نیکی کی تو خدا نے بھی اس کے ساتھ نیکی کی پھر جیسے ہی اس نے اپنے طور طریقہ کو بدل ڈالا تو اللہ نے بھی اپنے طریقہ کو بدل دیا اور اس کے اوپر سختی کر دی۔

پھر اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: تم نے عثمان کو اکیلا چھوڑ دیا اور جب اس کی جان خطرہ میں پڑ گئی تو مجھ سے کہتے ہو: اس سے موت کو دور کر دو، میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد معاویہ مجھے اپنے نزدیک ایک باغ میں لے گیا اور پھر کوئی میرے پاس نہیں آیا، یہاں تک کہ عثمان قتل کر دیا گیا(۲)۔

نیز تاریخ یعقوبی میں آیا ہے: (عثمان) نے معاویہ کو (خط) لکھا اور اس سے درخوست کی کہ بہت جلد اس کے پاس پہنچ جائے لہٰذا وہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔

پھر معاویہ نے فوج سے کہا: تم یہیں شام کے قریب توقف کرو میں امیر المومنین کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کے صحیح حکم سے آگاہ ہو جاؤں، پھر وہ عثمان کے پاس آیا۔

عثمان نے پوچھا کتنے دن میں آئے ہو؟

معاویہ نے کہا: میں تمہارا نظریہ معلوم کرنے آیا ہوں، پھر ان کے پاس واپس جا کر ان کو تمہارے پاس لے آوں گا۔

عثمان نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں قتل ہو جاوں تاکہ تم بعد میں یہ کہہ سکے کہ میں ان کے خون کا ولی ہوں! واپس جاو اور ان کو میرے پاس لے آئو۔

معاویہ واپس چلا گیا؛ لیکن عثمان کے پاس واپس لوٹ کر نہیں آیا یہاں تک کہ عثمان قتل ہو گیا(۳)(۴)۔

حوالہ جات:

(۱) معجم البلدان : جلد٥ ،ص ١١٦ ۔

(۲) ۔ تاریخ الاسلام للذهبی : جلد ٣، ص ٤٥٠ ، تاریخ دمشق : جلد ٣٩ ، ص ٣٧٧، اور اسی کے مثل ۔

(۳) ۔ تاریخ الیعقوبی : جلد ٢، ص ١٧٥۔

(٤) ۔ محمد محمد ی ری شہری ، دانش نامه امیر المومنین (علیه السلام) جلد ٣، ص ٣١٣۔

حضرت ابو ایوب انصاری کے بقول عثمان کا قاتل معاویہ بن ابوسفیان

کتاب الامامة والسياسة میں معاویہ کو ابو ایوب کے خط میں ذکر ہوا ہے:

ہمیں عثمان کے قاتلوں سے کیا مطلب؟ جس نے عثمان کو منتظر اور شامیوں کو اس کی مدد کرنے سے باز رکھا، وہ تو ہے اے معاویہ تو ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے وہ انصار کے افراد نہیں تھے۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

کتا ب الامامة والسياسة : جلد ١، ص ١٣٠

شرح نهج البلاغه : جلد ٨، ص ٤٤؛ واقعه صفين : ص ٣٦٨

عثمان کے قتل کے بارے میں ابو طفیل کی معاویہ کے ساتھ بات چیت

تاریخ الخلفاء میں (ابو طفیل عامری بن واثلہ صحابی کے بارے میں) آیا ہے کہ

وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے اس سے کہا: کیا تو عثمان کا قتل کرنے والوں میں سے نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن وہ لوگ ہیں جو مدینہ نے میں اس وقت موجود تھے اور اس کی مدد نہیں کی۔

معاویہ نے کہا: عثمان کی مدد کرنے کو کس چیز نے تجھے منع کیا؟

تو اس نے کہا: اس وجہ نے کہ مہاجرین وانصار نے ان کی کوئی مدد نہیں کی

تو معاویہ نے کہا: آگاہ ہو جاؤ ان کی گردنوں پر اس کی نصرت کا حق واجب تھا

تو اس نے کہا: ائے امیر المومنین تمہارے ساتھ تو خود شام کے لوگ موجود تھے پھر تم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی؟

معاویہ نے کہا: کیا میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں یہ کافی نہیں ہے؟

تو ابو طفیل نے مسکرانے کے بعد کہا:

تو اور عثمان شاعر کے اس شعر کی مانند جو ہو جو اس نے کہا:

لا ألفینکَ بَعد الموت تَندبُنی ۔ وفی حَیاتی مازَوّدتَنی زاد

تجھے اپنی موت کے بعد گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھو گا۔ کیونکہ میری زندگی میں تو تم نے کوئی ساتھ نہیں دیا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ الخلفاء : ص ٢٣٩

کتاب الاستیعاب : جلد ٤، ص ٢٦٠، الرقم ٣٠٨٤

کتاب أُسد الغابه : جلد ٦، ص ١٧٧، الرقم ٦٠٣٥

عثمان کی مدد نہ کرنے پر معاویہ کی پشیمانی

تاب الفتوح میں (معاویہ سے نقل ہوا ہے) آیا ہے: کہ میں نے عثمان کی کمک نہیں کی اس میں بہت شرمندہ ہوں اس نے مجھ سے مدد طلب کی اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

کتاب الفتوح : جلد ٢، ص ٤٤٦

7 – عثمان بن عفان کا اپنے جرائم کے اعتراف توبہ نامہ

عثمان کے گھر کا جب اصحابِ رسول نے محاصرہ کیا تو عثمان گھر سے باہر آیا اور منبر پر جا کر یہ اقرار کیا

اے لوگوں! خدا کی قسم ایسا نہیں ہے کہ جو اعتراضات تم نے کئے ہیں میں ان سے باخبر نہیں ہوں میں نے ایسا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے جس کی طرف میں متوجہ نہ ہوں یا جس سے میں اگاہ نہ ہوں

لیکن میرے نفس نے مجھے دھوکہ دیا اور سست کر دیا اور مجھے غلط راہ پر لا کر کھڑا کر دیا

اس نصیحت کو قبول کرنے والا میں سب سے پہلا شخص ہوں، جو میں نے کیا ہے میں اس کے لیے استغفار کروں گا اور خدا کی بارگاہ میں دوبارہ جا پلٹ جاوں گا کیونکہ مجھ جیسے لوگ رک جاتے ہیں اور واپس پلٹ آتے ہیں، اور جیسے ہی میں منبر سے نیچے آوں بزرگ حضرات میرے پاس آئیں اور اپنے رای مشوروں سے مجھے خبردار کریں خدا کی قسم اگر حق مجھے غلامی کی طرف لے جائے گا تو میں غلام کی طرح پیش آونگا اگر مجھے غلام کی طرح ذلیل کیا جائے تو میں اس کو بھی برداشت کرونگا۔

تاریخ الطبری : ج٤ ص ٣٦٠،البدایه و النهایه : ج٧ص ١٧٢،الکامل فی التاریخ : ج٢ ص ٢٨٤،الجمل : ص ١٩١

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی (ع) اور اسی طرح امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) نے، جب عثمان اپنے غلط کاموں کی وجہ سے اصحاب کے محاصرے میں تھا، حملہ کرنے والوں سے مقابلہ اور اسکی حمایت و طرفداری کی تھی اور عثمان تک پینے کا پانی بھی پہنچایا تھا۔

اب آخری حصے میں امام علیؑ پر بات کر کے ناصبیوں کا منہ بند کرتا ہوں تاکہ چاریار کا نعرہ لگاتے ہوئے شرم محسوس کریں۔

8 - قتل عثمان پر امام علیؑ کا موقف و عمل

ابن شبہ نمیری نے کتاب تاریخ المدینۃ میں لکھا ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَي بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قال: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ (ص) وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ حُصِرَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حُمِلَتْ حَتَّي وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي خِدْرِهَا وَهُوَ عَلَي الْمِنْبَرِ، فَقَالَتْ: " أَجِرْ لِي مَنْ فِي الدَّارِ "۔ قَالَ: نَعَمْ إِلا نَعْثَلا وَشَقِيًّا، قَالَتْ: " فَوَاللَّهِ مَا حَاجَتِي إِلا عُثْمَانُ، وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ "۔ قَالَ: مَا إِلَيْهِمَا سَبِيلٌ۔ قَالَتْ: " مَلَكْتَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَسْجِحْ "، قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ مَا أَمَرَكِ اللَّهُ وَلا رَسُولُهُ۔

ماجشون نے روایت نقل کی ہے کہ ام حبیبہ زوجہ رسول خدا (ص) جب عثمان محاصرے میں تھا۔ اپنے حجاب میں علی (ع) کے پاس آئی، اس حالت میں کہ وہ حضرت منبر پر بیٹھے تھے، اور کہا: جو عثمان کے گھر میں افراد ہیں، انھیں میری پناہ میں قرار دیں، حضرت نے فرمایا: نعثل (عثمان) اور شقی (سعید ابن العاص) کے علاوہ۔

ام حبیبہ نے کہا: در اصل میں ان دونوں کو ہی اپنی پناہ میں لینا چاہتی ہوں، حضرت نے فرمایا: ان دو کو تم آزاد نہیں کرا سکتی، ام حبیبہ نے کہا تم ابو طالب کے بیٹے ہو اب تم غالب آ گئے ہو تو انکو معاف کر دو، حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم، خداوند اور اسکے رسول ﷺ نے تم کو ہرگز ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262ھ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص219 ح 2019، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت۔

بحث سندی:

اس روایت کی سند مکمل طور پر صحیح اور اسکے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں:

ابو سلمۃ، موسی ابن اسماعیل:

یہ محمد ابن اسماعیل بخاری کا استاد ہے، ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

موسي بن إسماعيل أبو سلمة التبوذكي الحافظ عن شعبة وهمام وخلق وعنه البخاري وأبو داود وابن الضريس وابن أبي عاصم سبطه قال عباس الدوري كتبنا عنه خمسة وثلاثين ألف حديث قلت ثقة ثبت مات 223 ع

موسی ابن اسماعیل، حافظ (جسکو ایک لاکھ احادیث حفظ ہوں) تھا، اس نے شعبہ، ہمام سے روایت نقل کی ہے اور بخاری ابوداود نے حدیث کو اس سے سنا ہے، عباس دوری نے کہا ہے: میں نے اس سے 35 ہزار احادیث کو لکھا ہے، میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ وہ ثقہ اور مورد اعتماد ہے۔

الذهبي الشافعي، شمس الدين ابوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان (متوفى 748 هـ)، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ج2 ص301، رقم: 5677 ،

یوسف ابن یعقوب:

یہ کتاب بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے، ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

يوسف بن يعقوب بن أبي سلمة الماجشون أبو سلمة المدني عن أبيه والمقبري والزهري وعنه أحمد ومسدد ثقة مات 185 خ م ت س ق ـ

یوسف ابن یعقوب نے اپنے والد، مقبری اور زہری سے روایت کو سنا ہے اور احمد ابن حنبل نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے، وہ ثقہ راوی ہے۔

الكاشف ج2 ص402، رقم: 6459

یعقوب ابن ابی سلمۃ:

یہ بھی کتاب صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے، ابن حجر عسقلانی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

يعقوب بن أبي سلمة الماجشون التيمي مولاهم أبو يوسف المدني صدوق من الرابعة مات بعد العشرين م د ت ق ـ

یعقوب ابن ابی سلمۃ روایت نقل کرنے میں سچا (معتبر) تھا۔

تقريب التهذيب ج1 ص608، رقم: 7819

اس روایت میں اہم نکتہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین علی (ع) نے عثمان کو نعثل کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ وہ لقب ہے کہ جو اکثر اصحاب عثمان کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

نعثل ایک یہودی شخص تھا کہ جو لمبے قد، لمبی داڑھی، خوفناک چہرے اور بہت احمق تھا، جب بھی کوئی کسی کا مذاق اڑانا چاہتا تھا تو وہ اسے نعثل کہا کرتا تھا۔

کتب اہل سنت میں روایات موجود ہیں کہ جو بتاتی ہیں کہ جب عثمان نے امیر المؤمنین علی (ع) پر تہمت لگائی کہ آپ نے میرے والی (حاکم) کو خط لکھا ہے تو ان حضرت نے غصے میں قسم کھائی کہ میرا اور تیرا سامنا روز قیامت خدا کی بارگاہ میں ہو گا اور اس وقت تک ہر گز میں تمہارا دفاع نہیں کروں گا۔

ابن شبہ نمیری نے کتاب تاریخ المدینہ میں اس بارے میں دو روایت کو نقل کیا ہے:

روایت اول:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحُبَابِ، قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا كَانَ قَدِمَ قَوْمٌ مِنْ مِصْرَ مَعَهُمْ صَحِيفَةٌ صَغِيرَةُ الطَّيِّ، فَأَتَوْا عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ غَيَّرَ وَبَدَّلَ، وَلَمْ يَسِرْ مَسِيرَةَ صَاحِبَيْهِ، وَكَتَبَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَي عَامِلِهِ بِمِصْرَ، أَنْ خُذْ مَالَ فُلانٍ وَاقْتُلْ فُلانًا وَسَيِّرْ فُلانًا، فَأَخَذَ عَلِيٌّ الصَّحِيفَةَ فَأَدْخَلَهَا عَلَي عُثْمَانَ، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ هَذَا الْكِتَابَ؟ فَقَالَ: " إِنِّي لأَعْرِفُ الْخَاتَمَ "، فَقَالَ: اكْسِرْهَا فَكَسَرَهَا۔

فَلَمَّا قَرَأَهَا، قَالَ: " لَعَنَ اللَّهُ مَنْ كَتَبَهُ وَمَنْ أَمْلاهُ" ۔

فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَتَتَّهِمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ؟ قَالَ: " نَعَمْ" ۔

قَالَ: مَنْ تَتَّهِمُ؟ قَالَ: " أَنْتَ أَوَّلُ مَنْ أَتَّهِمُ "، قَالَ: فَغَضِبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَامَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لا أُعِينُكَ وَلا أُعِينُ عَلَيْكَ حَتَّي أَلْتَقِيَ أَنَا وَأَنْتَ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

عبد الملک ابن ہارون نے اپنے والد اور اس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے لیے وہ حوادث پیش آئے تھے تو مصر سے چند لوگ اپنے ساتھ ایک خط لیے مدینہ آئے۔ مدینہ آ کر وہ علی (ع) کے پاس گئے اور کہا: اس مرد (عثمان) نے (سنت پیغمبر کو) تبدیل کر دیا ہے اور اپنے دونوں دوستوں (ابو بکر و عمر) کے راستے سے ہٹ گیا ہے، اس نے یہ خط مصر میں اپنے والی کو لکھا ہے کہ فلاں سے اسکا مال لے لو، فلاں کو قتل کر دو اور فلاں کو مصر سے جلا وطن کر دو وغیرہ وغیرہ۔

علی (ع) وہ خط لے کر عثمان کے پاس گئے اور اس سے کہا: تمہیں اس خط کے بارے میں کچھ پتا ہے؟ عثمان نے کہا مجھے اسکی مہر کے بارے میں پتا ہے، پھر کہا اس خط کو کھولو، جب کھولنے کے اسے پڑھا گیا تو اس نے کہا: خداوند کی لعنت ہو اس پر جس نے لکھا ہے اور جس نے لکھوایا ہے۔

پس علی (ع) نے اس سے کہا: کیا تمہیں اپنے خاندان کے کسی شخص پر شک ہے؟ اس نے کہا: ہاں، علی (ع) نے پوچھا وہ کون ہے؟ عثمان نے کہا: وہ تم ہو! راوی کہتا ہے: علی (ع) غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور کہا:

خدا کی قسم میں تمہاری نہ کوئی مدد کروں گا اور نہ ہی تمہارے خلاف کوئی کام کروں گا، یہاں تک کہ میری اور تمہاری خداوند کی بارگاہ میں ملاقات ہو جائے۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262هـ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص212، ح2008، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت۔

روایت دوم:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْوَقَّاصِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَجَعَ أَهْلُ مِصْرَ إِلَي الْمَدِينَةِ قَبْلَ أَنْ يَصِلُوا إِلَي بِلادِهِمْ، فَنَزَلُوا ذَا الْمَرْوَةِ فِي آخِرِ شَوَّالٍ، وَبَعَثُوا إِلَي عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ أَعْتَبَنَا، ثُمَّ كَتَبَ يَأْمُرُ بِقَتْلِنَا، وَبَعَثُوا بِالْكِتَابِ إِلَي عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَي عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْكِتَابِ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عُثْمَانُ؟ فَقَالَ: " الْخَطُّ خَطُّ كَاتِبِي، وَالْخَاتَمُ خَاتَمِي، وَلا وَاللَّهِ مَا أَمَرْتُ وَلا عَلِمْتُ" ۔

قَالَ: " أَتَّهِمُكَ وَكَاتِبِي" ۔

فَغَضِبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لا أَرُدُّ عَنْكَ أَحَدًا أَبَدًا

ابراہیم ابن محمد ابن سعد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ مصر کے لوگ مدینہ سے واپس آ گئے، وہ لوگ اپنے اپنے شہروں میں پہنچنے سے پہلے، ماہ شوال کے آخر میں ذاالمروہ کے مقام پر گئے، انھوں نے کسی شخص کو علی (ع) کے پاس بھیجا اور کہا کہ عثمان پہلے تو ہماری سرزنش کیا کرتا تھا اور اب خط لکھ کر ہمارے قتل کرنے کا حکم دیتا ہے، انھوں نے خط کو علی (ع) کے لیے بھیجا۔ علی (ع) وہ خط لے کر عثمان کے پاس گئے اور کہا: اے عثمان یہ کیا ہے؟ عثمان نے کہا: یہ میرا خط ہے اور میں نے لکھا ہے، لیکن خدا کی قسم میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور اسکا مجھے کوئی پتا نہیں ہے پھر اس نے علی (ع) سے کہا: میں تمہیں اور اپنے کاتب کو متہم کرتا ہوں، پس علی (ع) خشمگین ہو گئے اور فرمایا: خدا کی قسم میں کسی کو بھی تجھ تک پہنچنے سے نہیں روکوں گا، (یعنی تم پر ہونے والے حملے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262هـ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص212، ح2009، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،

اسی طرح عبد الرزاق صنعانی نے ایک دوسری روایت کو اپنی کتاب امالی میں نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنین علی (ع) اور عثمان نے ایک دوسرے کو گالیاں بھی دیں تھیں:

أنا مَعْمَرٌ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: " شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَبَّا بِسِبَابٍ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا اسْتَبَّ بِمِثْلِهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُحَدِّثًا بِهِ أَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهِ، قَالَ: ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَيْهِمَا يَوْمًا آخَرَ فَرَأَيْتُهُمَا جَالِسَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ، أَحَدُهُمَا يَضْحَكُ إِلَي الآخَرِ۔

سعید ابن مسیب سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے ایک دن علی (ع) اور عثمان کو دیکھا کہ ایسی ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے کہ آج تک میں نے ویسی گالیاں نہیں سنی تھیں، پھر کہا لیکن ایک دوسرے دن میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہنس رہے تھے۔

الصنعاني، ابوبكر عبد الرزاق بن همام (متوفى211هـ)، الأمالي في آثار الصحابة، ج 1، ص70، ح91 ، تحقيق : مجدي السيد إبراهيم ، ناشر : مكتبة القرآن - القاهرة ـ

امیر المؤمنین علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نے عثمان اور اسکے گھر کا کسی قسم کا کوئی دفاع نہیں کیا تھا۔ بعض اہل سنت کے علماء بنی امیہ سے اپنی وفاداری اور اسلام سے اپنی خیانت کو ثابت کرنے کے لیے جعلی اور جھوٹی روایات گھڑتے رہتے ہیں۔

اگر فرض بھی کریں کہ وہ اسکے گھر کے سامنے حاضر ہوئے تھے تو وہ اسکے گھر میں موجود بے گناہ افراد کی جان کی بچانے کے لیے حاضر ہوئے تھے نہ کہ عثمان کی جان بچانے کے لیے۔ اہل سنت اور وہابی ان غلط قصے کہانیوں سے رسول خدا (ص) کے اہل بیت اور ظالم، فاسق اور غاصب صحابہ کے درمیان تعلقات کے اچھا ہونے کو ہر گز ثابت نہیں کر سکتے۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

70 بار اپنی ماں سے حرام کرنے والے گناہ سے بچاؤ کا طریقہ

آج میری تحریر ایک خاص مقصد پر ہے اور انشاءاللہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد آپ کی زندگی سے جھوٹ جیسی غلاظت کا یقیناً خاتمہ ہو جائے گا۔

ویسے تو لاتعداد احادیث جھوٹ کی مذمت میں موجود ہیں لیکن میں اپنی تحریر کا آغاز رسول خدا کی اس حدیث سے کرتا ہوں جسے آیت اللہ شہید دستغیب نے اپنی کتاب گناہانِ کبیرہ میں نقل کیا ہے جسے پڑھ کر یقیناً غیرت مند مومن جھوٹ سے دور رہے گا

حضرت رسول خدا ﷺ ہم مومنین کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں :

مومن جب بغیر کسی عذر کے جھوٹ بولتا ہے تو اس پر 70 ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایسی سخت بدبو اٹھتی ہے جو عرش تک پہنچتی ہے اور اس ایک جھوٹ کے سبب خدا اُس کے لئے 70 مرتبہ زنا کرنے کے برابر گناہ لکھ دیتا ہے۔ اور وہ بھی ایسا زنا جو اپنی ماں سے کیا جائے۔۔

اللہ اکبر۔۔ اللہ اکبر۔۔ تو دیکھا آپ نے۔۔ یہ ہے جھوٹ بولنے کا گناہ جس کا تصور بھی کوئی عام غیرت مند انسان کبھی نہیں کر سکتا تو کجا علیاً ولی اللہ کا اقرار کرنے والے۔۔

تو آج میں آپ کو وہ طریقے بتاؤں گا جس سے اس غلیظ ترین گناہ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

یاد رکھیں، شریعت ہمیں اگر کسی بات سے روکتی ہے تو ساتھ اس کا متبادل بھی فراہم کرتی ہے، مثال کے طور اگر کوئی نوجوان شادی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو زنا کے بچنے کے لئے نکاح متعہ کی سہولت دی گئی۔ ایسے ہی متعدد احکامات ہیں جس پر دین آپ کو کچھ اس طرح کہتا ہے، "دیکھو ایسے نہیں ایسے کرو! "

تحریر طول پکڑتی جا رہی تو مختصر کرتے ہوئے براہ راست جھوٹ سے بچنے کے طریقے پر آتا ہوں

-جھوٹ سے بچنے کے تین طریقے ہیں-

1۔ سوالیہ بات کرنا

2۔ توریہ کرنا

3۔ انشائیہ جملے کا استعمال کرنا

آپ بالکل پریشان نہ ہوں ان سب اصطلاحات کو انتہائی آسان کر کے مثالوں سے سمجھتا ہوں

1 - سوالیہ بات کرنا:

سوال وہ واحد جملہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ یعنی سوال میں جھوٹ نہیں ہوتا

مثال: فرض کریں کہ آپ نے نمازِ مغربین ادا نہیں کی، اب اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ کیا آپ نے نمازِ مغربین ادا کر لی ہے؟ تو آپ اس سے الٹا سوال کر کے جھوٹ سے بچ سکتے ہیں یعنی آپ اس سے کہیں "کیا میں نے نماز نہیں پڑھی ہو گی؟؟ تو یقیناً سوال کرنے والا یہی سمجھے گا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے۔

تو دیکھا آپ نے، کس طرح سے آپ نے سوال کر کے خود کو جھوٹ سے بچا لیا۔۔

2 - توریہ کرنا:

توریہ سے مراد ہے ایسی بات کہنا جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو لیکن کہنے والے کی مراد کچھ اور ہو، اگرچہ سامع کی نظر ظاہری مفہوم کی طرف ہی جاتی ہو. مثلاً وہی مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ کیا آپ نے نمازِ مغربین ادا کر لی ہے جبکہ آپ نے نہیں کی ہوئی تو آپ یہاں سوال کے علاوہ توریہ سے بھی بچ سکتے ہیں۔ یعنی آپ دل میں نیت کریں توریہ کرنے کی اور اس سے کہیں

جی ہاں میں پڑھ چکا ہوں - یہاں آپ نے دل میں یہ نیت کی زندگی میں کبھی تو پڑھی ہی تھی تو اس کی نیت کر کے جملے کو تھا، تھی، تھے سے ادا کر دیا۔ "جی ہاں میں نے پڑھ لی تھی یا میں پڑھ چکا ہوں"

یاد رہے کہ توریہ میں نیت ضروری ہے یعنی دل میں فوراً اس عمل کا ارادہ کریں جو آپ کر چکے ہیں پھر ماضی کے صیغے سے جواب دیں یعنی Past Tense سے۔ کر لی تھی، تھا وغیرہ

3 - انشائیہ جملہ:

انشائیہ جملہ یعنی جس جملے کو انشاء اللہ کے ساتھ ادا کیا جائے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی آپ سے کہے کہ کل آپ فلاں جگہ اس وقت پر پہنچ جائیں اور آپ کے جانے ارادہ نہ ہو تو جھوٹ بولنے سے بہتر ہے آپ اسے یہ جواب دیں "ہاں انشاء اللہ کل حاضر ہوتا ہوں" یعنی اگر اللہ نے چاہا تو کل حاضر ہو جاؤں گا۔

اب اگر آپ کل نہ جا سکے تو یقنیاً اللہ نے یہ چاہا نہیں ورنہ اگر اللہ چاہ لیتا تو آپ یقیناً وہاں پر چلے جاتے کیونکہ اللہ جس کا ارادہ کر لے وہ کام ہو کر رہتا ہے۔

نوٹ: ایک بات یاد رکھیں کہ یہ تین طریقے آپ عمومی مرحلوں میں استعمال کر سکتے ہیں نا کہ مالی و تجارتی معاملات میں، جس سے کسی کو مالی نقصان ہو جائے۔ آسان الفاظ میں یہ کہ: یہ طریقے اگر ان طریقوں سے اگر کسی مومن کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچنے کا اندیشا ہو تو ان کا استعمال حرام ہو جائے گا، یا تجارتی معاملات میں خواہ کوئی مومن ہو یا نہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں۔

تو دیکھا آپ نے کتنی آسانی سے آپ ان طریقوں پر عمل کرتے ہوئے جھوٹ جیسے عظیم گناہ کبیرہ سے با آسانی بچ سکتے ہیں۔

ان پر عمل کریں اور مجھ حقیر کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

والسلام، ابوعبداللہ